﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾

اور جولوگ ایمان لائے اوران کی ذرّیت بھی ایمان کے ساتھ ان کے نقش قدم پر رہی ہم ان کی ذرّیت کو ان میں شامل کردیں گے۔

تذکرۂ مینائیہ

۱۴۴۲ھ

دراحوالِ مشائخ صفویہ

تالیف

مولانا حسن سعید صفوی

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی

شاہ صفی اکیڈمی

SHAH SAFI ACADEMY

A centre for research on Islamic studies and Sufism

تذکرہ مینائیہ

۱۴۴۲ھ

دراحوال مشائخ صفویہ

تالیف

مولانا حسن سعید صفوی
ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی

شاہ صفی اکیڈمی
سیدسراواں شریف

سلسلۂ مطبوعات نمبر (۲۳)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب: تذکرہ مینائیہ دراحوال مشائخ صفویہ

تالیف: مولانا حسن سعید صفوی، ڈاکٹر مجیب الرحمن علیمی

نظر ثانی: ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی، مولانا ضیاء الرحمن علیمی

تزئین: طارق رضا قادری

اشاعت اول: محرم ۱۴۴۲ھ/ اگست ۲۰۲۰ء

صفحات: ۳۷۶ (تین سو چھہتر)

تعداد: گیارہ سو

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں (یوپی)

قیمت: ۲۸۰/روپے

Tazkerah Minaia

dar Ahwaal-e-Mashaikh-e-Safavia

Written by

Maulana Hasan Saeed Safavi

Dr. Mojibur Rahman Alimi

Published by: Shah Safi Academy, ISBN:978-81-934192-8-1

Khanqah-e-Arifia, Saiyed Sarawan, Kaushambi,

U.P.(India) 212213

انتساب

مخدومنا و مرشدنا داعی اسلام عارف باللہ

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

[ولادت باسعادت: ۵رمحرم الحرام ۱۳۷۷ھ/ ۲راگست ۱۹۵۷ء بروز جمعہ]

أدامَ اللّٰہُ ظِلَّہٗ عَلَینا

کے نام

گوہرِ پاکِ تو از مدحتِ ما مستغنیست
دستِ مشّاطہ چہ با حُسنِ خداداد کند

ھدیۂ خلوص

یہ کتاب ماہ محرم الحرام کے موقع پر منظر عام پر لائی جارہی ہے جس کے چند اسباب ہیں:

(۱) بابائے چشت زہد الانبیاء خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ روحہ کا عرس مبارک اسی ماہ کی مبارک کی ۵ تاریخ کو ہوتا ہے جو سلسلۂ چشت کے دو بحر مواج کے سنگم ہیں۔

(۲) اسی مبارک تاریخ (۵ محرم) میں ہمارے مرشدِ گرامی ادام اللہ برکاتہ فینا کا یوم پیدائش ہے، جن کے دم قدم سے ہی ہماری زندگی کی ساری بہاریں وابستہ ہیں۔ ہم اپنے محسن و مربّی کے یوم ولادت پر ان کی خدمت میں یہ تحفہ نذر کرتے ہیں۔

(۳) اسی مبارک مہینے کی ۱۳ تاریخ کو سلسلۂ صفویہ کے اوّلین تذکرہ نگار عارف باللہ مخدوم شاہ محمد عزیز اللہ عزیز و ولایت صفی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم وصال ہے۔

(۴) اس حرمت والے مہینے کی ۱۸ تاریخ کو سرخیل سلسلۂ صفویہ قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہ کا عرس مبارک ہوتا ہے جس موقع پر آپ کی بارگاہ میں اپنی حقیر کاوش پیش کرنے کو ہم اپنی مشترکہ سعادت مندی تصور کرتے ہیں۔

(۵) بالخصوص عاشورۂ محرم الحرام میں امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کی نسبت مطہرہ کے فیوض و برکات خانہ زاد غلاموں کے لیے باعثِ سرخروئی دارین ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان نسبتوں کے فیض سے ہمارے قلوب کو منور فرمائے اور اسے ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔

گرچہ خوردیم نسبتی ست بزرگ
ذرّہ ای آفتاب تابانیم

مشمولات

حرف آغاز — حسن سعید صفوی — 14

پیش لفظ — مجیب الرحمٰن علیمی — 17

باصفا مینائی میخانہ — پروفیسر معین نظامی — 20

تعارف — ذیشان احمد مصباحی — 26

مقدمہ

سلسلۂ مینائیہ صفویہ

چشتیہ نظامیہ کی ایک شاخ: مینائیہ سعدیہ صفویہ — 34

باب اول

بانیان سلسلۂ مینائیہ

حاجی الحرمین مخدوم قوام الدین عباسی قدس سرہ — 43

مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ — 52

مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہٗ — 56

مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی قدس سرہٗ — 67

باب دوم

مخدوم شاہ صفی اور سلسلۂ صفویہ

قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ — 78

خاندانی پس منظر	78
نسب	79
تعلیم وتربیت	79
بیعت واجازت	80
مقبولیت	81
تواضع	81
اطاعت مرشد	81
تجرد	82
استغناء	83
سماع	85
مناجات	86
وردسیفی	87
تعلیمات وارشادات	87
کمال،اتباع شرع میں ہے	89
ہم نامی سے شبہہ	90
مؤرخین کی نظر میں	92
وصال	96
سن وصال کی تحقیق	96
قطعۂ تاریخ	98
قطعۂ دیگر	98
سلاسل طریقت	100

سلسلۂ عالیہ چشتیہ 100

سلسلۂ عالیہ قادریہ 100

سلسلۂ عالیہ سہروردیہ 101

شجرۂ تلقین ذکر 102

باکمال خلفا 104

اجراء سلسلۂ صفویہ 107

مخدوم سید نظام الدین رضوی حسینی عرف شاہ الہدیہ خیرآبادی 109

مخدوم شیخ حسین سکندرآبادی 112

مخدوم شاہ فضل اللہ گجراتی 117

خانقاہ صفویہ کے سجادگان 119

حضرت بندگی شیخ مبارک 119

حضرت بندگی شیخ اکرم 124

حضرت شیخ عبدالرحمٰن 125

حضرت شیخ عبدالواحد 125

حضرت شیخ زاہد 125

حضرت شاہ بھولن 125

حضرت شاہ عبداللہ 126

حضرت شیخ محمد عرف شاہن میاں 127

حضرت شیخ ولی محمد 128

حضرت شیخ نوازش محمد 129

حضرت شاہ ذوالفقار اللہ عرف الطاف محمد 130

حضرت شیخ خادم محمد 130
حضرت شیخ نور محمد 131
حضرت شاہ اعزاز محمد معروف بہ شمو میاں 132
حضرت شاہ نوازش محمد عرف صمدی میاں 134

باب سوم

خانوادۂ صفویہ کے مشہور مشائخ

حضرت بندگی شیخ محمد 136
حضرت شاہ قطب عالم صفوی 137
حضرت شاہ عبدالرسول 138
حضرت شاہ مخدوم عالم صفوی 139
حضرت شاہ محیٰ موہانی 141
حضرت شاہ غلام نبی 143
حضرت شاہ غلام پیر 144
حضرت شاہ محمد معصوم 145
حضرت محمد علی شاہ 147
حضرت خیرات علی شاہ 148
حضرت شاہ غلام یحییٰ 150
حضرت شاہ غلام زکریا 151
حضرت مخدوم شاہ محمد حفیظ اللہ 153
مجدّد سلسلۂ صفویہ قطب العالم شاہ خادم صفی محمدی 158
حضرت شاہ امیر اللہ صفوی 173

حضرت امجد اللہ شاہ 174

حضرت خلیل اللہ شاہ عرف دامڑ میاں 175

حضرت کریم اللہ شاہ 176

حضرت مولوی بقاء اللہ شاہ 176

مولانا شاہ حسین علی صفوی سنڈیلوی 178

حضرت شاہ محمد شفیع قیس صفوی 181

حضرت عین اللہ شاہ عرف خلیل احمد صفوی 184

باب چہارم

سلسلہ صفویہ کے مشہور علما و مشائخ

سلسلہ صفویہ کے مشہور علما و مشائخ 190

مخدوم سید ابوالفتح خیر آبادی 192

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی 195

حضرت سید محمد رکن الدین بلگرامی 201

شیخ محمد بن شیخ محمد رکن الدین 202

مخدوم سید تاج معین الدین بلگرامی 202

مخدوم شاہ رکن عالم قلندر عرف شاہ اوتھلی بلگرامی 203

مخدوم سید شاہ امام الدین بلگرامی 203

حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری 204

مخدوم سید شاہ یٰسین قلندر 210

حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر 213

حضرت شاہ افہام اللہ 220

حضرت قاضی مصطفیٰ علی خان بہادر گوپاموی 223
حضرت سید کفایت اللہ شاہ لکھنوی 225
منشی دانش علی لکھنوی 226
مولانا شاہ اکبر علی سنڈیلوی 228
مولانا شاہ حیدر علی سنڈیلوی 230
حضرت مولانا شاہ صلاح الدین صفوی گوپاموی 232
مولانا فضل امام خیرآبادی 234
حضرت شاہ غلام محمد عمری گوپاموی 236
حضرت شاہ پیر بخش صفی پوری 238
حضرت شاہ غلام نصیرالدین سعدی میاں صفوی بلگرامی 240
حضرت قاضی احمد مجتبیٰ خوشدل گوپاموی 244
حضرت شاہ محمدی عرف غلام پیر 248
حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث گوپاموی 251
حضرت قاضی ارتضا علی صفوی گوپاموی 253
مولانا شاہ قدرت احمد گوپاموی 269
حضرت حبیب اللہ شاہ صفوی 271
حضرت خلیل اللہ شاہ طبیب الہ آبادی 273
حضرت مراد اللہ شاہ (کھیری) 276
حضرت یقین اللہ شاہ لکھنوی 279
حضرت قل ھو اللہ شاہ عبدالغفور بارہ بنکوی 281
حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری 289

حضرت شاہ عارف صفی محمدی صفوی 303

حضرت شاہ صفی اللہ محمدی صفوی 311

حضرت شاہ احمد صفی محمدی صفوی 311

حضرت شاہ احسان اللہ محمدی صفوی 312

حضرت شاہ شمشاد صفی محمدی عرف غلام صفی 314

حضرت اجمل میاں 316

حضرت سید شاہ احسان علی عرف کملی شاہ 319

حضرت نعیم اللہ شاہ عرف بابا عین اللہ صفوی 320

حضرت ہدایت شاہ صفوی رام پوری 323

حضرت شاہ دانش علی (مجھگواں شریف) 324

حضرت عارف علی شاہ 324

حضرت شاہ سجاد حسین خیرآبادی 327

باب پنجم

دیگر سلاسل کے چند صفوی فیض یافتگان

حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی 331

مولانا شیخ احمد انوار الحق فرنگی محلی 334

حضرت مولانا سید شاہ عبدالرحمن لکھنوی 335

حضرت مولانا شاہ عبداللہ صفوی سنڈیلوی 337

حضرت مولانا حافظ شوکت علی سنڈیلوی 339

حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی 342

حضرت مولانا شاہ نعیم عطا سلونی 344

باب ششم

مشائخ صفویہ نظامیہ کا اعتقادی اور فقہی مسلک

اعتقادی مسلک 346

علم و عمل کی ضرورت 347

شریعت و طریقت کا تلازم 348

وحدۃ الوجود کا عقیدہ 350

اہل قبلہ کی تکفیر اور ان کی اقتدا و جنازہ کا موقف 355

خارجیت اور ارجائیت سے پرہیز 357

رافضیت و ناصبیت سے اجتناب 359

فقہی مسلک 363

قراءت خلف الامام کا مسئلہ 364

سماع بالمزامیر کا مسئلہ 366

خاتمہ 369

مصادر و مراجع 371

قد أفلح من تزكى

حرف آغاز

مجلہ ''الاحسان'' کے پہلے شمارے میں محب مکرم ڈاکٹر مولانا محمد مجیب الرحمن علیمی نے ''خانقاہ عالیہ نظامیہ صفویہ: تاریخ اور کارنامے'' کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ قلم بند کیا تھا جو اہل علم کے نزدیک بہت مقبول ہوا۔ ''الاحسان-۱'' کے شمارے ختم ہونے کے بعد اہل سلسلہ کا تقاضا تھا کہ یہ مضمون از سر نو کتابی صورت میں مرتب کیا جائے۔ چنانچہ حضرت پیرو مرشد گرامی عارف باللہ داعی اسلام حفظہ اللہ نے اس کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کا حکم دیا۔ علیمی صاحب نے مقالے پر نظر ثانی کی، فروگذاشت کا تدارک کیا اور بہت سی مفید اور اہم معلومات کا اضافہ کر کے اسے کتابی صورت میں مرتب کر ڈالا۔

فاضل گرامی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی نے تصحیح و اضافے کی خدمت راقم الحروف کے سپرد کی تو راقم نے اس خیال سے کہ کہیں کتاب کی ضخامت بہت زیادہ نہ ہو جائے، تصحیح اور معمولی اضافے پر اکتفا کیا، البتہ افادۂ عام کی غرض سے کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ حضرت قطب عالم واقف سرِّ قل ہو اللہ شاہ عبد الغفور محمدی صفوی بارہ بنکوی قدس سرہٗ (۱۲۳۵-۱۳۲۴ھ) اور آپ کے خلیفۂ اجل سلطان العارفین حضرت شاہ عارف صفی محمدی صفوی قدس سرہٗ (۱۲۷۸-۱۳۲۰ھ) کی حیات و خدمات پر مشتمل ماہ نامہ ''خضر راہ'' الہ آباد میں شائع شدہ راقم کے دو مضامین بھی معمولی حذف و

اضافے کے بعد شامل کر دیے گئے۔ اس طرح اختصار کے باوصف یہ کتاب سلسلۂ عالیہ صفویہ کی اجمالی تاریخ کے لیے دستاویزی حیثیت کی حامل ہوگئی۔

کتاب ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی اور آناً فاناً ختم ہوگئی۔ اس کے بعد برادران طریقت کا مسلسل اصرار رہا کہ اضافات کے بعد سلسلے کا ایک جامع تذکرہ مرتب کیا جائے۔ لہٰذا پیر و مرشد گرامی کے حسبِ خواہش ڈاکٹر علیمی صاحب کی رفاقت میں یہ ذمہ ہم نے اپنے اوپر لیا۔ خانقاہ/ جامعہ عارفیہ کی دیگر علمی، تعلیمی اور تبلیغی مصروفیات سے وقت نکال کر اس علمی کام میں بھی گذشتہ سال بھر سے لگے رہے اور اب ساڑھے تین سو سے زائد صفحات پر یہ وقیع تذکرہ نذر قارئین ہے۔

مرشد گرامی نے اس کا انتہائی مناسب تاریخی نام ''تذکرہ مینائیہ'' (۱۴۴۲ھ) تجویز فرمادیا، جس کے ساتھ ''در احوال مشائخ صفویہ'' کا الحاق کتاب کی پوری معنویت کی ترجمانی کرتا ہے۔

اس کتاب کے مآخذ و مصادر کی ایک طویل فہرست ہے جو آخر میں مکمل کوائف کے ساتھ درج ہے۔ اس کے ساتھ ہی سلسلۂ مینائیہ صفویہ سے متعلق چند قدیم و جدید کتب مثلاً: مجمع السلوک، سبع سنابل، تحفۃ السعداء، ملفوظات مخدوم شاہ مینا، فوائد سعدیہ، نغمۂ صوفیہ، عین الولایت، مخزن الولایت والجمال، تذکرۃ المخدومین اور تذکرۃ الاصفیا وغیرہ کتب امُّ المصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔

ان دفینوں میں محفوظ کل کے کل خزانے اس مختصر میں سما نہیں سکتے تھے، اس لیے اختصار کے پیش نظر بہ قدر ضرورت مختلف مخازن کے جواہر کو منظم انداز میں یکجا پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ چند دیگر ماخذ و مصدر کی دستیابی کے بعد دوبارہ اس کا جائزہ لے کر مزید تفصیلی کام پیش کیا جائے گا۔ وَمَا تَوْفِیْقِی إِلَّا بِاللہ.

محترم حضرت سید ضیا علوی، حضرت شیخ نجم الحسن عثمانی عرف شعیب میاں (خانقاہ سعدیہ (بڑے مخدوم صاحب) خیرآباد شریف)، برادرِ بزرگ شاہ نوازش محمد صفوی فاروقی صمدی میاں (خانقاہ صفویہ صفی پور شریف) اور برادرِ گرامی شاہ افضال محمد فاروقی، مکرمی سید نیاز خادم صفوی (خانقاہ خادمیہ صفی پور شریف) کے لیے رسمی الفاظ تشکر ناکافی ہیں، اور پھر اس صورت میں مزید رسمی الفاظ تکلف آشنا معلوم ہوتے ہیں جب ان حضرات کا بزرگانہ ودوستانہ برتاؤ ہمارے لیے ہر حال میں یکساں رہتا ہو۔

مخدومی حضرت پروفیسر معین نظامی (لاہور) کے الطاف ونوازش کا تشکر لازم ہے، جنہوں نے اپنی گراں قدر تقریظ سے ہماری اس حقیر کاوش کو اعتبار بخشا۔ حضرت نظامی صاحب علمی وادبی حلقوں میں امتیازی شان کے حامل ہیں اور ساتھ ہی چشتی نظامی نسبت کے امین عظیم خانوادے کے فردِ فرید ہیں۔

برادر محترم ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی کی خدمت میں ہدیۂ تشکر وامتنان پیش کرنا واجب ہے، جن کی توجہ سے یہ کتاب اس قابل ہوئی کہ اہلِ علم کی خدمت میں پیش کی جاسکے۔ ایسے ہی برادر مکرم مولانا ضیاء الرحمن علیمی اور شاہ صفی اکیڈمی کے دیگر رفقائے کار کی خدمت میں بھی ہدیۂ تشکر پیش ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر جزیل عطا فرمائے جنہوں نے کسی بھی صورت سے اس کام میں دست تعاون دراز فرمایا ہے۔

مالک کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس خدمت کو قبول فرمائے اور حضرات مشائخ قُدِّسَت أَروَاحُھُم کے فیوض وبرکات سے ہمیں دونوں جہان میں شادکام فرمائے۔

۵ رمحرم الحرام ۱۴۴۲ھ　　　　احقر حسن سعید صفوی غفر اللہ لہ

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں شریف

پیش لفظ

۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں شاہ صفی اکیڈمی نے تصوف پر علمی، تحقیقی و دعوتی مجلہ کتابی سلسلہ ''الاحسان'' الہ آباد کی اشاعت کا پروگرام بنایا۔ اس کے مشمولات میں کئی ایک مستقل کالم متعین کیے گئے، جن میں ایک کالم ''شناسائی'' کے نام سے بھی تھا جس کے تحت ''الاحسان'' کے ہر شمارے میں کسی عظیم تاریخی خانقاہ کی خدمات اور اس کے موجودہ صاحب سجادہ کا انٹرویو شامل کرنا طے پایا۔

''الاحسان'' کے پہلے شمارے کے لیے صوبۂ اتر پردیش کی قدیم مرکزی خانقاہ، خانقاہ صفویہ نظامیہ، صفی پور شریف کا انتخاب ہوا۔ اس قدیم خانقاہ کی تاریخ اور خدمات کا جائزہ پیش کرنے کی سعادت راقم الحروف کے حصے میں آئی۔ ''خانقاہ عالیہ نظامیہ صفویہ، صفی پور، تاریخ اور کارنامے'' کے عنوان سے ایک مختصر مقالہ تیار کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی صاحب سجادہ مخدوم گرامی حضرت شاہ اعزاز محمد صفوی عرف شمو میاں علیہ الرحمہ (۱۳۵۹ھ-۱۴۳۱ھ/ ۱۹۴۰ء-۲۰۱۰ء) کا انٹرویو لیا گیا، جس کے لیے راقم نے مخدوم گرامی حضرت مولانا حسن سعید صفوی اور محب گرامی مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی کی رفاقت میں صفی پور شریف کا سفر کیا۔ مذکورہ مقالہ اور حضرت شمو میاں صاحب کا انٹرویو الاحسان کے پہلے شمارے اپریل ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا، جن کو قارئین الاحسان نے پسند فرمایا۔

۲۰۱۴ء میں مرشد گرامی حضور داعی اسلام کا حکم ہوا کہ اس مقالے کو کتابی شکل میں

شائع کیا جائے۔ مخدوم گرامی حضرت مولانا حسن سعید صفوی کی خاص توجہ نے میری یاوری کی۔ آپ کی علمی و تاریخی اصلاحات اور ضروری حذف و اضافہ کے بعد مذکورہ مقالہ ''خانقاہ صفویہ، تاریخ اور خدمات کا اجمالی جائزہ'' کے نام سے ۸۰ ؍صفحات پر کتابی شکل میں پہلی بار شائع ہوا۔ کتاب شائع ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ ختم بھی ہوگئی۔

مرشد گرامی حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا نے چاہا کہ یہ کتاب مزید اضافات کے ساتھ پھر شائع ہو۔ عارف باللہ مرشد گرامی ادام اللہ ظلہ علینا کی توجہات، مخدوم گرامی وقار مولانا حسن سعید صفوی کی توجیہات اور اضافات اور محب گرامی مولانا محمد ضیاء الرحمن علیمی اور مولانا ذیشان احمد مصباحی کی اصلاحات کے بعد یہ کتاب اب اپنے نئے رنگ و آہنگ، ابواب بندی اور حجم کے ساتھ ''تذکرہ مینائیہ در احوال مشائخ صفویہ'' کے نام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمہ، ۶ ؍ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے:

مقدمہ میں سلسلۂ مینائیہ صفویہ کا تعارف ہے۔

پہلے باب میں مخدوم شاہ صفی سے قبل ان کے مشائخ طریقت یعنی بانیان سلسلۂ مینائیہ کا تذکرہ ہے۔

دوسرے باب میں بانی خانقاہ صفویہ حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ اور آپ کے سجادگان کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی ان کے ان خاص فیض یافتگان کا ذکر ہے جن کے توسط سے سلسلۂ صفویہ کی اشاعت ہوئی اور ملک و بیرون ملک اس کے وابستگان کا سلسلہ قائم ہوا۔

تیسرے باب میں خانوادۂ صفویہ کے مشہور و معروف مشائخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مخدوم شاہ صفی چوں کہ مجرد تھے، یہاں خانوادۂ صفویہ کے مشائخ سے مراد وہ صفوی مشائخ ہیں جو مخدوم صاحب کے بھانجے اور جانشین حضرت بندگی شیخ مبارک کی نسل سے ہیں۔

چوتھا باب سلسلہ صفویہ کے ان علما و مشائخ کے تذکرے پر مشتمل ہے، جو خانوادے

سے تونہیں تھے، تاہم سلسلۂ صفوی میں ان کی بڑی اہمیت و معنویت ہے، جن کی اجازت و خلافت کا رشتہ اسی سلسلے سے قائم تھا، اسی سلسلے سے وہ متعارف ہوئے اور اسی کو آگے بڑھایا۔

پانچواں باب سلسلہ صفویہ کے فیض یافتگان علما و مشائخ کے تعارف و تذکرے کو محیط ہے۔ اس کے ذیل میں ان مشائخ کو شامل رکھا گیا ہے جن کی بیعت و اجازت کا اپنا مستقل سلسلہ رہا ہے، البتہ ان کو سلسلۂ صفویہ کا بھی فیض ملا ہے اور تصوف کے دوسرے رنگوں کے ساتھ ان کے اندر صفوی مینائی رنگ بھی پایا جاتا ہے۔

مشائخ کے تذکرے کی ترتیب میں تاریخ وصال کا اعتبار کیا گیا ہے، لیکن جہاں شیخ و مرید اور والد و صاحبزادے میں سے اگر مرید اور صاحبزادے کا وصال پہلے ہوا اور والد اور شیخ کا وصال بعد میں ہوا ہے تو وہاں ترتیب میں حفظ مراتب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

چھٹا باب جو کتاب کا آخری باب ہے، اس میں مشائخ سلسلہ صفویہ نظامیہ کے اعتقادی اور فقہی مسلک و منہج کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ معاصر اہل تصوف کے لیے بالعموم اور وابستگان سلسلۂ صفویہ مینائیہ کے لیے بالخصوص انتہائی اہم اور قابل توجہ ہے۔

خاتمہ کے اندر خلاصۂ بحث اور پیغام بحث ہے۔

امید ہے کہ تاریخ تصوف و صوفیہ سے دل چسپی رکھنے والے اور بطور خاص سلسلہ صفویہ مینائیہ نظامیہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے حلقے میں اس کتاب کے جدید اڈیشن کا حسب سابق استقبال کیا جائے گا۔

کتاب میں کسی طرح کی علمی، تاریخی یا لسانی فروگذاشت رہ گئی ہو تو اہل علم سے درخواست ہے کہ از راہ کرم مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ العزیز ان کے شکریے کے ساتھ کتاب کی اگلی اشاعت میں اس کی اصلاح کر لی جائے گی۔

یکم محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

محمد مجیب الرحمٰن علیمی کان اللہ تعالیٰ لہ

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں شریف

باصفا مینائی میخانہ

پروفیسر معین نظامی

شعبۂ فارسی، پنجاب یونیورسٹی لاہور

برصغیر کو تذکرہ نگاری میں تقدّم کا شرف بھی حاصل ہے اور اس شعبے میں موضوعاتی ولسانی تنوّع کا تاجِ فضیلت بھی اسی کے سر سجتا ہے۔ شعرائے معجز کلام، صوفیۂ کرام اور علمائے عظام کے عمومی تذکرے ہوں یا خصوصی، مختلف ادوارِ حکومت، علاقوں یا شہروں کے مشاہیر کے سوانحی کوائف ہوں یا مختلف طبقات اور سلاسلِ طریقت کے روح پرور تذکارِ جمیل، جنوبی ایشیا کا دامنِ تحقیق وتالیف ان تمام حوالوں سے قابلِ رشک حد تک ثروت مند ہے۔

اس خطے میں تذکرہ نویسی کی تاریخ صدیوں کو محیط ہے۔ یہاں کے عربی، فارسی، اردو اور دیگر مقامی زبانوں میں لکھے گئے تذکروں کا سوانحی سرمایہ اور زرخیز ذخیرہ کمّیت وکیفیت کے اعتبار سے اپنی نوعیت کے عالمی ادب میں بے حد ممتاز مقام رکھتا ہے۔ اسی علمی اہمیت اور حوالہ جاتی افادیت کی وجہ سے یہاں کے متعدد تذکرے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکے ہیں اور ان کا دائرۂ استفادہ روز افزوں ہے۔ اس کا ایک خوش آئند پہلو یہ بھی ہے کہ برصغیر کے طول وعرض میں یہ سنتِ حسنہ ابھی تک جاری ہے اور اس روشن روایت کے چراغ آج تک ضوفشاں چلے آتے ہیں۔

برِصغیر کے تذکرہ جاتی ادب میں صوفیۂ کرام کے انفرادی و اجتماعی تذکرے غیر معمولی امتیازی مرتبہ و مقام کے حامل ہیں۔ ان میں سے بعض بابرکت تذکرے اہلِ دل و نظر کے شخصی احوال و کوائف اور ملکوتی مقامات و مدارج کی عمدہ سرگزشت ہیں تو کچھ اپنے پرکیف زبان و بیان اور متاثر کن اسلوب کی بنا پر بجا طور پر ادبِ عالیہ کا بہترین نمونہ بھی ہیں۔ بعض جدید عرفانی تذکرے متعلقہ عہد اور علاقے کے سیاسی، سماجی، ثقافتی اور روحانی پس منظر کا شاہکار تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ ہیں تو کچھ ایسے بھی ہیں جو تاریخ و تہذیب کے بہت سے گم شدہ، نظر انداز شدہ، پراگندہ یا بالکل نئے کوائف کی دقیق جمع آوری اور ذمہ دارانہ پیش کش کی وجہ سے اپنے موضوع پر معتمد ترین دستاویز کا درجہ رکھتے ہیں اور اس میدان میں مستقبل کے لیے نئی ممکنہ تحقیقات کا سنگِ بنیاد بنتے ہیں۔

یہ تمہیدی معروضات در اصل چشتی نظامی صوفیۂ عظام کے ایک نئے اردو تذکرے ''تذکرۂ مینائیہ در احوالِ مشائخِ صفویہ'' کی مختصر سی تقریظی تحلیل کے ضمن میں پیش کی گئی ہیں جسے حضرت مولانا حسن سعید صفوی اور جناب ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی جیسے عرفان شناس اور فاضل محققین نے عاشقانہ اخلاص و محبت اور عالمانہ عرق ریزی سے مرتب فرمایا ہے اور شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہِ عالیہ عارفیہ، سیّد سراواں، یوپی، بھارت سے جس کی اشاعت ہو رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کا مخصوص مذہبی و ثقافتی پس منظر، فکری فضا اور ذہنی و ذوقی زمین مسلمانوں کے جس سلسلۂ طریقت کے لیے سب سے زیادہ زرخیز ثابت ہوئی، وہ چشتی دبستانِ معرفت ہے۔ جنوبی ایشیا میں چشتیت کا ہمہ گیر فروغ اور اس مسحور کن مشرب کی نشو و نما حیرت انگیز تاریخی صداقت ہے جس کے جہت در جہت

اسباب وعوامل کے بارے میں مشرق ومغرب کے بہترین دماغوں نے اپنے اپنے انداز میں دادِ تحقیق وتجزیہ دی ہے۔ سرِ دست ان کے نتائجِ مطالعات کے کلّی یا جزوی ردّ وقبول کی طویل اور عمیق بحث سے قطعِ نظر، اس ذکر سے صرف یہ اشارہ مقصود ہے کہ جنوبی ایشیا میں چشتیوں کے دوررس اور دیر پا اثرات کا موضوع مقامی اور بین الاقوامی دانشوروں کے ہاں کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

پورے جنوبی ایشیا میں پھیلے ہوئے چشتیوں کے اصولِ مذہب ومسلک، دستورِ طریقت، منہجِ مشرب، ذوقی زاویے اور خانقاہی معمولات کم وبیش یکساں ہی رہے ہیں اور ان میں کوئی ایسا اساسی تغیر وتبدل واقع نہیں ہوا جس سے نظری یا عملی بنیادیں ہی خلل پذیر ہوجاتیں۔

چشتی بڑی حد تک اپنی داخلی وحدتِ فکر وعمل کو برقرار اور مستحکم رکھنے میں سرخرو چلے آتے ہیں۔ البتہ صدیوں کے سفر میں ان کی کئی ذیلی وضمنی شاخیں معرضِ وجود میں آ گئیں جن کا بنیادی مقصود محض شناختی امتیاز ہے کہ پہچاننے میں سہولت رہے۔ یہ کوئی ناپسندیدہ عمل نہیں بلکہ ایسا ہی فطری رویہ ہے جیسے بڑے اور پھیلتے ہوئے خاندانوں میں کچھ ذیلی گھرانوں کی شناخت کے لیے مختلف نام یا القاب متعارف ہوکر زبان زدِ عام ہوجاتے ہیں۔

چشتی نظامی سلسلۂ عالیہ کی ایسی ہی ایک معروف شاخ صفوی مینائی ہے جس کا انتساب حضرت شاہ صفی صفی پوری اور حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی جیسے سراپا سوز وگداز اکابر سے ہے۔ خیر وخوبی کی اس سرسبز شاخ میں مشائخِ مکرّم کی ایسی کہکشاں آباد ہے جن کے اسمائے گرامی بہ جائے خود کسی مستجاب دعا یا وجد آفریں عارفانہ کلام کی سی تاثیرِ خاص رکھتے ہیں۔

برِصغیر میں تصوّف سے وابستہ یا اس کی تابندہ تاریخ سے واقف کون شخص ہوگا جس کے دل میں حضرت شیخ قوام الدّین عبّاسی، مخدوم سارنگ، حضرت شیخ شاہ مینا، شیخ سعد الدّین خیر آبادی، حضرت مخدوم شاہ صفی اور شیخ پیارا رحمہم اللہ جیسے بزرگانِ طریقت کے نام سن کر ایک عجیب سی لذّت بخش رقّت پیدا نہیں ہوتی ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان حضرات کی جامعیت اور محبوبیت چیزے دگر ہے۔

یہاں تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک سعادت آثار قلبی واردات کا ذکر مناسب ہو گا کہ اس حقیر پر تقصیر کی نسبتِ روحانی ایک اور چشتی نظامی شاخ سے ہے مگر اوائلِ احوال ہی سے مختلف تذکروں میں جب بھی حضرت شیخ سارنگ، حضرت مخدوم شاہ مینا اور حضرت شیخ پیارا قدّس اللہ اسرارہم کے مجمل اذکار نظر سے گزرتے، ہمیشہ اسی اپنائیت کا احساس ہوتا جو اپنے شجرے کے مشائخ کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض اوقات تو ان کاملین کے صرف نام ہی پڑھ یا سن کر ایسے معنوی انبساط اور قلبی کشائش سے بہرہ یابی ہوئی جو علی العموم ناقابلِ فہم اور ناقابلِ یقین لگتی ہے۔

صفوی مینائی دبستانِ چشتیہ کی چند امتیازی خصوصیات تمام چشتیوں کے لیے بہت قدر و منزلت رکھتی ہیں۔ اس تاریخی حقیقت سے سبھی آگاہ ہیں کہ چشتی اور سہروردی سلسلے برصغیر کے قدیم ترین سلاسلِ تصوف ہیں۔ ان کے اصول و معارف میں گہری یگانگت اور ان کے اکابر میں بے مثال اتحاد رہا ہے۔ یہ شاخ ان دونوں سرچشموں کے ہونہار وارث کی حیثیت سے فعّال ہے اور اس پیوندِ باطن کی درخشندہ ترین نشانی ہے۔ اس کے مشائخ نے مختلف سلاسل سے ماٴذون و مُجاز ہونے اور دو قوی ترین نسبتیں رکھنے کے باوجود ہمیشہ چشتیت کو اپنی غالب نسبت اور مشربی شناخت نامے کے طور پر اختیار کیے رکھا۔

صفوی مینائی شاخ کے زلالِ معرفت سے دیگر سلاسل اور چشتیوں کے دوسرے دھارے بھی بہ قدرِ ظرف و ذوق سیراب اور شاد کام ہوئے۔ اس جذّاب القلوب اور سریع السّیر نسبت سے فیض یابی کئی دوسرے سلاسل کے بزرگوں کے لیے انتہائی باعثِ کشش رہی اور اس سے ذیلی توسّل کو انھوں نے سرمایۂ سعادت و افتخار جانا۔

اس مینائی میخانے میں بہت سے ایسے رندانِ باصفا نے بھی تربیت پائی جو جذب و کیف کے ساتھ ساتھ علم و فضل، شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی سر آمدِ روزگار ہوئے اور انھوں نے گراں قدر علمی و ادبی ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ یہاں تک کہ یہ پہلو خود ایک جداگانہ مبسوط تحقیقی تذکرے کا متقاضی ہے۔

خانقاہِ عالیہ عارفیہ، سید سراواں ہر پہلو سے اسی چمنستانِ چشت کا گلِ سرسبد ہے جس کی لائقِ تحسین ٹھوس علمی، روحانی، تدریسی، تبلیغی، مشربی، سماجی اور اشاعتی خدمات نے اسے ایک ایسا روحانی مرکز بنا رکھا ہے جو دورِ حاضر میں خانقاہی نظام کے وقار و احترام میں حقیقی اضافے کا باعث ہے۔

زیرِ نظر تذکرہ اپنے موضوع پر ایک جامع علمی و تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس میں صفوی مینائی خانقاہوں کے نسبتی شجرے، محترم سجّادگان، اہم خلفا، معروف مشائخ، نمایاں علما و فضلا اور مصنفین کے حالات و خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے اور مختلف زبانوں کے بیسیوں مطبوعہ و قلمی منابع سے استفادہ کرتے ہوئے متعلقہ مواد یکجا کیا گیا ہے۔ مؤلفین نے بھرپور کوشش کی ہے کہ یہ مواد معتبر و مستند ہو۔ تذکرے کے آخر میں موجود مآخذ و مصادر کی مفصّل فہرست پر ایک نظر ڈال لینے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مؤلفینِ کرام نے اس ضمن میں کتنی عرق ریزی کی ہے۔

تذکرے کی ابواب وفصول بندی بہت دقّتِ نظر اور مہارت سے کی گئی ہے۔ جامعیت کے باوصف عبارات میں متوازن اختصار کا لحاظ رکھ کر بہت ذمہ داری کا ثبوت دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ بنیادی اور ترجیحی طور پر جامع الکرامات قسم کی کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں سوانحی، اعتقادی، مشربی اور تحقیقی وتجزیاتی تقاضوں کو اوّلیت دی گئی ہے۔ سچ یہ ہے کہ اب ہمیں زیادہ سے زیادہ ضرورت بھی ایسی ہی تالیفات کی ہے۔ تذکرے کی عام فہم مگر معیاری زبان اور حسنِ اسلوب بھی اس دستاویزی اہمیت کے متن کی افادیت بڑھاتے ہیں۔

تذکرۂ مینائیہ در احوالِ مشائخِ صفویہ کی تدوین واشاعت یادگار علمی و روحانی خدمت ہے جس پر اس کے مؤلفین کی جتنی بھی تعریف کی جائے، کم ہے۔ یہ ایک ہمت افزا فالِ نیک بھی ہے جو خانقاہوں کے درخشاں تحقیقی مستقبل کے بارے میں بہت امیدوار بناتی ہے۔ خدا کرے یہ قابلِ تقلید مثال تمام خانقاہوں کے لیے نشانِ راہ بنے اور روحانی مراکز کے اولیائے امور اپنے اپنے دائروں میں اسی علمی ذوق اور تالیفی اہتمام کا مظاہرہ کریں، اس مفید اور انتہائی ضروری کام کو اپنی ترجیحات میں شایانِ شان درجہ دے کر عنداللہ، عندالمشائخ اور عندالنّاس مأجور ہوں۔

وما توفیقی إلا باللہ العلی العظیم!

تعارف

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا(۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) چشتی روحانیت کے شجر سایہ دار تھے جس کی شاخیں ملک بھر میں پھیل گئیں۔ ان میں سے شاخ طوبیٰ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی (۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶ء) کی شخصیت سے ہوکر نکلی۔ آخری ایام میں حضرت چراغ دہلی کی بارگاہ میں جہانیاں جہاں گشت حضرت جلال الدین بخاری (۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء) حاضر ہوئے اور متعدد سلاسل سے فیض یاب ہونے کے بعد چشتی چراغ روحانیت سے بھی اکتساب نور کیا۔

یہاں سے چشتیت، قادریت اور سہروردیت کے تینوں دھارے یکجا ہوکر بہنے لگے۔ یہ سہ رنگی سمندر حضرت راجو قتال، حضرت قوام الدین عباسی اور شیخ سارنگ کے واسطے سے حضرت شاہ مینا لکھنوی (۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء) کے پاس لکھنؤ پہنچا اور پھر حضرت شیخ سعد الدین خیرآبادی (۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء) اور حضرت شیخ عبد الصمد عرف مخدوم شاہ صفی (۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸ء) سے مل کر تثلیث در تثلیث کے بعد ایک منفرد رنگ و آہنگ اور خوش بو کا حامل ہوگیا۔

یہاں سے شروع ہوتا ہے چشتی نظامی فیضان کا صفوی مینائی سلسلۂ علم و روحانیت کا ایک نیا دور۔ یہ دور عشق و مستی اور لذت و سرشاری میں ایک الگ ہی مذاق کا حامل ہے۔

گذشتہ پانچ صدیوں میں اس میکدۂ علم و عرفان میں جزوی عروج و زوال کے باوجود یہاں تسلسل کے ساتھ دور بادہ کشی جاری ہے۔ بہت جلد میکدۂ صفی پور کی شاخیں سکندر آباد، بلگرام، برہان پور، لکھنؤ، گوپامئو، سنڈیلہ، بارہ بنکی، الہ آباد، لکھیم پور، رام پور، مارہرہ، بدایوں، بریلی اور دیگر بلاد وامصار میں قائم ہو گئیں اور پھر وہاں سے دنیا بھر میں اس کا فیضان عام ہوا اور ہو رہا ہے۔

صفوی مینائی فیضان بندگی شیخ مبارک صفی پوری، مخدوم سید نظام الدین الہدیہ خیر آبادی، شیخ حسین سکندر آبادی اور شاہ فضل اللہ گجراتی کے توسط سے بطور خاص عام و تام ہوا۔

میر عبد الواحد بلگرامی، سید محمد رکن الدین بلگرامی، شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری، شاہ قدرت اللہ غوث الدہر اور افہام اللہ شاہ جیسے عرفان وروحانیت کے چندے آفتاب و چندے ماہتاب اگر اسی سلسلے کے وابستگان ہیں تو دوسری طرف سید ابوالفتح خیر آبادی، مولانا صلاح الدین گوپاموی، قاضی مصطفیٰ علی گوپاموی، مولانا اکبر علی سنڈیلوی، مولانا حیدر علی سنڈیلوی اور مولانا غلام نصیر الدین سعدی بلگرامی، قاضی احمد مجتبیٰ گوپاموی، محدث عبد الحق گوپاموی، مولانا فضل امام خیر آبادی، قاضی ارتضا علی گوپاموی، جیسے اساطین علم و تحقیق اور صاحبان شعر و ادب بھی اسی سلسلۂ نور کی روشن کڑیاں ہیں۔

مزید یہ کہ شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی، شیخ احمد انوار الحق فرنگی محلی، شاہ عبد الرحمٰن لکھنوی، مولانا شوکت علی سنڈیلوی، شاہ علی حسین اشرفی اور شاہ نعیم عطا سلونی جیسے مشاہیر بھی اپنے خانوادے سے فیض یابی کے باوصف سلسلۂ صفویہ مینائیہ کے بادہ کش رہے ہیں، بلکہ مارہرہ کے واسطے کا اعتبار کیا جائے تو بدایوں اور بریلی کے اساطین فقہ و تصوف بھی اسے قلزم نور سے سیراب نظر آئیں گے۔

دور اخیر میں بھی اس سلسلے کی فیض بخشی اور خدمت وعبادت کا سلسلہ مہتم بالشان رہا ہے۔ مجدد صفویہ حضرت شاہ خادم صفی محمدی صفی پوری (۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء) اور ان کے خلفا کو آسمان رشد وہدایت کی کہکشاں کہنا بے جا نہ ہوگا۔ اس سیاق میں حضرت شاہ خادم صفی کے بعد حضرت امیر اللہ شاہ، حضرت کریم اللہ شاہ، مولانا شاہ حسین علی سنڈیلوی، شاہ عین اللہ خلیل صفوی، شاہ خلیل اللہ طبیب الہ آبادی، قل ھو اللہ شاہ بارہ بنکوی، شاہ عزیز صفی پوری، شاہ خادم محمد صفوی، شاہ عارف صفی محمدی، شاہ نور محمد صفوی، شاہ دانش علی (مجھگواں شریف) اور ان کے بیٹے سلطان شاہ عارف علی اور خیرآباد کے شاہ سجاد حسین خیرآبادی کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

لفافے کے اس اجمالی عنوان سے مضامین کی وسعت و ہمہ گیریت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہیں سے ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ بیسویں صدی کے پوپولر روحانی کینوس (Popular Spiritual Canvas) پر اس سلسلے کی تصویر نمایاں نظر نہیں آتی؟ حقیقت یہ ہے کہ اس سوال کا جواب خود اس سوال کے اندر مضمر ہے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ ایک تو ارباب تصوف اور خصوصاً صفوی مینائی دراویش یوں ہی کنج خمولی اور گوشۂ گم نامی میں عافیت محسوس کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ ہندوستان میں بیسویں صدی کا روحانی منظر نامہ بریلی اور دیو بند کے فقہی و مدرسی شور و شغب میں منقسم اور طفیلی نظر آتا ہے۔ عوامی کینوس پر انہی خانقاہوں کی تصویریں ابھریں جو کہیں نہ کہیں اس ہنگامۂ رستاخیز میں شامل تھیں۔ دوسری طرف بہت سی خانقاہیں جو اس ہا وہو سے دور تھیں، پس منظر میں چلی گئیں۔ خانقاہ صفویہ اور سلسلۂ صفویہ کو بھی اسی حوالے سے دیکھنا چاہیے۔

یہاں ایک تیسری وجہ بھی ہے جو گذشتہ دو اسباب سے کم اہم نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ منشی ولایت علی خان عرف عزیز اللہ شاہ عزیز صفی پوری (۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء) کے بعد کوئی ایسا شخص اس سلسلے میں پیدا ہی نہیں ہوا، جو تاریخ و تذکرے کی زلف پریشان کی مشاطگی کرتا۔ گویا ہندوستان کا مسلم مذہبی و روحانی معاشرہ جب اردو کے قالب میں ڈھل رہا تھا اور کثرت سے تاریخ و تذکرے لکھے جا رہے تھے، اس وقت اس سلسلے میں اہل قلم کا قحط جاری تھا۔ اس سیاق میں مفتی سید نجم الحسن رضوی خیر آبادی (۱۹۸۵ء) اور جناب درویش نجف علیمی (۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) کا نام ناقابل فراموش ہے، اوّل الذکر نے تذکرۃ المخدومین نامی کتاب لکھی اور آخر الذکر نے تذکرۃ الاصفیاء کے نام سے تین مختصر جلدوں میں اس سلسلے کی تاریخ لکھی، لیکن اولاً یہ کہ موصوف بنیادی اعتبار سے اقلیم زبان و ادب کے شہسوار نہیں تھے اور ثانیاً یہ کہ نقار خانے میں طوطی کی آواز بھلا سنی ہی کب جاتی ہے۔

اس پس منظر میں پیش نظر تذکرے کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اسے اس سلسلے کی اب تک کا سب سے وقیع، جامع، محقق اور جدید اصولوں پر استوار تذکرہ کہا جا سکتا ہے۔ اس کا آغاز محض ایک اتفاق سے ہوا تھا اور پھر دیکھتے دیکھتے ہندوستان کی ایک انتہائی اہم صوفی روایت کا ایک انتہائی جامع تذکرہ کے طور پر سامنے آیا۔ گو کہ یہ جامعیت بھی اپنے اندر ابھی بھی بہت سا اجمال لیے ہوئے ہے۔ اگر اس زلف جاناں کی مزید مشاطگی ہو تو یہ سوانحی روحانی موسوعہ کم از کم تین ضخیم جلدوں پر محیط ہو سکتا ہے۔

اس تذکرے کی سرگذشت یہ ہے کہ سب سے پہلے محب گرامی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی نے مجلہ الاحسان (شمارہ-۱) میں خانقاہ صفویہ کا اجمالی تعارف لکھا تھا، پھر نظر ثانی اور مخدوم گرامی مولانا حسن سعید صفوی کی تصحیح و توضیح کے بعد ایک مختصر کتاب سامنے آئی

اوراب پھران دونوں حضرات کی مشترکہ کاوش سے یہ پیش نظر مینائی صفوی تذکرہ تیار ہوا۔اس کا بنیادی خاکہ گوکہ ڈاکٹر مجیب علیمی کا تیار کردہ ہے،تاہم اس کی شاخوں اور شعبوں کی توسیع اور پوری عمارت میں تزئین وتحسین اورنقاشی کا فریضہ مولانا حسن سعید صفوی نے انجام دیا ہے۔

مخدوم گرامی مولانا حسن سعید صفوی، عہد حاضر کی عظیم دعوتی و روحانی شخصیت حضرت داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی زیب آستانہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد کے بڑے صاحب زادے اور ولی عہد ہیں۔ عالمیت کی تکمیل جامعہ عارفیہ، سید سراواں سے کی۔ بعدازاں جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی اور پھر جامعہ ازہر قاہرہ مصر سے شرعیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ گذشتہ پانچ سالوں سے جامعہ عارفیہ سید سراواں میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ساتھ ہی مجلہ الاحسان الہ آباد کے مدیر اور قلم کار بھی ہیں۔علم وتحقیق، زبان وادب،شعروسخن اور تصوف وروحانیت کے پاکیزہ ذوق کے حامل ہیں۔

محب گرامی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی مظفرپور صوبہ بہار کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی سے دینیات کی تعلیم حاصل کی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ان کی فراغت ہوئی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے عربی میں بی اے کیا اور اور الہ آباد یونی ورسٹی سے ایم اے اور قاضی ارتضا علی صفوی گوپاموی کی علمی وادبی خدمات پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ گذشتہ دس بارہ سالوں سے جامعہ عارفیہ میں پہلے تدریس اور پھر انتظام وانصرام کے شعبے سے وابستہ ہوکر خدمت دین متین میں مصروف ہیں۔ علاوہ ازیں مجلہ الاحسان کے شریک مرتب اور قلم کار بھی ہیں۔

مشائخ صفویہ کا پیش نظر تذکرہ جس کا تاریخی نام حضرت داعی اسلام نے ”تذکرہ مینائیہ-۱۴۴۲ھ“ رکھا ہے، انہی دونوں فاضلان گرامی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، جس پر وہ خصوصی مبارک بادیوں کے مستحق ہیں۔

حضرت داعی اسلام کے بقول اس قسم کے تذکروں کی تسوید و کتابت، طباعت و اشاعت اور مطالعہ وقراءت کے دوران قرآن مقدس کی حسب ذیل آیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (الطور:۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے ایمان میں اُن کی پیروی کی، ہم اُن کی اولاد کو بھی درجاتِ جنت میں اُن کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم اُن صالح آبا کے ثوابِ اعمال سے بھی کوئی کمی نہیں کریں گے، اگرچہ ہر شخص اپنے ہی عمل کا ذمہ دار ہوگا۔

حضرت مرشد گرامی فرماتے ہیں کہ ذریت یا اولاد دو طرح کی ہوتی ہے، ایک جانی اور دوسری ایمانی، جن میں اصل اہمیت ایمانی اولاد کی ہوتی ہے، بلکہ ایمانی نسبت ہی نسبی اور جانی نسبت کو معزز بناتی ہے، ورنہ پیغمبر زادے کو بھی اہل کے بجائے نااہل اور ذریت کے بجائے لا ذریت قرار دیا جاتا ہے۔(۱) جب کہ ایمانی نسبت ایک ایرانی کو بھی عربی بلکہ اہل بیت نبوی کا شرف دلاتی ہے۔(۲) حضرت داعی اسلام فرماتے ہیں کہ اس طرح سے ہم بھی ان مشائخ کرام کی ذریت میں شامل ہیں اور ان

---

(۱) إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ (هود:۴۶)

(۲) سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ. اخرجه الحاكم والطبرانی

کے ساتھ محبت واطاعت کا جذبہ ہمیں بھی اپنی ساری کوتاہیوں کے باوجود آخرت میں ان کی سرفرازیوں کا سزاوار بنائے گا۔

امام ابن جریر طبری اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آرا ہیں۔ ایک تفسیر کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں: ''جولوگ ایمان لائے اوران کی نسلیں بھی ایمان والی ہوئیں، تو ہم ان کی مومن نسلوں کو بھی جنت میں ان کے ساتھ داخل کر دیں گے، اگرچہ ان کا عمل ان کے آبا کے عمل کے برابر نہ ہوگا، ایسا ان کے آبا کی خصوصی تکریم واعزاز میں کیا جائے گا، مزید یہ کہ ان کے آبا کے مقام ومرتبے اور اجروثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''

آخر میں ایک بار پھر اس تذکرے کے مولفین عالی جناب مولانا حسن سعید صفوی، ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی، شاہ صفی اکیڈمی اوران کے سرپرست ومعاونین کی خدمت میں خصوصی ہدیۂ تبریک۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مرشد گرامی شیخ ابوسعید صفوی دام فضلہ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اوران کی امارت وسرپرستی میں امت کو اس قسم کے بیش بہا علمی، روحانی اوردعوتی وتربیتی شہ پاروں سے مستفید فرماتا رہے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ أفضل الصلوٰۃ وأکرم التسلیم.

ذیشان احمد مصباحی

جاروب کش آستانہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (یوپی)

مقدمہ

سلسلۂ مینائیہ صفویہ

چشتیہ نظامیہ کی ایک شاخ

مینائیہ سعدیہ صفویہ

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی ایک شاخ قطب اودھ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی (۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء) کے نام سے منسوب ہے۔ اس کا اپنا منفرد رنگ اور مختلف خوش بو ہے۔ ’’صفی سعد مینا، مینا سعد صفی‘‘ کا متبرک ورد اس سلسلے کے بیمار دلوں کا تریاق ہے۔ شاہ مینا کی ابتدائی تربیت حضرت مخدوم قوام الدین عباسی (۸۰۶ھ/ ۱۴۰۴ء) نے کی تھی جو حضرت چراغ دہلی کے مرید اور جہانیاں جہاں گشت حضرت مخدوم جلال الدین بخاری (۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء) کے خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ مینا نے بعد میں حضرت مخدوم شیخ سارنگ (۸۵۵ھ/ ۱۴۵۱ء) سے بیعت وخلافت کا شرف پایا تھا، جو شیخ قوام الدین عباسی کے مرید اور حضرت راجو قتال (۸۲۷ھ/ ۱۴۲۴ء) برادر گرامی حضرت جلال الدین بخاری کے خلیفہ تھے۔ اس طرح دیکھیے تو حضرت شاہ مینا دو واسطوں سے حضرت جہانیاں جہاں گشت کے مرج البحرین سے فیض یاب ہوتے نظر آتے ہیں۔ ایک واسطہ حضرت قوام الدین عباسی کا، جب کہ دوسرا حضرت شیخ سارنگ از شیخ راجو قتال کا۔ حضرت جہانیاں جہاں گشت کے بارے میں صاحب مجمع السلوک مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی رقم طراز ہیں:

واضح رہے کہ حضرت شیخ قوام الدین لکھنوی قدس سرہ کو حضرت شیخ الاسلام نصیر

الدین محمود اودھی قدس سرہ سے ارادت حاصل تھی اور خرقۂ خلافت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری سے حاصل تھا۔ حضرت قطب عالم سید راجو قتال بخاری قدس سرہ کو بھی حضرت مخدوم سید جلال الدین سے خلافت حاصل تھی اور حضرت مخدوم جہانیاں کو شیخ الاسلام شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی سے اور دوسری بہت سی جگہوں سے خلافت حاصل تھی، لیکن چوں کہ ہندوستان چشتیوں کی ولایت ہے، اس لیے آپ اکثر چشتی کلاہ ہی عطا فرماتے۔(۱)

حضرت جہانیاں جہاں گشت کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی شخصیت چشتیت اور سہروردیت کا سنگم بن گئی تھی۔ یہی امتزاج اس سلسلے کا سب سے نمایاں وصف ہے جو اسے دیگر طریقوں سے امتیاز بخشتا ہے۔ سلسلۂ چشتیہ میں عبادت اور خدمت کے ساتھ اتباع شیخ پر بے حد زور ہے، جب کہ حدود شرع کی مکمل پاس داری اور اس سلسلے میں ہر قسم کے لومۃ لائم سے بے نیاز ہو جانا سہروردیت ہے۔ حضرات مشائخ صفویہ مینائیہ کے یہاں یہ دونوں صفات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے فی الحال یہ دو اقتباسات کافی ہوں گے:

۱- پیر دست گیر قطب عالم قدس سرہ فرماتے تھے کہ ایک روز شیخ سارنگ لبانچہ کو بارانی (۲) طرز پر جو علمائے دنیا کا لباس ہے، پہنے ہوئے تھے، میں نے عرض کی کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مخدوم شیخ قوام الدین نے لبانچہ کو بارانی طرز پر نہیں پہنا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں بھول گیا تھا اور اسی وقت درزی کو بلا کر لبانچہ کو ختم کرا دیا اور اسے پیشواز (۳) کے طرز پر بنوا دیا۔(۴)

---

(۱) مجمع السلوک: ۱/ ۱۶۶

(۲) بارش سے محفوظ رکھنے والا لباس (فرہنگ عامرہ) وہ چغہ یا کوٹ جو بارش سے بچاؤ کرتا ہے۔ (فیروز اللغات)

(۳) ایک خاص قسم کا قبا جو اوپر سے نیچے تک چاک ہوتا ہے اور بیچ میں بٹن یا بندھن ہوتا ہے۔ گاؤن

(۴) مجمع السلوک: ۱/ ۱۶۵

۲- کچھ ایسے لوگ بھی گزرے اور آج بھی موجود ہیں، جنھوں نے خواب کی حالت میں خلافت کا دعویٰ کیا کہ میرے پیر نے مجھ کو خواب کی حالت میں خلافت عطا کی ہے، جب کہ معلوم ہے کہ خواب سے کوئی بھی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا، پھر خلافت کا ثبوت، جو ظاہری امور سے متعلق ہے، خواب سے کیسے ہو جائے گا؟(۱)

خلیق نظامی صاحب نے تاریخ مشائخ چشت میں حضرت چراغ دہلی کی وفات کو سلسلۂ چشتیہ کے دور اول کا اختتام قرار دیا ہے۔ اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ چشتیت کی ملکی مرکزیت کا خاتمہ ہو گیا اور جس طرح دہلی کی ظاہری سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی، اسی طرح دہلی کی روحانی مرکزیت بھی مختلف صوبائی مراکز میں منقسم ہو گئی۔ بعد ازاں بنگال، دکن، گجرات اور مالوہ چشتی نظامی سلسلے کے بڑے مراکز قرار پائے۔ بعد ازاں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ کا ذکر خیر چھیڑ دیا، مگر ناک کی سیدھ پر اودھ کے مرکزی شہر لکھنؤ میں قیام پذیر قطب اودھ حضرت شاہ مینا لکھنوی کے ذکر سے اغماز کر گئے۔

درست بات یہ ہے کہ سیاسی اور مذہبی ہر اعتبار سے خطۂ اودھ کو اس زمانے میں ملک بھر میں خصوصی امتیاز حاصل تھا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ امتیاز ہنوز باقی ہے۔ حضرت چراغ دہلی کے بعد جب چشتی نظامی شجر کی شاخیں ملک بھر میں پھیلیں، حضرت جلال الدین بخاری کے واسطے سے اس کی جو شاخ خطۂ اودھ کی سمت بڑھی اس کی آب یاری حضرت شاہ مینا لکھنوی کے حصے میں آئی۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی اس مینائی شاخ کے بارے میں خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء) لکھتے ہیں:

’’حضرت مخدوم جہانیاں کا سلسلہ: ناظرین، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت

(۱) مجمع السلوک: ۱/ ۱۶۳

کے نام سے واقف ہوں گے، وہ بھی نظامیہ نصیریہ سلسلے کے خلفا میں تھے اور لکھنؤ کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب کو بھی انہیں سے نظامیہ سلسلہ پہنچا تھا۔‘‘(۱)

حضرت شاہ مینا لکھنوی ایک مجرد، شب زندہ دار، عابدو زاہد، بافیض و باکرامت بزرگ تھے۔ امام اعظم ثانی مولانا اعظم لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔عرفان وسلوک کی دولت حضرت قوام الدین عباسی اور حضرت شیخ سارنگ سے پائی تھی۔خیر سے شیخ سعد الدین خیرآبادی (۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء) جیسا فقہ واصول کا گوہر یکتا ان کے کمند روحانیت کا شکار ہوا، جس نے حضرت جہانیاں جہاں گشت کے توسط سے حاصل شدہ الرسالۃ المکیۃ کو مجمع السلوک کا پیرہن عطا کر کے عمومی سطح پر احیاے تصوف کے ساتھ خاص اس سلسلے کے حاملین کو عرفان وسلوک کا ایک دستور العمل عطا کر دیا۔ اس سلسلے کے امتیازات ومعمولات کو اسی جامع موسوعہ(Encyclopedia) کی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔مجمع السلوک کا تعارف کرتے ہوئے ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی رقم طراز ہیں:

’’حضرت جہانیاں جہاں گشت نے ایک طویل مدت تک حرمین شریفین میں قیام کیا اور عرصے تک عبداللہ مطری اور عبداللہ یافعی کی صحبتیں اٹھائیں اور ان کے دروس رسالہ میں شریک ہوئے۔شیخ بخاری نے ہندوستان واپس آکر خود بھی رسالے کا درس دیا، جس کا ذکر’’جامع العلوم‘‘ میں کثرت سے ملتا ہے۔

حضرت جہانیاں جہاں گشت سے الرسالۃ المکیۃ سے استفادہ اور اس کے دروس کا سلسلہ ان کے خلفا سے ہوتا ہوا شیخ سعد تک پہنچا۔آپ نے بھی درس رسالہ کا آغاز کیا۔ دوران درس حضرت شاہ مینا کے ملفوظات کثرت سے بیان کرتے اور ان کی روشنی میں رسالے کے اسرار کو کھولتے۔یہ دروس بہت کامیاب

(۱) نظامی بنسری، ص:۵۰۹

ہوئے اور پھر طلبہ و سامعین کے مسلسل اصرار کے بعد باضابطہ شرح رسالہ کا آغاز کردیا اور آٹھ سو صفحات سے زائد پر مشتمل ایک جامع عالمانہ و عارفانہ شرح لکھی جس میں اپنے شیخ کے اقوال وافادات کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ درج فرمایا اور اسے ''مجمع السلوک والفوائد'' کے نام سے موسوم کیا۔''(۱)

شیخ قوام الدین عباسی اور شیخ سارنگ کے بعد اور انہی کے واسطے سے چشتیت و سہروردیت کا سنگم حضرت شاہ مینا کی شخصیت بنی۔ حضرت شاہ مینا نے اپنے روحانی وجود اور پر کشش شخصیت کے سبب اس شاخ طوبیٰ کو بذات خود ایک شجر سایہ دار بنا دیا۔ چنانچہ لکھنؤ میں آپ حضرت سلطان المشائخ کے عکس جمیل نظر آتے ہیں۔ آپ کے صرف دو خلفا ہوئے: آپ کے بھتیجے شیخ قطب الدین لکھنوی جو آپ کے بعد صاحب سجادہ ہوئے اور شیخ سعد الدین خیرآبادی جن کی تدریس، تصنیف، تربیت اور خیرآباد میں قائم مدرسہ و خانقاہ سے درجنوں کامل و مکمل علما و مرشدین فارغ التحصیل ہوئے۔ شیخ سعد کے فیض یافتہ گہر ہائے آب دار میں جسے کوہ نور کا مقام حاصل ہوا، اس ذات ستودہ صفات کا نام شیخ الاسلام والمسلمین مولانا عبد الصمد عرف مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ (۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸ء) ہے، جس کی طرف سلسلۂ صفویہ کا انتساب ہوتا ہے اور جہاں پہنچ کر یہ شجر سایہ دار اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِي السَّمَآءِ کا مظہر بن جاتا ہے۔

شمال ہند کے روحانی مراکز میں ضلع اناؤ کا قصبہ ''صفی پور'' (جو پہلے ''سائیں پور'' کے نام سے موسوم تھا) اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔ علم و عرفان کے اس سنگم سے نہیں معلوم کتنے مراکز سیراب ہوئے۔ یہاں کے مشائخ نے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر شریعت و طریقت اور تقرب و للہیت کا وہ لافانی درس دیا جس سے خلق خدا آج تک مستفیض ہو رہی ہے۔

---

(۱) مجمع السلوک کے تعارف پر مشتمل یہ تحریر alehsanmedia.com پر موجود ہے۔

مخدوم شاہ صفی نے دسویں صدی ہجری کے اوائل میں یہاں ایک ایسا شجر ثمر بار لگایا جس کی شاخیں آج بھی تروتازہ ہیں اور عالم کو فیض یاب کر رہی ہیں۔ حضرت مخدوم کی شخصیت اپنی گوناگوں روحانی صفات اور جلیل القدر خدمات کے سبب تاریخ تصوف وسلوک میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ہی کے اخلاف میں تیرہویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت قطب العالم مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ (۱۲۲۹-۱۲۸۷ھ) کی ہے، جن کے خلفا و مریدین نے برصغیر میں اسلام کے حوالے سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جو تاریخ اسلام کے زرّیں باب میں شمار کرنے کے قابل ہیں۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی اس مینائی صفوی شاخ کے بارے میں خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء) لکھتے ہیں:

"صفی پور ضلع اناؤ میں بھی نظامیہ سلسلے کی بہت بڑی خانقاہ ہے اور یوپی میں صفی پوری مشائخ کے ذریعہ نظامیہ سلسلے کی بہت اشاعت ہوئی ہے۔"(۱)

آگے چل کر ایک اور مقام پر خواجہ موصوف رقم طراز ہیں:

"میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ نظامیہ سلسلے کی ایک شاخ صفی پور ضلع اناؤ میں بھی ہے۔ اس سلسلے کے بہت سے خلفا سلسلۂ نظامیہ کی اشاعت کر رہے ہیں۔ صفی پور کے سجادہ نشین حضرت مولانا شاہ خلیل احمد صاحب [صفی پوری م ۱۹۴۰ء] بہت نامور بزرگ تھے، ابھی حال میں اُن کا انتقال ہوا ہے اور اُن سے سلسلے کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی تھی۔ اور صفی پور کے سلسلے کے ایک خلیفہ قل ہو اللہ شاہ صاحب [بارہ بنکوی م ۱۹۰۶ء] تھے، جنہوں نے سلسلے کی بہت زیادہ اشاعت کی تھی"۔(۲)

---

(۱) نظامی بنسری، ص: ۵۰۷

(۲) نفس مصدر، ص: ۵۱۰

صفی پور کی ایک خاص بات یہ ہے کہ جو یہاں آیا وہ یہیں کا ہو کر رہ گیا، یہی وجہ ہے کہ اس تاریخی قصبہ میں ہر ہر قدم پر بزرگوں کے مزارات نظر آتے ہیں۔ اسی لیے اسے مدینۃ الاولیاء صفی پور شریف کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ہر درگاہ سے متصل ایک کنواں اور ایک مسجد ضروری طور پر موجود ہے۔ یہ مقامات جہاں ہم کو یہ بات بتاتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کو شریعت مطہرہ کا کتنا پاس و لحاظ تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ؎

رند جو ظرف اٹھالیں وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہیں مے خانہ بنے

یہ بات بھی واضح رہے کہ اس سلسلے پر اگرچہ سہروردیت کے گہرے اثرات رہے، خصوصاً سہروردی اوراد و وظائف بھی خوب جاری و ساری ہے، لیکن اس کے باوجود چشتیت کا رنگ ہمیشہ غالب رہا۔ فقر و توکل اور خمول و گمنامی، صفوی مینائی مشائخ کا طرۂ امتیاز رہا- اس سلسلے میں یہ حضرات، شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کے اس ارشاد پر سختی سے کاربند رہے:

لَوْ أَرَدْتُمْ بُلُوْغَ دَرَجَةِ الكِبَارِ فَعَلَيْكُمْ بِعَدَمِ الالْتِفَاتِ إِلَى أَبْنَاءِ المُلُوْكِ وَالمُلُوكِ. (۱)

(اگر تم اکابر کے درجے تک پہنچنا چاہتے ہو تو قطعاً بادشاہ زادوں اور بادشاہوں کی طرف متوجہ مت ہونا-)

حضرت مخدوم شاہ مینا اور دیگر مشائخ کا یہ بھی رنگ فقر و توکل ہے کہ آپ حضرات ہمیشہ اپنے فقر پر نازاں رہے اور دولت دنیا کو اپنی نگاہ میں نہیں جمایا۔ واقعہ مشہور ہے کہ ہمایوں نے جب حضرت مخدوم شاہ صفی کی زیارت کا قصد کیا تھا اور یہ خبر آپ کو ملی تھی

(۱) سیر الاولیاء، خطی، ص: ۱۰۴؛ مجمع السلوک: ۱/ ۲۲۲

تو آپ نے فرمایا تھا: ’’گدھے نے ماری لات، ہمایوں جائے پڑا گجرات!‘‘ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ تفصیل مخدوم صاحب کے احوال میں آتی ہے۔اس قسم کے واقعات دیگر صفوی مشائخ کے تذکرے میں بھی آپ کو ملیں گے۔

اس سلسلے میں فقر وتوکل کے غلبے کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ماضی میں اس سلسلے کے مشائخ کے یہاں خلافت دیتے وقت توکل پر بٹھانے کی روایت رہی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جس شخص کو خلافت دی جاتی اسے کسی گم نام علاقے میں بھیج دیا جاتا اور وہاں مسجد میں معتکف ہونے کا حکم دیا جاتا۔ایسا شخص اس بات کا پابند ہوتا کہ اسے نہ تو کسب کرنا ہے اور نہ ہی کسی سے سوال کرنا ہے۔ ہاں! اگر بھوک پیاس کا سلسلہ تین دن سے زائد ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ دستِ سوال دراز کر سکتا ہے۔

یہ متوکلانہ روایت اس سلسلے میں گذشتہ صدی تک باقی رہی ہے، بلکہ دور اخیر میں بعض واقعات ایسے بھی ملتے ہیں کہ بعض حضرات یہ روایت فقیہانہ حیلوں کے ساتھ بھی رسماً نبھانے کو ضروری سمجھتے، جب کہ دوسری طرف بعض حقیقت پسند درویش ایسے تھے جو روایتی رسمِ توکل کے بجائے حقیقتِ فقر وتوکل پر زور دیتے۔

سلسلۂ مینائیہ صفویہ کی ابتدائی تعمیر میں جن بزرگوں کا خونِ جگر شامل ہے، ان میں حسب ذیل نام خاصے اہم ہیں:

حاجی الحرمین مخدوم شیخ قوام الدین عباسی قدس سرہٗ (۸۰۶ھ/ ۱۴۰۴ء)

مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ (۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء)

مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہٗ (۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء)

مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس سرہٗ (۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء)

آنے والی سطور میں اس اجمال کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

باب اوّل

بانیان سلسلۂ مینائیہ

حاجی الحرمین مخدوم قوام الدین عباسی قدس سرہٗ

(وصال: ۸۰۶ھ/ ۱۴۰۴ء)

محتسب عارفاں حاجی الحرمین مخدوم شیخ قوام الدین محمد بن ظہیر الدین عباسی کڑوی لکھنوی، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری (۱) کے اجل خلفا میں تھے۔ (۲)

حضرت شیخ قوام الدین کو مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری اور دوسری جگہوں سے بھی تلقین ذکر حاصل تھی۔ حضرت شیخ قطب الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ مصنف رسالہ مکیہ سے بھی تلقین ذکر حاصل تھی۔

فوائد سعدیہ میں ہے:

---

(۱) مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بن مخدوم سید کبیر الدین احمد حسینی بخاری اچّی کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۷۰۷ھ/ ۱۳۰۸ء میں ہوئی۔ آپ شیخ الاسلام رکن الدین ابوالفتح ملتانی قدس سرہ کے مرید اور اپنے والد ماجد، عم مکرم اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سمیت کثیر تعداد میں اولیاے کرام سے اجازت وخلافت رکھتے تھے۔ حضرت شیخ عبداللہ یافعی اور شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری قدس سرہما سے آپ کو خرقۂ تبرک حاصل تھا، ان کے علاوہ دیگر مشائخ کبار سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا۔ آپ نے کثرت سے سفر کیا جس کی وجہ سے جہانیاں جہاں گشت سے آپ مشہور ومعروف ہوئے۔ آپ کے خلفاء ومریدین میں اکابر روزگار کی ایک طویل فہرست ہے۔ ۱۰/ ذی الحجہ ۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک ملتان کے پاس اُچہ میں مرجع خلائق ہے۔

(۲) مجمع السلوک، ج:۱ ص:۱۶۶

''آپ قطب المشائخ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور سید السادات مخدوم جہانیاں قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ مریدوں کی تربیت میں اعلیٰ شان رکھتے تھے۔ کئی سال تک حضرت مخدوم جہانیاں کی صحبت میں رہے، حرمین شریفین زَادَھُمَا اللّٰہُ شَرفًا وَ تَعظِیمًا کی زیارت سے سرفراز ہوئے اور وہاں کے اکثر مشائخ زمانہ سے ملاقات کی۔ دمشق میں رسالہ مکیہ کے مصنف شیخ قطب الدین دمشقی سے تلقین ذکر حاصل کیا۔ آپ کو مقام تجرید وتفرید میں کمال حاصل تھا۔'' (۱)

بزرگی وعلوّ شان

علم ظاہر و باطن میں کامل و مکمّل ہونے کے باوجود اکابر مشائخ کی صحبت و تربیت میں آپ نے خود کو سپرد کیا اور ریاضت ومجاہدہ سے وہ مقام حاصل کیا کہ ایک زمانے کے مرشد وہادی ہوئے۔

خزانۂ جلالی (۲) میں آپ کا ذکرِ خیر متعدد مقامات پر آیا ہے۔ آپ نے اپنے پیر خلافت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے سلوک سے متعلق ایک سوال کیا ہے، جس کے جواب میں تفصیلی مکتوب حضرت مخدوم جہانیاں نے آپ کو روانہ فرمایا، وہ سوال اور مکتوب گرامی دونوں خزانۂ جلالی میں محفوظ ہیں۔ نیز حضرت مخدوم نے جو مثال (خلافت نامہ) بہ دست خود رقم فرما کر آپ کو عطا کی تھی، وہ بھی اس میں منقول ہے،

---

(۱) فوائد سعدیہ، ص: ۴۔ تجرید خلائق وعلائق سے بےتعلقی کا نام ہے اور تفرید خودی سے بےتعلق ہونے کو کہتے ہیں۔ (سر دلبراں، ص ۱۱۲)

(۲) خزانۃ الفوائد الجلالیۃ، مخدوم جہانیاں سیدنا جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آپ کے خلیفہ شیخ بہاء الدین احمد بن یعقوب البتی کا جمع کردہ ہے۔ اس جلیل القدر کتاب کا محقق متن اور اردو ترجمہ ان شاء اللہ عنقریب شاہ صفی اکیڈمی سے شائع ہونے والا ہے۔

مخدوم جہانیاں نے اس مثال شریف کو ۲۴ ؍رجب ۷۶۸ھ بروز جمعہ [۲۷؍مارچ ۱۳۶۷ء] کو قلمبند فرمایا ہے۔

مریدین وسالکین کی تربیت میں آپ درجۂ کمال پر فائز تھے۔آپ کو قطب العالم مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی نے ''رئیس درویشان و محتسبِ عارفان''، ''سلطان العارفین'' اور ''برہان السالکین'' جیسے القاب سے یاد فرمایا ہے۔

تواضع

شاہِ ولایت اودھ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی فرماتے ہیں:

قطب العالم مخدوم شیخ قوام الدین ایک روز سماع سن رہے تھے اور خزینۂ معرفت کے معانی کی گہرائی میں کھوئے ہوئے تھے۔حاضرین میں سے ایک پر گریہ طاری تھا، جس سے اس کی شکستہ دلی اور شکستہ حالی ظاہر ہورہی تھی۔ حضرت مخدوم نے جو رئیس درویشاں اور محتسب عارفاں تھے،اس شخص کا حال دریافت کیا کہ اے عزیز! اس حال سے تم نے کیا سمجھا اور تم پر یہ حال کیوں ظاہر ہوا؟ اس بے چارے نے جواب دیا: اے شیخ محترم! صوفیہ کے حال ومقام کی مجھے ذرہ برابر خبر نہیں، میں خود کو صاحبان حال میں شمار نہیں کرتا،لیکن میرے دل میں ایک خطرہ گزرا اور اسی پر میری آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے کہ مولیٰ! تو پاک ہے، ہمارے وجود سے پیشتر ایسی کیا بات ہوئی کہ تو نے مجھے عاصیوں اور گنہگاروں کی صف میں شامل کردیا اور حضرت مخدوم کے وجود سے پہلے ایسی کیا بات ہوئی کہ ان کو عارف کامل بنایا اور تخت معرفت پر جلوہ افروز کردیا؟ حضرت مخدوم جو ابھی تک سکون واطمینان کی حالت میں تھے،اس بات کو سنتے ہی آپ کے ذوق وشوق میں اضافہ ہوگیا، آپ نے اس بے چارے سے بڑی شفقت کا مظاہرہ کیا، بغل گیر ہوکر زاروقطار رونے لگے اور باربار اپنی زبان مبارک سے فرمانے لگے کہ حقیقی ذوق تجھ کو حاصل ہوا ہے کسی اور کو نہیں اور قوام الدین کو تیرے صدقے میں ذوق حاصل ہوا ہے

اور دیر تک اس آیت کریمہ کی تکرار کرتے رہے: ﴿وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ﴾ (الاعراف:۴۳) (اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہر گز ہمیں ہدایت نہ ملتی۔) اس کی وجہ سے حاضرین مجلس پر بھی بڑی کیفیت طاری رہی۔"(۱)

تلامذہ و مریدین

آپ کے مریدین و متوسلین کی بڑی تعداد تھی، جن میں سلطان العارفین مخدوم شیخ سارنگ کا نام نامی علمی و روحانی اعتبار سے نہایت بلند ہے۔

تصانیف

آپ نے تصوف و سلوک پر قابل قدر تصنیفات یادگار چھوڑیں، ان میں سے تین کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے:

(۱) ارشاد المریدین

(۲) اساس الطریقۃ

(۳) معیار التصوف (عربی)

آپ کے اشعار بھی عرفان و تصوف کے اعلیٰ ترجمان ہیں۔ وارث الانبیاء والمرسلین مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی نے اپنی تصنیف لطیف مجمع السلوک والفوائد میں آپ کی کتب سے بہت سے اقتباسات بطور سند پیش کیے ہیں، نیز بیشتر مقامات پر آپ کے اشعار بھی درج کیے ہیں۔

تعلیمات و ارشادات

ذیل میں آپ کے چند ارشادات مجمع السلوک سے نقل کیے جاتے ہیں:

آپ اپنی کتاب معیار التصوف میں لکھتے ہیں:

---

(۱) مجمع السلوک، ج:۱ص:۱۲۷-۱۲۸

"قَالَ الفَقِيْرُ العَبَّاسِيُّ: الذِّكْرُ سَبَبُ الوُصُوْلِ وَتَصْفِيَةُ القُلُوْبِ، فَلَا يَجُوْزُ لِلسَّالِكِ المُسَاكَنَةُ مَعَهُ، وَقَالَ الحَسَنُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ تَنْظِيْفُ السِّرِّ عَنِ الآلِهَةِ، وَإِذَا خَلَا السِّرُّ عَنْ تَعْظِيْمِ غَيْرِهٖ فَلَا وَجْهَ لِهٰذَا القَوْلِ، وَقَالَ الفَقِيْرُ العَبَّاسِيُّ: سَمِعْتُ مِنَ الشَّيْخِ العَالِمِ العَارِفِ مُحَمَّدِ بْنِ الفَرهِى - السَّاكِنِ فِى بَيْتِ المَقْدِسِ - أَنْشَدَ هٰذَيْنِ البَيْتَيْنِ - رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا -:

بِذِكْرِ اللهِ تَنشَرِحُ القُلُوْبُ وَ تَنْكَشِفُ السَّرَائِرُ وَ الْغُيُوْبُ
وَتَرْكُ الذِّكْرِ أَفْضَلُ مِنْهُ حَالًا فَشَمْسُ الذَّاتِ لَيْسَ لَهَا غُرُوْبُ

وَسَأَلْتُ أَيْضًا مِنْ شَيْخِ العَالَمِ بَقِيَّةِ السَّلَفِ قُطْبِ الحَقِّ وَالشَّرْعِ وَالدِّيْنِ الدِّمَشْقِى - مُؤَلِّفِ الرِّسَالَةِ المَكِّيَّةِ - حِيْنَ لَقَّنَنِى كَلِمَةَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَبَيَّنَ كَيْفِيَّةَ النَّفْيِ وَالإِثْبَاتِ، فَقُلْتُ: يَا سَيِّدِي وَبَرَكَتِى! إِذَا لَمْ يَبْقَ فِى قَلْبِ السَّالِكِ وُجُوْدُ الغَيْرِ فَمَا يَنْبَغِى بَعْدَهُ؟ فَأَجَابَ الشَّيْخُ - رَضِىَ اللهُ عَنْهُ وَأَدَامَ بَرَكَتَهُ عَلَى العَالَمِيْنَ -: مَا دَامَ وُجُوْدُ السَّالِكِ بَاقٍ لَا بُدَّ لَهُ مِنَ النَّفْيِ لِمَنِ اعْتَبَرَ الوُجُوْدَ حَتّٰى تَزُوْلَ اثْنَيْنِيَّتُهُ.

وَالجَوَابُ الثَّانِى: لَا بُدَّ لِلسَّالِكِ مِنَ النَّفْيِ، لِأَنَّ نَفْيَ الوُجُوْدِ فِى مَحَلِّ الجَمْعِ، وَأَمَّا فِى التَّفْرِقَةِ فَإِثْبَاتُ الوُجُوْدِ، بَلْ إِثْبَاتُ وُجُوْدِ جَمِيْعِ المَوْجُوْدَاتِ، لِأَنَّ النَّظَرَ إِلَى المُكَوِّنِ جَمْعٌ، وَالكَوْنِ تَفْرِقَةٌ، فَلَا بُدَّ أَنْ يَنْفِيَ المَوْجُوْدَاتِ وَيَدْخُلَ فِى فَرَادِيْسِ الجَمْعِ، حَتّٰى يَصِيْرَ مُسْتَهْلِكاً فِى الجَمْعِ، وَهٰذَا المَقَامُ عَزِيْزٌ لَا يَصِلُ إِلَيْهِ إِلَّا أَفْرَادُ المُوَحِّدِيْنَ العَارِفِيْنَ، لِأَنَّ الجَمْعَ وَالتَّفْرِقَةَ يَتَنَافَيَانِ، إِلَّا أَنَّ المَشَايِخَ المُسْلِكِيْنَ نَظَرُهُمْ إِلَى الجَمْعِ أَكْثَرُ وَبَرَكَتُهُمْ فِى العَالَمِيْنَ أَوْفَرُ. اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّيْهِمْ وَلَا تَحْرِمْنَا مِنْ بَرَكَاتِ أَنْفَاسِهِمْ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَآلِهِ الأَمْجَادِ.

(ترجمہ) فقیر عباسی کہتا ہے: ذکر، وصال حق کا سبب اور قلوب کی صفائی کا ذریعہ ہے، اس لیے سالک کو کسی بھی حال میں ذکر سے باز رہنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حسن کا ارشاد ہے: لا إلٰہ إلا اللہ تمام معبودوں کی آلائش سے سِر کی نظافت کا ذریعہ ہے اور جب سرّ میں غیر کی تعظیم موجود ہی نہ ہو تو اس قول کو کہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ فقیر عباسی کہتا ہے کہ میں نے عارف حق آگاہ حضرت محمد بن الفرہی ساکن بیت المقدس کو یہ دو اشعار گنگناتے ہوئے سنا:

بِذِکْرِ اللّٰہِ تَنشَرِحُ الْقُلُوْبِ وَ تَنْکَشِفُ السَّرَائِرُ وَ الْغُیُوْب
وَتَرْکُ الذِّکْرِ أَفْضَلُ مِنْہُ حَالًا فَشَمْسُ الذَّاتِ لَیسَ لَھَا غُرُوْب

(اللہ کی یاد سے ہی دل معمور ہوتے ہیں، اسی سے اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں، لیکن سچ یہ ہے کہ ترک ذکر اس سے افضل حال ہے، کیوں کہ ذات حق کے آفتاب کے لیے کبھی غروب نہیں ہے۔)

شیخ العالم، بقیۃ السلف، قطب الحق والشرع حضرت شیخ قطب الدین دمشقی مؤلف رسالہ مکیہ نے جب مجھ کو کلمہ لا إلٰہ إلا اللہ کی تلقین فرمائی اور نفی و اثبات کی کیفیت بیان کی، تو میں نے ان سے عرض کیا: میرے سردار، باعث برکات! جب سالک کے قلب میں غیر کا وجود باقی نہ رہ جائے تو اب وہ کس کی نفی کرے گا؟ اس پر شیخ رضی اللہ عنہ - اللہ ان کی برکتوں کو سارے جہان پر قائم و دائم رکھے - نے جواب دیا کہ جب تک سالک کا وجود باقی ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ جس جس وجود کا قائل ہے اس کی نفی کرتا رہے، یہاں تک کہ دوئی زائل ہو جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ سالک کے لیے نفی ضروری ہے، اس لیے کہ مقام جمع میں وجود کی نفی ہوتی ہے اور مقام تفرقہ میں وجود کا اثبات ہوتا ہے، بلکہ تمام موجودات کے وجود کا اثبات ہوتا ہے۔ خالق کائنات کی جانب نظر کرنا مقام

جمع ہے اور کائنات کی طرف نظر کرنا مقام تفرقہ۔ اس لیے ضروری ہے کہ سالک موجودات کی نفی کرے اور جمع کے باغات میں داخل ہو جائے، یہاں تک کہ اسی مقام میں فنا ہو جائے۔ یہ مقام کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام تک اصحاب توحید و معرفت ہی پہنچتے ہیں۔ جمع اور تفرقہ دونوں متضاد حالتیں ہیں، البتہ سلوک طے کرانے والے مشائخ کی نظر عام طور پر جمع کی طرف ہوتی ہے اور کائنات ان سے خوب فیض یاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے محبین میں شامل فرمادے اور نبی کریم ﷺ اور ان کی آل امجاد کے طفیل، ہمیں ان کے انفاس کی برکات سے محروم نہ فرمائے۔)(۱)

ارشاد فرمایا: خلوت، طاعت کا وہ سمندر ہے کہ مردان خدا کے سینے میں چھپے حقیقت کے موتی اس سمندر کے علاوہ کہیں اور ظاہر نہیں ہوتے؛ لیکن اس کے لیے سیدنا رسول اللہ ﷺ تک سلسلے کا اتصال اور بقدر ضرورت علم شریعت لازم ہے۔

ارشاد فرمایا: درویشی کی کسوٹی اور اس کا معیار کتاب وسنت اور قابل اقتدا اسلاف کی سیرتیں ہیں، صرف اجازتوں کا ہونا اور متبرک مقام پر ہونا کافی نہیں کہ فلاں شخص فلاں بزرگ کا فرزند ہے اور فلاں اپنے آبا و اجداد کا جانشین ہے، اگر وہ اس مقام کے لائق نہ ہوتا تو اس کو جانشینی کا شرف حاصل نہ ہوتا! یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ انسان کا شرف اور اس کی بزرگی زمان و مکان سے نہیں، بلکہ تقویٰ سے ہے۔

ارشاد فرمایا: ولی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ ولایت جو محض ایمان سے حاصل ہوتی ہے، جس میں عمل صالح سے آراستگی، حرام چیزوں اور گناہوں سے اجتناب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) مجمع السلوک۔ ج:۱ ص: ۶۲۳ تا ۶۲۵

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (البقرۃ:۲۵۷)اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے۔یہ ولایت کفر کی عداوت سے نکالنے والی اور حق تعالیٰ کی محبت عطا کرنے والی ہے۔

۲۔ دوسرا درجہ وہ ہے جو مسلسل اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگا ہو، اس میں گناہوں کا خلل نہ ہو، یہ عام ولی کی علامت ہے،ان کو علم شریعت یا اصطلاحی زبان میں عالم باللہ کہتے ہیں اور اس معنی کے علاوہ دوسرے معنی پر اس کا اطلاق نہیں کرتے۔ جو ایسے نہیں ہیں ان کو فاسق اور ظالم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے لوگوں کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

۳۔ولایت کا تیسرا درجہ جو نبوت کے بعد ہوتا ہے، وہ اجتبا، اختصاص اور اصطفا والی ولایت ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ (الشوریٰ: ۱۳) (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لیے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔) اس ولایت میں بندے کا باطن کائنات کے ملاحظے سے پاک ہوجاتا ہے اور ایسا شخص سراپا طاعت و بندگی اور بے گناہ بن جاتا ہے۔(۱)

ذکر جہری اور سری

حاجی الحرمین مخدوم شیخ قوام الدین عباسی لکھنوی ذکر خفی کو ترجیح دیتے تھے، جب کہ آپ کے پیر تربیت و خلافت مخدوم جہانیان جہاں گشت اور آپ کے مرید و تربیت یافتہ مخدوم شیخ سارنگ اور ان کے مرید و خلیفہ مخدوم شاہ مینا ذکر جہری کو ترجیح دیتے تھے۔(۲)

وصال

---

(۱) یہ تمام ارشادات مجمع السلوک شریف سے ماخوذ ہیں۔

(۲) مجمع السلوک:۱/ ۴۳۷

آپ کا وصال ۲۰ رشعبان ۸۰۶ھ/ ۱۴۰۴ء میں ہوا۔(۱) مزار مبارک لکھنؤ میں میڈیکل کالج کے کیمپس میں ہے۔

روضۂ شریفہ

افضل العلما قاضی محمد ارتضا علی صفوی گوپاموی (۱۲۷۰ھ) رقم طراز ہیں:

''آپ کا وطن عزیز دہلی ہے، شیخ مبارک بجنوری سے قلبی تعلق کی بنا پر لکھنؤ آکر مقیم ہو گئے، بعض مریدوں نے وہاں آپ کے لیے خانقاہ اور گھر تعمیر کیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر شریف پر گنبد بنوایا۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں وہاں کے حاکم نے آپ کے روضہ و خانقاہ کو منہدم کر کے اس جگہ پر اپنا گھر بنالیا۔ اس وجہ سے آپ کا مرقد مبارک دیوان خانے کے چبوترے کے نیچے آ گیا، اس جگہ کے معماروں نے چبوترے کے پاس نشان متعین کر دیا ہے، آج اس ظالم بدطینت کے گھر پر خاندانی ریاست کی بقا کے باوجود الو اور کوے بول رہے ہیں اور اس کا وہ گھر تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

ایک معتبر شخص سے میں (قاضی ارتضا علی صفوی) نے سنا ہے کہ اس زمانے میں ایک شخص رات میں آپ کے روضہ مبارک کے قریب سویا کرتا تھا۔ جب وہ صبح کو اٹھ کر وضو کر کے مصلے پر بیٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ آسمان سے نورانی شکل والے چار لوگ آئے، روضے کا دروازہ کھولا، اندر داخل ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد ایک نعش کو ایک تابوت پر رکھ کر چاروں طرف سے اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے، اسی دن آپ کا روضہ مبارک منہدم ہوا۔''(۲)

○○○

---

(۱) تحفۃ السعداء، ص ۷؛ فوائد سعدیہ، ص: ۵

(۲) فوائد سعدیہ، ص: ۵

مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ

(۷۳۵ھ/۱۳۳۴ء-۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء)

برہان العاشقین حاجی الحرمین مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ نامور شرفاے عصر میں سے تھے اور فیروز شاہ تغلق کے امرا میں نہایت ممتاز اور بلند عہدے پر فائز تھے۔آپ کی بہن سلطان محمد بن فیروز شاہ کے عقد میں تھیں، اس قرابت کی بنا پر بھی دربارِ سلطانی میں آپ کا بہت اثر ورسوخ تھا۔سبع سنابل میں تحریر ہے:

”دوازدہ ہزار سوار چاکرِ ایشان بود۔ فہمے و فراستے وکیاستے زائد الوصف داشتند۔“(۱۲/ہزار سوار آپ کے ماتحت تھے۔آپ بے حد فہم وفراست اور سوجھ بوجھ والے تھے۔)(۱)

سارنگ پور نام کا شہر آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔آپ کو ملک سارنگ کہا جاتا تھا۔ جس زمانے میں حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الحق بخاری اور آپ کے برادرِ خرد حضرت مخدوم سید صدر الدین ابوالفضل راجو قتال(۲) دلی تشریف لائے تو بادشاہ کی

---

(۱) سبع سنابل، ص: ۳۷

(۲) آپ کا نام سید صدر الدین محمد اور عرف راجو قتال ہے۔آپ نہایت سریع التاثیر نگاہ کے مالک تھے،آپ حضرت مخدوم سید کبیر الدین احمد قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت جلال الحق بخاری قدس سرہ کے بھائی ہیں۔آپ اپنے بھائی حضرت جہانیاں جہاں گشت کے خلیفہ وجانشین ہوئے۔۱۶/جمادی الاخریٰ ۸۲۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔مزار مبارک ملتان کے اوچھ میں مرجع خلائق ہے۔(عین الولایت،ص:۸۵-۸۶)

طرف سے آپ خدمت پر مامور ہوئے۔ ان بزرگوں کی صحبت نے جذبۂ اطاعت الٰہی اور حبِّ حقیقی کا شعلہ بھڑکا دیا۔ کچھ عرصے بعد آپ حضرت حاجی الحرمین قوام الدین عباسی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ پھر تارک الدنیا ہوکر حرمین شریفین کا قصد کیا اور ایک زمانے تک مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور ریاضت ومجاہدہ میں زندگی گزاری، اس کے بعد بارگاہ نبوی سے اجازت پاکر ہندوستان واپس تشریف لائے اور قصبہ ایرچ میں حضرت مخدوم شیخ یوسف ایرچی (۱) کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کتبِ سلوک کا درس لیا اور تلقین ذکر واجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

حضرت مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی مجمع السلوک میں رقم طراز ہیں:

''سلطان العارفین شیخ سارنگ قدس سرہ کونسبتِ ارادت حضرت مخدوم شاہ قوام الدین عباسی لکھنوی سے اور خلافت حضرت مخدوم سید راجو قتال بخاری سے حاصل تھی۔ آپ ہمیشہ ان دونوں بزرگوں کے اقوال وافعال کی پیروی کرتے اور ان کی پیروی سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کرتے۔'' (۲)

حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ مختلف مشائخ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ (وصال: ۷۸۵ھ) سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ زمانۂ امارت میں ہی حاجی الحرمین مخدوم قوام الدین لکھنوی سے مرید

---

(۱) حضرت مخدوم یوسف ایرچی کا خطاب مقتول العشق ہے۔ آپ خواجہ اختیار الدین عمر ایرچی کے مرید وخلیفہ تھے۔ نیز مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری کی صحبت اور اجازت وخلافت سے بھی سرفراز تھے۔ امام غزالی کی منہاج العابدین کا فارسی ترجمہ آپ نے کیا۔ شعر بھی خوب کہا کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں محفل سماع منعقد تھی صوفیہ پر وجد طاری تھا، اچانک آپ پر زبردست شورش ہوئی اور اسی عالم میں قید ناسوت سے چھٹکارا پاکر عالم لاہوت کی طرف آپ کی روح پرواز کرگئی۔ یہ واقعہ ۸۳۴ھ میں پیش آیا۔ (گلزار ابرار،ص ۱۲۷؛ نزہۃ الخواطر: ۱/ ۲۸۶)

(۲) مجمع السلوک: ۱/ ۱۶۵

ہوئے اور تلقینِ ذکر حاصل کیا، جس کی برکتوں سے عنایاتِ الٰہی آ پہنچیں اور آپ نے تمام دولت وحشمت کو یکبارگی ترک کردیا اور اہل وعیال کے ساتھ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ بعد میں حضرت مخدوم سید صدرالدین ابوالفضل محمد راجو قتال قدس سرہٗ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

حضرت مخدوم جہانیاں جلال الحق بخاری قدس سرہٗ کو مختلف سلاسل میں اجازت وخلافت تھی۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت مخدوم سید ابوالفضل صدرالدین محمد راجو قتال، حاجی الحرمین قوام الدین بن ظہیر الدین عباسی لکھنوی اور حضرت سید یوسف ایرچی کو ان تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔ ان تمامی سلاسل کی اجازت و خلافت حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہ کے واسطے سے سلسلہ مینائیہ صفویہ میں آج بھی مروّج ہے۔

خلفاء

آپ نے صرف دو حضرات کو خلافت دی: مخدوم شاہ مینا لکھنوی اور مخدوم شیخ حسام الدین صوفی (۱)۔

صاحب بحر زخار آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت مخدوم شیخ سارنگ مرید وخلیفہ مخدوم قوام الدین است ،شانی عظیم و کراماتی بزرگ وخوارق اکثر داشت ۔ درمقام ترک وتجرید دروقت خود نظیری نداشت ۔''(۲)

ترجمہ: حضرت مخدوم شیخ سارنگ ،حضرت مخدوم شیخ قوام الدین کے مرید و

---

(۱) مجمع السلوک، ج۱ص:۱۶۱

(۲) بحر زخار، ج:۱،ص:۴۴۱

خلیفہ تھے، عظیم شان رکھتے تھے اور بہت سی خوارق عادات بڑی کرامتوں کے حامل تھے۔ ترک وتجرید میں اپنے زمانے میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

واضح رہے کہ حضرت مخدوم شیخ سارنگ کو بیعت ارادت حضرت حاجی الحرمین شیخ قوام الدین سے تھی، البتہ اجازت وخلافت مخدوم سید صدرالدین راجو قتال بخاری سے حاصل تھی۔ جیسا کہ مجمع اسلوک کے حوالے سے گزشتہ صفحات میں بیان ہوا۔

وصال

آپ نے ۱۲۰ر سال کی عمر میں ۱۶ر یا ۱۷ر شوال ۸۵۵ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۴۵۱ء کو سفرِ آخرت فرمایا۔(۱) لکھنؤ سے تقریباً ۴۰ر کیلومیٹر دور مجھگواں شریف ضلع بارہ بنکی میں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

○○○

(۱) فوائد سعدیہ، ص:۸؛ عین الولایت، ص:۶۲

مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہٗ

(۸۰۰ھ/ ۱۳۹۷ء- ۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء)

شاہِ ولایتِ اودھ قطب العالم شیخ محمد بن قطب معروف بہ مخدوم شاہ مینا لکھنوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا سلسلۂ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کا عرفی نام ''مینا'' حاجی الحرمین مخدوم شیخ قوام الدین نے رکھا۔(۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہٗ اللہ تعالیٰ آپ کے احوال میں لکھتے ہیں:

''وی صاحب ولایتِ دیارِ لکھنؤ است...از صغرسن در سایۂ تربیت وعنایت شیخ قوام الدین پرورش یافتہ، بعد از ان مرید شیخ سارنگ گشتہ۔''(۲)

(آپ دیارِ لکھنؤ کے صاحبِ ولایت ہیں، بچپن ہی سے حضرت شیخ قوام الدین کے سایۂ تربیت وعنایت میں رہے۔ان کے وصال کے بعد (ان کے مرید ومجاز) مخدوم شیخ سارنگ کے مرید ہوئے۔)

پانچ سال کی عمر میں جب مکتب پہنچے تو استاذ نے کہا: بولو: الف، تو آپ نے فرمایا: الف، جب معلم نے کہا: بے، آپ نے فرمایا:'' دوجا کہ؟'' (دوسرا کون؟) اس کے بعد آپ نے لفظ ''الف'' کے بارے میں ایسے حقائق ومعارف بیان فرمائے کہ آپ

---

(۱) ملفوظات مخدوم شاہ مینا، ص: ۳؛ فوائد سعدیہ، ص: ۸

(۲) اخبار الاخیار، ص: ۳۱۲

کے استاذ اور دیگر حاضرین بے خود ہو گئے۔ چوں کہ استاذ کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ یہ بچہ پیدائشی ولی ہے، اس لیے وہ آپ کی تعلیم کے سلسلے میں زیادہ کوشش نہیں کرتے اور مکتب میں آپ کی آمد کو ہی اپنے لیے غنیمت سمجھتے۔ آپ جب مکتب پہنچ جاتے تو اس وقت سے مستقل آنکھیں بند کیے ذکر میں مشغول رہتے۔ چھٹی کے وقت دیگر بچوں کے شور و شغف سے آپ کو ہوش آتا اور پھر استاذ کو سلام عرض کر کے گھر چلے جاتے۔

دس سال تک حضرت شاہ قوام الدین کے سایۂ تربیت اور ظل عاطفت میں رہے، اس کے بعد حضرت سید راجو قتال کے بعض خدام سے تلقین ذکر حاصل کیا اور اس پر عامل رہے۔ شیخ اعظم ثانی جو اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے، ان سے درس کے دوران شرح وقایہ کی عبارتوں میں ایسے دقائق و نکات بیان فرمائے کہ شیخ اعظم اپنے تمام فضل وکمال کے باوجود انتہائی ادب کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھے رہے اور ہر مسئلہ میں نئے نکات حاصل کیے۔ عبادات کی بحث مکمل ہونے کے بعد شیخ مینا نے فرمایا کہ مجھے دوسرا معاملہ درپیش ہے، اس لیے معاملات کی بحث سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ آپ نے عوارف المعارف پوری پڑھی، بالآخر کم وقت میں آپ اس مقام پر فائز ہو گئے کہ بڑے بڑے علمائے زمانہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے اکثر مقامات کی تحقیق آپ سے کراتے۔

جب آپ کی عمر شریف بارہ سال کی ہوئی تو قطبیت کے مقام پر فائز ہو گئے۔ آپ کی قطبیت حضرت شاہ بدیع الدین مدار کے مرید قاضی شہاب الدین آتش پرکالہ ساکن چیتلائی نے ظاہر کی۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ قاضی شہاب الدین اپنے پیر کی قدم بوسی کی نیت سے نکلے، جب لکھنؤ پہنچے تو اکثر لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کی خدمت میں آئے۔ قاضی صاحب نے ان سب حاجتوں کو لکھ لیا اور روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت ان تمام حاجتوں کو اپنے پیر کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان حاجت مندوں

سے کہیں کہ وہ لوگ شیخ مینا کی بارگاہ میں رجوع کریں، کیوں کہ قطبیت ان کے حوالے ہوگئی ہے۔ اس وقت ان کی عمر بہت کم ہے، بارہ یا تیرہ سال کے ہیں۔ انہوں نے آپ کا پورا حلیہ مبارک بیان کر دیا اور بولے: ان کو معلوم ہے کہ وہ قطب ہیں لیکن وہاں کے لوگ اس بات سے ناواقف ہیں۔ تم جا کر میری طرف سے ان کو سلام پیش کرنا اور حاجت مندوں کی سفارش کرنا۔ ایک اونی مصلّٰے ان کو دیا کہ اسے میری طرف سے بطور ہدیہ ان کی خدمت میں نذر کر دینا۔ چنانچہ وہ مصلّٰے ابھی بھی حضرت مخدوم شیخ الہدیہ کی اولاد میں موجود ہے۔

قاضی صاحب وہاں سے روانہ ہوئے، پھر واپس لکھنؤ پہنچے، حاجت مندوں کو اپنے ساتھ لے کر قطب العالم شیخ مینا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنے پیر کی طرف سے آپ کی خدمت میں تحفۂ سلام پیش کیا اور مصلّٰے ہدیہ کیا۔ حضرت قطب العالم شیخ مینا نے سب کو تعویذ دیا اور ان کے لیے دعا کی۔ صرف ایک شخص رہ گیا، اس نے اپنے لڑکے کی شفایابی کے لیے درخواست کی تھی، وہ اسی طرح کھڑا رہا، تھوڑی دیر بعد جب اس نے پھر عرضی لگائی تو فرمایا: بابا جاؤ صبر کرو، تمہارے لڑکے کی شفایابی کے لیے بارگاہ الٰہی میں بہت دعا کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا اور حکم ربانی آیا ہے کہ اس کی عمر اتنی ہی ہے اور پھر آپ نے ایک دوہا پڑھا جس کا فارسی مفہوم یہ ہے:

رسن گسستہ ز بالا نمی توانم بست
کہ دوست دشمنی انگیخت دوستی بشکست

ترجمہ: اوپر سے کاٹی ہوئی رسی کو میں باندھ نہیں سکتا، کیوں کہ دوست نے دشمنی کا اظہار کیا اور دوستی توڑ دی۔ (۱)

---

(۱) فوائد سعدیہ، ص: ۹ تا ۱۲

ریاضت ومجاہدہ

آپ کا حال یوں ہی روزفزوں رہا یہاں تک کہ پندرہ سال کی عمر میں حضرت مخدوم شیخ سارنگ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے اور وہبی ولایت کے باوجود ایسی پرمشقت ریاضتیں کیں جوانسان کے بس کے باہر ہیں۔ حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ لکھتے ہیں:

''اگر جاڑے کی راتوں میں پیر دستگیر قطب العالم مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ پر نیند کا غلبہ ہوتا تو کبھی اپنے کپڑے کو اور کبھی اپنی کلاہ کو ٹھنڈے پانی میں بھگو کر پہنتے اور حضرت شاہ قوام الدین کی خانقاہ کے صحن میں جا کر بیٹھتے یہاں تک کہ سردی کی شدت اور ٹھنڈی ہواؤں کی وجہ سے آپ کی نیند ختم ہوجاتی اور پھر پوری رات ذکر الٰہی میں لگے رہتے۔ بعض اوقات وضو کے لیے پانی گرم کرتے، اگر آگ کی گرمی سے نفس کو تھوڑا سکون ملتا یا اس کے اندر سستی پیدا ہوتی تو فوراً ہی اٹھ جاتے، گرم پانی چھوڑ کر رات میں ہی ٹھنڈے پانی سے غسل واجب نہ ہونے کے باوجود غسل فرماتے اور کئی کئی راتیں صلاۃ معکوس میں مشغول رہتے۔ کبھی زمین پر کنکڑیاں بچھا کر بیٹھ کر اذکار و اشغال میں لگے رہتے یہاں تک کہ اگر نیند کا غلبہ ہوتا تو اسی پر لیٹ جاتے اور پھر اس خوف سے اٹھ جاتے کہ کیا پتا کنکڑیوں پر ہی نیند آجائے، کبھی کبھی کئی کئی راتیں اونچی دیوار پر بیٹھتے تاکہ گرنے کے خوف سے نیند دور ہوجائے۔ اکثر صوم طی رکھتے، چلے میں بیٹھتے، جب چلہ مکمل ہونے کے قریب ہوتا اور کوئی دوست یا مسافر آپ سے کھانے کے لیے اصرار کرتا تو اس کی دلجوئی کے لیے آپ روزہ توڑ دیتے اور اس کو یہ نہ بتاتے کہ میں روزے سے ہوں، اس لیے کہ آپ کا مقصد شہرت کا حصول نہیں تھا، اس کے بعد آپ پھر سے نیا چلہ

شروع کر دیتے اور اسی طرح زمانے تک یہ سلسلہ چلتا رہتا لیکن آپ چلہ مکمل ہونے کی پرواہ نہ کرتے تاکہ نفس اس کی وجہ سے مغرور و متکبر نہ ہو۔ اکثر اوقات کھڑاؤں پہنتے، اپنے پیر کی زیارت کے لیے پیدل گیارہ- بارہ کوس (۳۵ - ۳۶ کلومیٹر) چل کر جاتے اور اس طریقے سے نفس کو مشقت و تکلیف میں ڈالتے۔ اس طرح سے آپ کامل و مکمل ہوئے اور نور حقیقت تک رسائی ہوئی۔

مرداں بہ سعی و رنج بجائے رسیدہ اند
تو بے خبر کجا رسی از نفس پروری

(لوگ تکلیف و مشقت اٹھا کر اور مجاہدہ و ریاضت کے ذریعے کسی مقام تک پہنچے ہیں، تم بے خبر انسان نفس پروری کرتے ہوئے کسی مقام تک کیسے پہنچو گے؟ (۱)

حلم و بردباری

آپ کا عفو و کرم اور حلم و بردباری مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ ایک روز شراب کے نشے میں مخمور ایک حجام آپ کو گالی دینے لگا، آپ نے اس کو کچھ دے کر مکمل لطف و نرمی کے ساتھ واپس کیا اور اس سے معذرت خواہی کی۔

اگر کسی شخص سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو معاف فرما دیتے اور مکمل خندہ پیشانی کے ساتھ اس کو دعا دیتے اور یہ اشعار اپنی زبان مبارک سے پڑھتے:

ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار باد
ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد

---

(۱) مجمع السلوک: ۱/ ۲۳۸

ہر کہ اندر راہ ما خارے نہد از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

(جو میرا دوست نہ ہو حق تعالیٰ اس کا یار و مددگار ہو، جس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اس کو بہت راحت وسکون ملے۔

جو میرے راستے میں دشمنی کی وجہ کانٹے بچھائے اس کے باغ زندگانی میں جو پھول کھلے اس میں کانٹے نہ آئیں (۱)

احوال واطوار

حضرت مخدوم شیخ سعد الدین قدس سرہٗ آپ کے احوال میں مزید رقم طراز ہیں:

''حضرت قطب عالم مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ کی صحبت میں میں بیس سال رہا، کبھی بھی پاؤں پھیلا کر یا پاؤں کھڑا کر کے بیٹھا ہوا نہیں پایا، آپ ہمیشہ قبلہ رو ہو کر نماز کی ہیئت میں بیٹھتے، کبھی بھی سمت قبلہ سے ہٹ کر نہ جوتیاں رکھتے اور نہ ہی اتارتے، ہمیشہ جوتیاں قبلہ رو رکھتے تھے، اسی سمت اتارتے اور اسی سمت سے پہنتے۔اسی طرح آپ نے اپنے لیے کبھی کوئی کھانا اپنی طلب سے نہیں کھایا اور نہ اپنی خواہش سے کوئی کپڑا سلوایا۔آپ ارشاد فرماتے کہ جو صوفی اپنی خواہش سے کھانا پینا کھاتا ہے یا اپنی پسند کا کپڑا پہنتا ہے وہ ہرگز ہرگز صوفی نہیں ہے، بلکہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کا رہزن ہے۔

آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ باوضو ہونے کے باوجود ایک دو گھنٹے کے بعد تجدید وضو فرماتے اور دو رکعت تحیت الوضو ادا فرماتے، وضو سے فارغ ہو کر اگلے وضو کی نیت سے وضو کے برتن میں پانی بھر کر رکھ دیتے، کھانا تناول کرتے وقت

---

(۱) فوائد سعدیہ، ص:۱۱

اور کھانے سے فارغ ہوکر از سرنو وضو کرتے اور فرماتے کہ جو کھانا با وضو ہو کر کھایا جاتا ہے وہ کھانا باطن میں تسبیح میں مشغول ہوتا ہے اور کھانے کے بعد کی گرانی کو دور کر دیتا ہے اور نور میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ نے نہ کبھی بے وضو گفتگو فرمائی اور نہ کبھی بے وضو سوئے، جب سو جاتے تو کبھی بھی وضو اور دو رکعت نماز ادا کیے بغیر پہلو نہ بدلتے، نیند سے بیدار ہوتے ہی تیمم فرماتے اس کے بعد وضو کی تیاری کرتے اور فرماتے کہ انسان کی تخلیق کی اصل پانی اور مٹی ہے ان ہی دونوں چیزوں سے طلب دنیا کی آگ بجھائی جائے گی، بہت امید ہے کہ آخرت کی آگ بھی اسی سے بجھ جائے۔"(۱)

مرشد سے تعلق

آپ کے مرشد گرامی حضرت مخدوم شیخ سارنگ نے آپ کو ایک بار کسی شہر کی جانب کسی اہم کام کے لیے بھیجا، آپ وہاں گئے اور اس کام کو انجام دینے کے بعد لوٹ کر حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت مخدوم نے فرمایا: وہاں ایک عارف تھے، ان سے تم نے ملاقات کی؟ آپ نے عرض کیا: نہیں! شیخ نے فرمایا: جس شہر میں جاؤ اگر وہاں کوئی درویش ہو تو ان سے ملاقات کرنا چاہیے۔ یہ سنتے ہی بے اختیار آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر جاری ہو گیا:

ہمہ شہر پر زِ خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بد خو نکند بہ کس نگاہے

(ترجمہ: پورا شہر حسینوں سے بھرا ہے لیکن میں ایک پری پیکر کے ہی خیال میں مگن ہوں، کیا کروں کہ میری بد خصلت نگاہ کسی کی جانب دیکھتی ہی نہیں۔)

---

(۱) مجمع السلوک، ج:۱،ص: ۳۷۴، ۴۷۵

میرے لیے اپنے شیخ کی محبت کافی ہے، اب میں دوسروں سے محبت نہیں کر سکتا۔ تب شیخ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نواز کر رخصت کیا کہ اپنے مقام پر جا کر مشغول ہو جاؤ۔(۱)

بیعت کے فوائد

ایک شخص سفر کی حالت میں فوت ہو گیا، اس کا سر جنبش کر رہا تھا، کسی صورت سکون نہیں ہوتا تھا۔ اس کا تابوت دوران سفر جہاں بھی پہنچا وہاں کے علما و مشائخ سے اس عجیب وغریب واقعے کے بارے میں لوگوں نے استفسار کیا لیکن تشفی بخش جواب نہیں مل سکا۔ جب وہ لوگ لکھنؤ پہنچے تو حضرت قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا راز جاننا چاہا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ شخص کسی کا مرید نہیں ہے، یہ کلاہ اور شجرہ طلب کر رہا ہے۔ پھر آپ نے اپنے سر مبارک سے کلاہ اتار کر اس کے سر پر رکھ دی اور شجرہ لکھ کر عنایت فرمایا کہ اس کے سینے پر رکھ دیں، جیسے ہی کلاہ اس مردے کے سر پہ پہنچی فوراً اس کے سر کی حرکت بند ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا سر بظاہر جنبش میں تھا لیکن باطنی جنبش تمام سروں میں ہوتی ہے، پیروں کی کلاہ کے بغیر چین وسکون نہیں ہے۔(۲)

تعلیمات وارشادات

حضرت مخدوم شاہ مینا کے ملفوظات ان کے مرید و خلیفۂ اعظم مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی (۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء) نے مجمع السلوک والفوائد (شرح رسالہ مکیہ) میں درج فرمائے ہیں۔ مجمع السلوک شریف (سنہ تالیف ۸۹۰ھ) سے ہی ماخوذ آپ کے ملفوظات کے دو مجموعے مرتب ہوئے:

---

(۱) فوائد سعدیہ، ص:۱۱

(۲) فوائد سعدیہ، ص:۱۲

(۱) **ملفوظات حضرت مخدوم شاہ مینا:** مرتبہ میر سید محیی الدین بن حسین رضوی حسینی امیٹھوی، سنہ تالیف ۱۰۱۱ھ۔

(۲) **فوائد سعدیہ:** مؤلفہ افضل العلماء قاضی محمد ارتضا علی صفوی گوپاموی، سنہ تالیف ۱۲۴۲ھ۔

ذیل میں ہم آپ کے چند ارشادات مجمع السلوک شریف سے نقل کرتے ہیں:

ارشاد فرمایا: اگر کسی کو دیکھو کہ وہ پانی پر چلتا ہے، ہوا میں اڑتا ہے اور اس کے ساتھ وہ حدود شریعت کی پامالی اور ان میں کوتاہی کرتا ہے تو جان لو کہ وہ جادوگر، جھوٹا، گم راہ اور گم راہ گر ہے۔

ارشاد فرمایا: مرید کو چاہیے کہ غیر کو اپنی نظر میں نہ لائے اور مخلوق کی مدح وذم سے اپنے آپ کو بے نیاز کر لے، جو بھی عمل کرے اچھی نیت اور صدق واخلاص کے ساتھ کرے، لوگوں کی باتوں سے اپنے آپ کو پراگندہ خاطر نہ کرے اور ان کے نیک وبد کہنے کی پروا نہ کرے؛ کیوں کہ لوگوں کی زبان سے بچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا: رب تعالیٰ کی محبت تمام درجات واحوال میں سب سے بلند درجہ ہے۔

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے صرف اسی کی ذات کے لیے محبت رکھے، کوئی اور چیز طلب نہ کرے۔

ارشاد فرمایا: مرید کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ شیخ کی باتوں کے انتظار میں دل سے حاضر رہے، تاکہ شیخ کے کلام کے فوائد ومنافع سے محروم نہ رہے۔

ارشاد فرمایا: شیخ کا دل صیقل شدہ آئینے کی طرح ہے، اس پر حضرت رب العزت کا فیض اترتا رہتا ہے، وہ ذات، صفات، اسما اور افعال کی تجلیات سے متجلی ہوتا ہے اور اس طرح شیخ ہر لمحہ غیبی لطائف سے آراستہ ہوتا رہتا ہے۔ جب مرید صادق مکمل ارادت کے ساتھ اپنے دل کو ایسے آئینے کے سامنے لاتا ہے تو شیخ کا دل مرید کے دل پر عکس تجلی ڈالتا ہے اور

تمام کمالات بغیر کسی کسب اور محنت ومشقت کے اس مرید کے دل میں اتر جاتے ہیں، شرط یہ ہے کہ اس کا دل غیریت کی کدورت سے پاک اور طبیعت کے زنگ سے صاف ہو۔

ارشاد فرمایا: مولانا عمدہ بدایونی جو ایک صاحبِ علم اور عزت وحیثیت والے شخص تھے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے زمانے میں سالہا سال تک سیاحت میں مشغول رہے۔ ایک دن عنایت ازلی شامل حال ہوئی اور سب کچھ ترک کر کے ملامت کی راہ اختیار کر لی۔ زنانہ لباس پہن کر ایک رخسار سیاہ اور دوسرا سرخ کر کے حضرت شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے: مولانا نظام الدین! تم یہ کر سکتے ہو جو میں نے کیا ہے؟ ہمیشہ سجادۂ تکبر پر مسند رعونت لگائے بیٹھے رہتے ہو اور اپنے آپ کو طالبین وسالکین اور صادقین میں سے کہتے ہو! حضرت شیخ خاموش رہے یہاں تک کہ مولانا عمدہ نے دو تین بار یہی بات کہی اور پھر کہا: مولانا! جواب کیوں نہیں دیتے؟ حضرت شیخ نے فرمایا: جو کام تم نے کیا ہے وہ آسان ہے، یہ تو بیوہ عورتوں اور مخنثوں کا کام ہے۔ مردان الٰہی کا کام دوسرا ہے۔ مولانا عمدہ کو تعجب ہوا، پوچھا: وہ کام کیا ہے؟ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ مردان الٰہی کا کام یہ ہے کہ وہ ہمیشہ درد عشق الٰہی میں جلتے رہتے ہیں، دل کی پاسبانی کرتے ہیں اور غیر کے خطرہ وخیال کو بھی اندر داخل نہیں ہونے دیتے۔

ارشاد فرمایا: بعض جاہل، داڑھی منڈوانے کو ایک بزرگ کی پیروی سمجھتے ہیں جنہوں نے غلبۂ حال میں ایک دن کہا کہ یہ داڑھی میرے کس کام کی ہے، یہ کہہ کر انھوں نے اپنا ہاتھ داڑھی پر پھیرا اور تمام بالوں کو الگ کر کے زمین پر ڈال دیا۔ بعد میں بعض خدام اور احباب نے کہا کہ لوگ عیب لگا رہے ہیں کہ آپ سنت مصطفوی کے تارک ہو گئے، آپ نے داڑھی منڈوالی۔ انھوں نے کہا: میری داڑھی تو میرے چہرے پر موجود ہے، یہ کہہ کر انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا تو فوراً داڑھی

جیسی تھی ویسی ہی ہوگئی۔ پھر ایک دن انہوں نے غلبۂ حال میں کہا کہ یہ داڑھی میرے کس کام کی ہے؟ پھر انھوں نے اپنا ہاتھ داڑھی پر رکھا اور داڑھی کے سارے بال الگ کر کے زمین پر ڈال دیے۔ ان بزرگ کا یہ عمل داڑھی ترشوانا نہیں ہوا، اس طرح کے افعال جو کسی سے غلبۂ حال میں صادر ہوں ان کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ اس طرح کے افعال کو انھیں بزرگوں پر چھوڑ دیا جائے گا۔

خلفا

آپ نے صرف دو حضرات کو خلافت دی: مخدوم شیخ قطب الدین لکھنوی (برادرزادہ وجانشین) اور مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی (۱)۔

وصال

قطب العالم مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ کا وصال ۲۳/صفر ۸۸۴ھ/ ۱۶/مئی ۱۴۷۹ء کو ہوا۔ (۲) آپ کا مزار مبارک لکھنؤ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

ہر کہ خواہد چشم را بینا کند سرمۂ خاکِ درِ مینا کند

(جو اپنی آنکھوں کو پر نور بنانا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ شیخ مینا کے در کی خاک کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگائے۔)

مرشد گرامی مدظلہٗ مصرع اوّل کی قرات اس طرح بھی فرماتے ہیں: ع

ہر کہ خواہد چشم و دل بینا کند (جو چاہتا ہے کہ اپنی آنکھیں اور دل روشن کرے)

○○○

---

(۱) مجمع السلوک، ج:۱،ص:۱۶۱

(۲) مجمع السلوک، ص:۳۔ بعض تذکرہ نگار مثلاً میر آزاد بلگرامی رحمہ اللہ، مفتی غلام سرور لاہوری اور مولانا سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی وغیرہما سے آپ کی تاریخ وفات نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے۔

مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی قدس سرہٗ

(۸۱۷ھ/ ۱۴۱۴ء - ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء)

قطب العالم حضرت مخدوم شیخ سعدالدین بن قاضی بڈھن اناوی خیرآبادی قدس سرہ اناؤ کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد ماجد بھی عالم دین تھے اور مرتبۂ قضا پر فائز تھے۔ رفیق گرامی قدر مولانا ذیشان احمد مصباحی (استاذ جامعہ عارفیہ) جنہوں نے مخدوم صاحب کی فقہی خدمت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے، آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

’مخدوم صاحب کے والد کا نام عام طور سے بڈھن مشہور ہے، لیکن مخدوم صاحب نے اپنی کتاب شرح اشعار لباب الاعراب کے دیباچے میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

”أضعف عباد اللہ القوی العالی سعد بن مکرم المعروف قاضی بدھن البلخی الفرشولی.“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد کا نام مکرم تھا اور عرفیت بڈھن تھی۔ آپ کے والد، قاضی بڈھن قدس سرہ کا مزار مبارک اناؤ ریلوے اسٹیشن کے قریب زیارت گاہ خاص وعام ہے۔‘(۱)

---

(۱) مجمع السلوک، مقدمہ، ص: ۳۵

آپ قاضی قدوہ کی اولاد میں سے تھے۔علوم ظاہری اور باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''اخبارالاخیار'' میں حضرت مخدوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مرید شیخ میناست۔بزرگ بود،حافظ حدود شریعت وآداب طریقت،ہمتے عالی داشت وموصوف بود بترک وتجرید۔او نیز برطریقۂ پیر خود حصور بود،ومولع بود بوجد وسماع۔عالم بود بعلوم شریعت وطریقت۔''(۱)

(آپ شیخ مینا قدس سرہ کے مرید تھے،حدود شریعت اور آداب طریقت کے پاسدار بزرگ تھے۔آپ بلند ہمت تھے،ترک وتجرید کی شان رکھتے تھے۔نیز اپنے پیرومرشد کی طرح مجرد وغیر شادی شدہ تھے اور وجد وسماع کا شوق رکھتے تھے۔علوم شریعت وطریقت کے عالم تھے۔)

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی تحریر کرتے ہیں:

''برطریقۂ حضرت مرشد حصور زیست وسالہا مسند تدریس و ارشاد را رونق بخشید۔وشروح غرا بر متداولات بقلم آورد۔مثل شرح بزودی وحسامی وکافیہ ومصباح وامثال آں۔ومجمع السلوک نام شرحے بررسالہ مکیہ نوشتہ۔دریں کتاب ملفوظات وحالات شیخ مینا بسیار درج کردہ۔مزارفائض الانوارش در خیرآباد حاجت روائے خلائق است۔''(۲)

(اپنے مرشد کے طریق کے مطابق مجرد غیر شادی شدہ زندگی گزاری۔سالوں تک مسند تدریس وارشاد کو رونق بخشی۔کتب متداولہ کی اعلیٰ شرحیں لکھیں، مثلا: شرح بزدوی،شرح حسامی،شرح کافیہ،شرح مصباح،وغیرہ۔اور مجمع السلوک کے نام سے رسالہ مکیہ کی ایک شرح لکھی۔اس کتاب میں انہوں

---

(۱)اخبارالاخیار،ص:۱۹۹

(۲) مآثرالکرام،ص:۱۹۱

نے شیخ مینا کے بہت سے ملفوظات و احوال درج کیے ہیں۔ آپ کا مزار پُر انوار خیرآباد میں خلق خدا کے لیے قبلۂ حاجات ہے۔)

علمی عظمت

مخدوم صاحب کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ آپ کا شمار پندرہویں/سولہویں صدی کے اکابر علما اور ممتاز مشائخ میں ہوتا ہے۔ علامہ قاضی ارتضا علی خاں گوپاموی (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴) لکھتے ہیں:

''در علوم شرعیہ آن قدر تبحر می داشت کہ شبے عارفے در عالم معاملہ از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرسید کہ شیخ سعد را در علما چہ مرتبہ است؟ فرمودہ: در اجتہاد رتبۂ امام احمد بن حنبل دارد۔''

''علوم شرعیہ میں آپ کو اس قدر تبحر علمی حاصل تھا کہ ایک شب کسی عارف نے عالم معاملہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ زمرۂ علما میں مخدوم صاحب کا کیا مرتبہ ہے؟ فرمایا: اجتہاد میں امام احمد بن حنبل کے مقام پر فائز ہیں۔''(۱)

جود و نوال

مخدوم صاحب کے یہاں جود و عطا اور خدمت خلق کے اوصاف بھی خوب ملتے ہیں۔ آپ کی خانقاہ کیا تھی، طالبین و سالکین کے ساتھ بھوکوں، پیاسوں، بیماروں اور پریشان حالوں کی امید گاہ تھی۔ لنگر عام فیض عام تھا۔ خواجہ کمال لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ سعد کے مطبخ میں روزانہ ۱۴ - ۱۵ رمن میدہ خرچ ہوتا تھا، جو صوفیوں، قوالوں، طلبہ، مجاورین و مسافرین پر صرف ہوتا تھا۔ تقریباً چار پانچ

---

(۱) فوائد سعدیہ، ص: ۱۳

ہزار تنکہ جو بمنزلہ روپیہ کے تھا، محتاجوں کی بخشش میں صرف ہوتا تھا۔ اگر ایسا موقع آجاتا کہ کچھ موجود نہ رہا تو تاجروں سے دلوا دیتے تھے۔ اکثر لشکری جن کے گھوڑے مر گئے یا ازکار رفتہ ہو گئے، اپنی حاجت پیش کرتے تھے۔ آپ تلاش کرواکے جہاں بھی دست یاب ہوتے خرید کر عطا فرما دیتے۔"(۱)

تصانیف

مخدوم صاحب خیر آبادی کا شماران صوفیہ میں ہوتا ہے، جو صاحب تصانیف عالم وفقیہ تھے۔ آپ نے متعدد کتابیں لکھی ہیں، مثلاً:

(۱) شرح اصول بزدوی: امام فخر الاسلام بزدوی (۴۸۲ھ) کے مشہور و معروف متن اصول فقہ کی شرح ہے۔

(۲) شرح ارشاد النحو: علامہ شہاب الدین دولت آبادی (۸۴۹ھ) کے متن نحو کی شرح ہے۔

(۳) شرح حسامی: امام حسام الدین محمد اخسیکثی (۶۴۴ھ) کے رسالہ اصول فقہ کی شرح۔

(۴) شرح مصباح: علم نحو میں علامہ عبد القاہر جرجانی (۴۷۱ھ) کے رسالہ المصباح کی شرح ہے۔

(۵) شرح لباب الاعراب/شرح اشعار لباب الاعراب: اس کا ایک نام تحفۃ المحمودیۃ بھی ہے، اسے آپ نے اپنے برادر زادے شیخ محمود کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ غالباً یہ علامہ تاج الدین اسفرائینی (۶۸۴ھ) کی فن نحو کی مہتم بالشان کتاب لباب الاعراب کی یا اس میں درج شدہ اشعار کی شرح ہے۔

---

(۱) تحفۃ السعداء، ص: ۱۵۷، ۱۵۸

(۶) شرح کافیہ/شرح حاشیہ کافیہ: نحو میں علامہ ابن حاجب کے مشہور متن کافیہ کی شرح ہے۔(اس کے دونوں طرح سے نام تذکروں میں ملتے ہیں، ممکن ہے کہ دونوں الگ الگ کتاب ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی ہو، تذکرہ نگاروں کو نام درج کرنے میں سہو ہوا ہو۔ واللہ اعلم)

(۷) مجمع السلوک والفوائد (شرح رسالہ مکیہ): شاہ صفی اکیڈمی (خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں) سے اس کا اردو ترجمہ دو ضخیم جلدوں میں ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔

شعر وسخن

مخدوم صاحب کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو شعر وسخن کا اعلیٰ ذوق تھا۔ بلکہ حضرت کی ایک تصنیف مستقل طور سے شعر وشاعری کے حوالے سے ہی ہے۔ آپ نے لباب الاعراب میں مذکور اشعار کی شرح فرمائی۔ آپ کا کلامِ بلاغت نظام جو آج بھی محافل سماع میں پڑھا جاتا ہے اور اصحاب ذوق کے سکون قلب کا سامان ہے، حسب ذیل ہے:(۱)

نشان بر تختۂ ہستی نبود از عالم و آدم
کہ دل در مکتبِ عشق از تمنای تو می بردم
برو ای عقلِ نامحرم کہ امشب با خیالِ او
چنان خوش خلوتی دارم کہ من ہم نیستم محرم
کہ دارد این چنین عیشی کہ در عشق تو من دارم
شرابم خون، کبابم دل، ندیمم درد، نقلم غم
اگر پرسند سعد از عشق او حاصل چہا داری
ملامت ہای گوناگون، جراحت ہای بی مرہم

---

(۱) عین الولایت، ص: ۴۷

(۱) صفحۂ ہستی پر جب عالم و آدم کا وجود بھی نہیں تھا، اس وقت سے دل مکتب عشق میں تیرا شیدائی ہے۔

(۲) اے عقل نامحرم! آج تو دفع ہو جا، کیوں کہ آج کی رات اس کے خیال میں مجھے ایسی خلوت درپیش ہے کہ اس میں میں خود بھی محرم نہیں ہوں۔

(۳) تیرے عشق میں جو عیش زندگی مجھے حاصل ہے، وہ بھلا اور کس کو حاصل ہوگا، میرا خون شراب بن چکا ہے، دل کباب کی صورت میں ہے، درد میرا ہمدم ہے اور غم میری خوراک ہے۔

(۴) اگر لوگ پوچھیں کہ سعد! اس کے عشق میں حاصل کیا ہوا؟ تو میں جواب دوں گا: دنیا بھر کی ملامتیں اور ایسے کاری زخم جن کا کوئی مرہم نہیں ہے۔

تعلیمات وارشادات

مجمع السلوک سے آپ کے چند ارشادات اس مقام پر درج کیے جا رہے ہیں:

ارشاد فرمایا: جب تک شریعت مصطفوی پر نہیں چلو گے، محبوبیت کے حق دار نہیں بنو گے۔ جو بھی نعمت پاؤ گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی سے پاؤ گے اور جن بلندیوں تک رسائی حاصل کرو گے ان کی پیروی سے ہی حاصل کرو گے، ان کی پیروی کے بغیر دونوں جہان میں مردود اور دین و دنیا میں رسوا ہو گے۔

ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کو حرص کی آگ میں خاکستر اور فتنے کی ہوا میں پراگندہ کر دیتا ہے۔

ارشاد فرمایا: جہاں تک ہو سکے بھوک برداشت کرے اور آہستہ آہستہ خوراک کم کرتا جائے؛ کیوں کہ بھوکا رہنا تمام عبادتوں کی اصل ہے۔

ارشاد فرمایا: جس مقام پر گفتگو کرنے میں اللہ کی رضا حاصل ہو، وہاں گفتگو نہ کرنا برا ہے اور جس مقام پر نہ بولنے میں رضائے الٰہی حاصل ہو وہاں بولنا گناہ ہے۔

ارشاد فرمایا: جس کو حسن خلق عطا ہو گیا اس کو تمام صفات حمیدہ عطا ہو گئیں۔

ارشاد فرمایا: خواب غفلت ہی تمام بدبختیوں کی جڑ ہے، غافل انسان سے آرزؤں اور تمناؤں کے سوا کچھ نہیں بن پاتا۔ یہ امید وشوق بھی شیطان کا ایک ہتھیار ہے جس کے سہارے وہ غافلوں کو فریب خوردہ کر کے معطل بنا دیتا ہے۔

ارشاد فرمایا: وہ گناہ صغیرہ جس کی تمہاری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں، درحقیقت وہ تمہارے لیے چند کوہ قاف کے برابر ہے۔تم کہتے ہو: ہمارے دین میں کیا کمی ہے؟ ایک بال جب تمہاری آنکھ میں پڑ جاتا ہے تو تمہیں بے قرار کر دیتا ہے۔چشم دین، چشم سر سے بھی زیادہ نازک ہے۔

ارشاد فرمایا: عالم وفقیہ وہ نہیں ہے جو مسائل اور کتابوں سے بہت واقفیت رکھتا ہو بلکہ فقیہ وہ ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو اور جو اپنے باطن کو آلائش دنیا کی محبت، جاہ وحشم، مال ودولت، عزت واقبال مندی، منصب وعہدہ، مفاخر ومناقب کی طلب، فریب، دھوکہ، حسد، کینہ، عداوت اور بغض سے پاک کرنے والا ہو۔

ارشاد فرمایا: فقیہ کامل وہ ہے جو شرعی احکام کا عالم بھی ہو اور ان پر عامل بھی ہو۔ اگر کوئی شخص علم رکھتا ہو لیکن اس پر عمل پیرا نہ ہو تو وہ فقیہ کامل نہیں ہے، بلکہ وہ علمائے سو میں سے ہے۔

ارشاد فرمایا: جو عالم صفات کمال سے موصوف نہ ہو، دنیا کی محبت اور جاہ ومال کی محبت سے منہ پھیرنے والا نہ ہو، وہ عالم باللہ اور شفاعت کا اہل نہیں ہو گا، ایسے لوگوں کو عالم دنیا کہتے ہیں اور عالم دنیا شیخ بننے بلکہ مرید بننے کے بھی لائق نہیں ہوتا، بلکہ معاذ اللہ ایسے لوگ عذاب اور وبال والوں میں سے ہیں۔

ارشاد فرمایا: طالب علم کو چاہیے کہ علم کی تعظیم وتکریم کرے، کتاب کو زمین پر نہ رکھے، بے وضو نہ رہے اور جس سے علم حاصل کر رہا ہے اگرچہ وہ کم سن ہو، اس سے

خلوت وجلوت میں تواضع و تعظیم کے ساتھ پیش آئے۔ ہمیشہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرے اور جس طرح بھی ہو سکے اس کی خدمت اور اس کی امداد و اعانت میں کوتاہی نہ کرے، تاکہ استاذ کی شفقت اس کے دل میں جم جائے۔ استاذ اور پیر کی شفقتوں کا کامل اثر ہوتا ہے اور ان کی شفقت کے بغیر بڑا نقصان ہوتا ہے؛ کیوں کہ ایک انسان کے ساتھ جن لوگوں کے حقوق متعلق ہوتے ہیں، ان میں پیر اور استاذ کے حقوق بہت بلند ہیں اور شرف میں بھی وہ سب سے اعلیٰ ہیں۔

ارشاد فرمایا: عوام کا ایک گروہ عمل پر علم کی فضیلت کا قائل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ علم ہونا چاہیے اگر چہ عمل نہ ہو، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ ایک گروہ علم پر عمل کی فضیلت کا قائل ہے کہ جب تک عمل نہیں ہوگا مقصد حاصل نہیں ہوگا لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے: **العِلْمُ وَ العَمَلُ مُتَلَازِمَانِ** علم و عمل لازم و ملزوم ہیں۔ علم بھی چاہیے اور عمل بھی، تاکہ بندہ راہ راست پر قائم اور مومن کامل ہو جائے۔

ارشاد فرمایا: علم تصوف کوئی حسی چیز نہیں ہے کہ آیات و احادیث کے پڑھ لینے سے حاصل ہو جائے گا، جب تک بندہ راہ تصوف سے آشنا اور صاحب بصیرت شیخ کامل کی پیروی نہیں کرے گا اس وقت تک وہ اس مقصود کامل تک پہنچ نہ سکے گا، جہاں کاملین پہنچے ہیں۔

ارشاد فرمایا: پہلے سالک دین کا علم حاصل کرے پھر راہ سلوک میں قدم رکھے اور شیخ کامل کی صحبت اختیار کرے۔

ارشاد فرمایا: شیخ ایک ہونا چاہیے دو نہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ شیخ قریب ہو اور زندہ ہو اور اگر شیخ زندہ تو ہو لیکن وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو خود کو ہلاکت و گمرہی سے بچانے کے لیے کسی دوسرے کو شیخ تربیت اور شیخ صحبت بنانا جائز ہے، لیکن شیخ تربیت و صحبت ایسا ہو جو شیخ ارادت کے مخالف نہ ہو، تاکہ شیخ ارادت کے ساتھ مرید کے معاملے

میں خلل واقع نہ ہو۔ یوں ہی شیخ کی وفات کے بعد ارشاد و تربیت کے لیے دوسرے شیخ کی جانب توجہ کرنا جائز ہے، تاکہ مرید محرومی سے دور اور کمال سے ہم کنار ہو سکے اور اگر شیخ ارادت زندہ ہو، قریب بھی ہو، تو ایسی صورت میں شیخ دو نہیں ایک ہونا چاہیے اور اسے چھوڑ کر دوسرے کی جانب توجہ نہیں کرنی چاہیے، لیکن یہ بھی اس صورت میں ہے جب شیخ مذکورہ تمام اوصاف کا جامع ہو۔ شیخ اسی وقت شیخ ہونے کا اہل ہوگا جب وہ طریقت وحقیقت کے معاملے میں مرید کی رہنمائی کرے اور اس کو مقصود تک پہنچا دے اور اگر شیخ ایسا نہ ہو تو ایسی صورت میں شیخ ارادت کے باوجود دوسرے کو شیخ تربیت وصحبت بنانا جائز ہے۔

خلفاء

مخدوم صاحب ایک باکمال مرشد ومربی بھی تھے۔ خلق خدا کی بڑی تعداد آپ سے فیض یاب ہوئی۔ میر صاحب نے سبع سنابل میں ذکر کیا ہے:

’’مخدوم- قَدَّسَ اللّٰهُ رُوحَهٗ -خلفا بسیار داشت وجملہ خلفاے او دانشمند انند، وبعضی دانشمند وحافظ ہم بودند۔‘‘(۱)

ترجمہ: مخدوم صاحب -قُدِّسَ سِرُّہٗ- کے بکثرت خلفا تھے اور آپ کے تمام خلفا عالم ودانش مند تھے اور بعض دانش منداور حافظ دونوں تھے۔

آپ کے مشہور خلفا میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

شیخ محمود بلخی، شیخ مبارک لکھنوی، شیخ ملک حسین آبادی، قاضی محمد من اللہ کاکوروی، شیخ ملک شمس آبادی، شیخ چاند، قاضی راجہ میاں خیر آبادی، شیخ سکندر نصر اللہ خیر آبادی، قاضی بڈھ عماد بلگرامی، شیخ ابراہیم بھوج پوری، شیخ ابراہیم راجو، شیخ عبد الصمد عرف مخدوم صفی سائیں پوری [صفی پوری] رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَجْمَعِيْن۔

---

(۱) سبع سنابل، ص: ۸۲

وصال

آپ نے اپنے پیر ومرشد مخدوم شاہ مینا کی بارگاہ میں عمر مبارک کا بیشتر حصہ گزارا۔ مرشد کے وصال (۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء) کے چند سال بعد مرشد کے اشارۂ باطنی پر خیرآباد (اودھ) میں سکونت اختیار کی اور وہیں اپنی قائم کردہ خانقاہ و مدرسے میں ۱۶؍ربیع الاول ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء کو سفر آخرت فرمایا۔ روضۂ مبارکہ زیارت گاہِ خلائق ہے۔(۱)

○○○

---

(۱) عین الولایت، ص:۵۸-۶۵

باب دوم

مخدوم شاہ صفی اور سلسلۂ صفویہ

قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ

(۸۸۰-۹۴۵ھ/ ۱۴۷۵-۱۵۳۸ء)

صفی پور ضلع اناؤ کا قدیم ترین قصبہ ہے، جو اناؤ سے ۲۷ رکلومیٹر جانب مغرب واقع ہے اور اناؤ شمالی ہند کے کثیر آبادی والے صوبہ اتر پردیش کے دارالحکومت لکھنؤ سے جانب جنوب ۶۴ رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس قصبہ کا پرانا نام ''سائیں پور'' تھا۔

آٹھویں صدی ہجری میں ایک درویش کامل حضرت مولانا شیخ اکرم عثمانی سہروردی قدس سرہ (م ۷۹۵ھ/ ۱۳۹۳ء) یہاں تشریف لائے، جن کی کاوشوں سے اس خطے میں شمعِ توحید روشن ہوئی۔ آپ کی تیسری پشت میں مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کی ولادت ہوتی ہے، جن کے نامِ نامی سے موسوم ہو کر یہ قصبہ سائیں پور سے صفی پور ہو گیا۔ مخدوم صاحب کی ولادت نویں صدی کے آخری رُبع تقریباً ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء میں ہوئی۔

خاندانی پس منظر

آپ کا نام نامی عبدالصمد اور عرفیت صفی ہے۔ والد ماجد مولانا شیخ علَم الدین بن شیخ زین الاسلام عثمانی کا شمار اُس عہد کے نامور مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ کے آباء واجداد ظاہری و باطنی خوبیوں کے جامع اور فقر و درویشی کے امین تھے اور طریقۃً سہروردی نسبت کے حامل بزرگ تھے۔ مولانا شیخ علم الدین کو اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ زین الاسلام قدس سرہ سے اجازت و خلافت تھی جن کو اپنے والد ماجد حضرت

مولانا شیخ اکرم سہروردی قدس سرہٗ (۷۹۵ھ/ ۱۳۹۳ء) سے اجازت وخلافت تھی اور انہیں روحانی نعمت اپنے والد مولانا شیخ علی قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی۔(۱)

نسب

آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ سوم امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ دستیاب اسما درج ذیل ہیں: حضرت مخدوم شیخ عبدالصمد عرف شاہ صفی بن مولانا شیخ علم الدین بن شیخ زین الاسلام بن شیخ اکرم بن شیخ علی بن شیخ نور بن شیخ عبداللہ قدَّس اللہ أسرارھم۔(۲) مکمل شجرہ راقم کو دست یاب نہ ہوسکا۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا شیخ علم الدین قدس سرہ کے زیر سایہ صفی پور میں ہی ہوئی۔ ۱۲ - ۱۳ سال کی عمر میں خیرآباد تشریف لے گئے اور وارثُ الانبیاء والمرسلین مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی قدس سرہ (م: ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء) کے مدرسے میں حاضر ہوئے اور حصول تعلیم میں مصروف ہوگئے۔ایک روز قطب العالم مخدوم شیخ سعد قدس سرہٗ کی نظر آپ پر پڑی تو آپ کو بلایا اور نام پوچھا۔آپ نے ’’عبدالصمد عرف صفی بن مولانا علم الدین‘‘ بتایا تو سکونت دریافت کی۔آپ نے ’’سائیں پور‘‘ بتایا۔ حضرت قطب العالم آپ کے والد ماجد مولانا علم الدین سے واقف تھے۔فرمایا کہ اب سے تم ہمارے پاس پڑھا کرو، کسی اور کے پاس مت پڑھو۔ہم خود تمھیں تعلیم دیں گے۔اس دن سے آپ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر رہنے لگے اور ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔کچھ روز بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ تم باورچی خانے

---

(۱) عین الولایت،ص: ۱۴۴۔شیخ علی سہروردی قدس سرہٗ کے حالات دستیاب نہیں ہوسکے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ کو کس بزرگ سے فیض حاصل ہوا۔

(۲) عین الولایت،ص: ۴۲

میں مت کھایا کرو، ہمارے ساتھ کھایا کرو۔ حضرت قطب العالم روزہ رکھا کرتے تھے، اکثر فاقہ کشی کرتے اور دوسرے تیسرے روز کھانا تناول فرماتے۔ چنانچہ حضرت مخدوم شاہ صفی بھی آپ کے ساتھ کھانا کھانے لگے اور بھوک پیاس کی سختی برداشت کرنے لگے۔اس طرح آپ نے اپنے استاذ گرامی اور پیر ومرشد کی خدمت واطاعت میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کی۔(۱)

بیعت واجازت

آپ نے قطب العالم حضرت مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ ہی سے ۹۱۶ھ میں خرقۂ خلافت پہنا۔(۲) سبع سنابل میں رقم ہے:

”چون حضرت مخدوم شیخ سعد، مخدوم شیخ صفی را در اربعین نشانند، سیومی روز فتح باب شد وعلویات وسفلیات ہمہ مکشوف گشت، وبہ مقامات عالیات مردمان ترقی حاصل شد۔ وچون ایشان را جامۂ خلافت عنایت فرمودند برجملۂ خلفاے مخدوم سبقت گرفتند وبہ مقام وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ رسیدند۔“(۳)

ترجمہ: جب حضرت مخدوم شیخ سعد نے مخدوم شاہ صفی کو چلے میں بیٹھایا تو تیسرے روز ہی فتحِ باب ہو گیا اور تمام علویات وسفلیات آپ پر منکشف ہو گئے اور آپ کاملین کے درجے میں پہنچ گئے۔ اور جب حضرت مخدوم شیخ سعد نے آپ کو جامۂ خلافت سے نوازا تو آپ تمام ماسبق خلفا پر سبقت لے گئے اور مقامِ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (۴) پر فائز ہو گئے۔

---

(۱) سبع سنابل، ص: ۸۰-۸۱، عین الولایت، ص: ۴۳

(۲) ملفوظات حضرت مخدوم شاہ مینا، ص: ۲۳۵

(۳) سبع سنابل، ص: ۸۱-۸۲

(۴) اور ظاہر میں سبقت لے جانے والے ہی باطن میں سبقت لے جانے والے ہیں اور وہی قرب والے ہیں۔

مقبولیت

آپ اپنے پیرو مرشد کی بارگاہ میں بہت مقبول تھے۔ بارگاہ شیخ میں آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کے بہت سے واقعات کتابوں میں درج ہیں۔ بڑے صاحب جلال تھے،جس پر نظر پڑ جاتی وہ دیر تک بے خود رہتا۔

تواضع

انکسار و عاجزی کا یہ حال تھا کہ حضرت مخدوم شیخ سعد کی خانقاہ میں ''صفیا'' نامی ایک غلام تھا، جب کوئی اسے آواز دیتا تو آپ جواب دے دیتے اور یہ خیال نہ فرماتے کہ آپ کو اس طرح کون پکارے گا!(۱)

اطاعت مرشد

ایک مرتبہ حضرت مخدوم شیخ سعد نے آدھی رات کو آپ سے فرمایا کہ اس وقت مولی کہیں سے مل سکتی ہے؟ آپ نے اس وقت یہ نہیں عرض کیا کہ آدھی رات کا وقت ہے اور مولی کی فصل بھی نہیں ہے! بلکہ فوراً عرض گذار ہوئے کہ جا کر تلاش کرتا ہوں۔ آپ آدھی رات کو خیرآباد کی ایک ایک گلی گھومتے رہے اور ایک محلے سے دوسرے محلے میں جاتے مگر کوئی دروازہ کھلا ہوا نہیں تھا اور نہ کوئی بیدار تھا کہ دریافت کریں، آخر تھک گئے اور ایک جگہ پر بیٹھ کر رونے لگے۔ایک شخص کی آنکھ کھل گئی، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ کوئی دردمند رو رہا ہے خبر لینی چاہیے۔وہ شخص گھر سے باہر نکلا اور پوچھا کون ہو اور کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے بتایا: مجھ کو مولی درکار ہے۔اس نے کہا کہ مولی کی فصل نہیں ہے!اس گفتگو میں دو تین آدمی اور جمع ہوئے۔ایک عورت نے کہا کہ میں نے فلاں کے گھر میں مولی لگی ہوئی دیکھی ہے۔سب مل کر اس شخص کے

---

(۱) عین الولایت،ص:۴۵

دروازے پر گئے اور اہل خانہ کو بیدار کر کے ماجرا بتایا، چنانچہ صاحب خانہ دو مولیاں لے آیا، لوگوں نے پانی سے صاف کر کے آپ کو دیں۔ آپ اپنے پیرومرشد مخدوم شیخ سعد کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ سعد نے آپ سے فرمایا: تم سے ہر دشوار کام اور ہر مشکل مہم ان شاءاللہ آسان ہوجائے گی۔(۱)

تجرد

اپنے پیرومرشد کی طرح آپ بھی مجرد و غیر شادی شدہ رہے۔ اس حوالے سے صاحب عین الولایت ایک حکایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر کمر بند باندھ رہے تھے، اسی دوران حضرت مخدوم شیخ سعد نے آپ کو آواز دی، آپ نے جواب دیا۔ پیرومرشد نے دریافت کیا کہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے عرض کیا کہ کمر بند باندھ رہا ہوں۔ فرمایا: مضبوط باندھنا۔ آپ نے جواب دیا کہ ان شاءاللہ قیامت تک نہ کھلے گا۔ چنانچہ عمر بھر آپ مجرد رہے۔

دوسری طرح اس کرامت کا ظہور یوں ہوا کہ جب آپ نے رحلت فرمائی تو کمر بند کی گرہ نہیں کھلی، اسے چاقو سے کاٹا گیا۔ وہ خرقۂ متبرکہ مع کمر بند مخدومی حضرت عین اللہ شاہ عرف شاہ خلیل احمد صفی پوری (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی خانقاہ کے تبرکات میں موجود ہے، وہ گرہ ویسی ہی لگی ہوئی ہے۔

اسی طرح آپ نے رحلت فرماتے وقت ایک کاغذی لیموں چوسا تھا اس کا چھلکا بھی اسی خرقۂ متبرکہ کے ساتھ وہیں موجود ہے۔ اس سال (۱۴۴۲ھ) تک ۴۹۷؍ برس گذر گئے ہیں لیکن آج تک یہ دونوں تبرکات بجنسہ رکھے ہوئے ہیں۔ لیموں اب

---

(۱) سبع سنابل، ص ۸۱؛ عین الولایت، ص ۳۱

کسی قدر سیاہ ہو گیا ہے اور اس پر چاقو کا خط مثلث شکل کا ویسا ہی بنا ہوا ہے۔ راقم (حسن سعید صفوی) نے حضرت شاہ خلیل میاں کے آستانۂ شریفہ پر ان تبرکات کی زیارت کی ہے۔ حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری فرماتے ہیں:

''سنا جاتا ہے کہ ایک بار کوئی عالم کہیں سے آئے تھے، انہوں نے کہا کہ یہ سب واہیات بے اصل ہے، ہم اس گرہ کو کھول دیں گے! جس وقت خرقۂ متبرکہ کی زیارت کو گئے اور چاہا کہ گرہ کھولنے کے واسطے ہاتھ بڑھاویں دونوں ہاتھ خشک ہو گئے، لامحالہ بجز توبہ کے کچھ نہ بن پڑی، یہ مضمون پیش آیا۔

در پاش فتادہ ام بہ زاری

آیا بود آن کہ دست گیرد''(۱)

[ان کے قدموں پر عاجزی کے ساتھ پڑا ہوں، کاش کہ میری دستگیری فرمائیں]

استغناء

حضرت مخدوم صاحب نے کسی بادشاہ، امیر یا وزیر سے کوئی جاگیر قبول نہیں کی۔(۲) بادشاہِ وقت ہمایوں (۱۵۰۸-۱۵۵۶ء) آپ کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوا، لیکن آپ نے اپنی ہمت و توجہ سے اسے خدمت میں حاضر ہونے سے باز رکھا۔ حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری نے اس واقعے کی جو تفصیل درج کی ہے، وہ حسب ذیل ہے:

ہمایوں بادشاہ جب لکھنؤ پہنچا تو وہاں آپ کا شہرہ سن کر ملاقات کا خواہش مند ہوا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا: ''گدھے نے ماری لات، ہمایوں جائے پڑا گجرات!'' جب وہ لکھنؤ سے لوٹنے لگا تو صفی پور کے پاس اس کی آنکھ لگ گئی۔ ملازمین ادب کی وجہ سے

---

(۱) عین الولایت، ص ۳۵-۳۶

(۲) عین الولایت، ص ۴۴

بیدار نہ کر سکے، چنانچہ شاہی سواری صفی پور کے پاس سے گزر گئی۔ جب فتح پور چوراسی پہنچا تو بیدار ہوا۔ معلوم ہوا کہ صفی پور پیچھے رہ گیا۔ اسی وقت گجرات سے کوئی بری خبر آ پہنچی، لاچار وہاں کا قصد کیا اور کہا کہ شاید حضرت شاہ صفی کو میرا آنا منظور نہیں ہوا۔

پھر دو بہت خوبرو نوجوان کنیزیں زیورات سے آراستہ مع نذر، وزیر کے ہمراہ روانہ کیں کہ یہ دونوں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ جس وقت وزیر آپ کی خدمت میں پہنچا اس وقت آپ وضو کر رہے تھے۔ آپ نے ان دونوں کنیزوں کو ایسی پُرتاثیر نگاہ سے دیکھا کہ ان دونوں نے اسی وقت لا الہ الا اللہ کہہ کر شاہی پوشاک اور زیور کو اتار کر اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا اور تنگ پائچوں کا پائجامہ اور زانو تک پیرہن اور دوپٹہ اوڑھ کر ایک پانی بھرنے لگی اور دوسری جھاڑو دینے کی خدمت میں مصروف ہو گئی۔

جب وزیر رخصت ہونے لگا تب آپ نے نذر کو واپس کیا اور تھوڑے سے تنکے مصلے کے اس کو دیے۔ اس نے جا کر ہمایوں کو پیش کیا۔ ہمایوں نے کہا: گجرات میں ہماری فتح ہوگی اور چھاؤنی بنے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دونوں کنیزیں عمر بھر خانقاہ شریف میں اپنی اپنی خدمتیں انجام دیتی رہیں۔ ان دونوں کی قبریں درگاہ شریف میں موجود ہیں۔ (۱)

اناؤ ڈسٹرکٹ گزٹ میں اس واقعہ کی تاریخ ۱۵۳۴ء مذکور ہے۔

The king of Delhi is said to have come to visit him in 1534 A.D.

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ دہلی کا بادشاہ ۱۵۳۴ء (۹۴۰ھ) میں آپ کی زیارت کے لیے آیا تھا۔ (۲)

---

(۱) عین الولایت، ص: ۳۶-۳۷

(۲) اناؤ ڈسٹرکٹ گزیٹیر (۱۹۰۱ء)، صفی پور، ص: ۲۳۳

سماع

مخدوم صاحب اپنے پیرانِ طریقت کی طرح ہی صاحبِ سماع تھے۔ البتہ مجالسِ سماع میں کوئی نااہل شخص نظر آتا تو آپ وجد وکیف کا اظہار نہ فرماتے۔ ایسے ہی قوالوں کو سماع سننے کی غرض سے بھی نہ طلب فرماتے، کوئی از خود حاضر ہوتا اور سماع ونغمہ سناتا تو انکار نہ فرماتے۔

آپ کے دست گرفتہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی سماع کے سلسلے میں آپ کا عمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'حضرت پیر دستگیر مخدوم شاہ صفی-قَدَّسَ اللّٰہُ رُوحَہٗ- ایسی مجلس کہ جس میں کوئی شخص صرف سماع ورقص کو دیکھنے کے لیے آیا ہوتا اس میں آپ وجد ورقص نہ فرماتے اور بالکل جنبش نہ کرتے۔ نیز سماع کے لیے قوالوں کو خاص طور سے طلب نہ فرماتے۔ ایسے ہی اگر چہ صاحبانِ وجد صوفیہ خانقاہ میں حاضر ہوتے اور قوال بھی موجود ہوتا پھر بھی مشائخ کے عرس کے لیے خاص سماع کی محفل کا انعقاد نہ کرتے۔

اور اگر کہیں سے قوال توبہ وبیعت کے لیے یا قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے اور نغمہ سناتے اور اس وقت اگر کسی صوفی پر وجد وکیف طاری ہوتا یا خود آپ کو رقت ہوتی اور حظ حاصل ہوتا، اس وقت مجلسِ سماع ونغمہ منعقد ہوتی اور اس کا خصوصیت کے ساتھ انکار بھی نہ فرماتے، کیوں کہ وقت کی پہچان اور علم معرفت کے دقائق سے آشنائی صاحبانِ بصیرت کے ساتھ خاص ہے۔ جو علم و عمل ان حضرات کو حاصل ہے اُس کو یہی لوگ بہتر جانتے ہیں۔' (۱)

---

(۱) سبع سنابل، ص:۱۸۱

مناجات

آپ نے کسی خاص وقت میں ایک مناجات کی، جو اپنی اثر انگیزی کی بنا پر بزرگوں کے یہاں بطور وظیفہ معمول رہی ہے۔ ہم اُسے تبرکاً یہاں نقل کرتے ہیں:

الٰہی من ضعیفِ درماندہ را
و من نحیفِ درہا راندہ را
الٰہی من عاجزِ دربدر گشتہ را
و من شکستہ دل خاطر خستہ را
الٰہی من گنہگارِ بد افعال را
و من خاکسارِ بد اعمال را
الٰہی من مطیعِ فرمانِ شیطان را
و من استادِ مکتب عاصیان را
الٰہی من تائب ناتمام را
و من عہد شکن خودکام را
الٰہی من زنّار دارِ بُت پرست را
و من مدہوشِ سیہ مست را
الٰہی من سیاہ روی و سیاہ نامہ را
و من منافق تباہ کامہ را
الٰہی من مرائی خرقہ پوش را
و من گندم نمائے جو فروش را

الٰہی بہ فضل عمیم خود و بہ لطفِ قدیمِ خود از نفسِ امّارہ خلاصی دہ، واز کیدِ خشمِ بدکام مناصی دہ، الٰہی توبہ نصوح کرامت کن کہ طاقتِ عدلِ تو ندارم، الٰہی بہ حرمتِ آن وقتے کہ تو بودی و

کسے نبود، وتو خواہی ماند و کسے نخواہد ماند بِرَحْمَتِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن.(۱)

ترجمہ: الٰہی! مجھ کمزور و ناتواں کو اور دردر کے دھتکارے ہوئے کو

الٰہی! مجھ عاجز اور دربدر پھرے ہوئے کو، مجھ شکستہ دل اور خستہ خاطر کو

الٰہی! مجھ گنہگار، بدافعال کو اور مجھ خاکسار بداعمال کو

الٰہی! مجھ شیطان کے فرماں بردار کو اور مجھ گنہگاروں کے مکتب کے استاد کو

الٰہی! مجھ ناقص توبہ کرنے والے کو اور مجھ خودغرض عہد شکن کو

الٰہی! مجھ زنّار دار بت پرست کو اور مجھ مدہوش سیہ مست کو

الٰہی! مجھ سیاہ رو، سیاہ کار کو، اور مجھ منافقِ تباہ کار کو

الٰہی! مجھ ریاکار خرقہ پوش کو اور مجھ گندم نمائے جَو فروش کو

الٰہی! اپنے فضلِ عمیم ولطفِ قدیم سے نفسِ امارہ سے نجات عطا فرما اور بدخواہ دشمن کے فریب سے پناہ عطا فرما۔ الٰہی! توبۂ نصوح سے نواز۔ مولیٰ! میں تیرے عدل کی طاقت نہیں رکھتا۔ الٰہی! اُس وقت کی حرمت کے طفیل جب تو تھا اور کوئی نہ تھا اور تو رہے گا اور کوئی نہ رہے گا، اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقے، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

وردِ سیفی

''صفی سعد مینا - مینا سعد صفی'' آپ کے خاندان کی نہایت قوی الاثر اور سریع التاثیر سیفی ہے۔ جو اس خانوادے کے مشائخ طالبین کو تعلیم فرماتے ہیں۔

تعلیمات وارشادات

ارشاد فرمایا: اولیا کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہر ایک سے خوش خوئی، خوش گوئی اور تازہ روئی سے پیش آنے والے ہوتے ہیں، شگفتہ پیشانی ہوتے ہیں، انکار نہیں کرتے اور

---

(۱) عین الولایت، ص: ۴۴

عذر قبول کرنے والے ہوتے ہیں۔(۱)

ارشاد فرمایا: فقیری مرنے کی راہ ہے، لوگ جینے کی تدبیر کر کے اس راہ میں قدم رکھتے ہیں، اور اکثر فقیری کو ذریعۂ معاش جانتے ہیں، اور خلقِ خدا کے رجوع پر فریفتہ ہوتے ہیں۔(۲)

''کوئی شیخ فاضل دانشمند، کسی بادشاہ کے یہاں گئے، لیکن دربان نے باہر ہی روک دیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

سرورا! سرہنگ را فرمان بدہ

دستِ دربان بشکند یا پاے من

(بادشاہ سلامت! اعلیٰ افسر کو حکم دیجیے کہ یا تو پہرے دار کا ہاتھ توڑے یا میرے پاؤں توڑ دے۔)

حضرت مخدوم شیخ صفی قدس اللہ سرہ نے اس شعر کے مصرع ثانی میں ایک نادر تصرف فرمایا ع

''دستِ دربان نشکند جز پاے من''

(دربان کا ہاتھ نہ توڑے، میرا ہی پاؤں توڑ دے۔)(۳)

ایسے ہی حضرت مخدوم صاحب نے مشہور مقولہ ''پیرِ ماخس است، اعتقادِ مابس است'' میں یہ لطیف نکتہ پیدا فرمایا: ''پیرِ مابس است، اعتقادِ ماخس است''۔ (یعنی ہمارا پیر کافی ہے، ہمارا اعتقاد ہی بے حیثیت ہے۔)(۴)

---

(۱) عین الولایت، ص: ۴۳-۴۴

(۲) عین الولایت، ص: ۴۳-۴۴

(۳) مآثر الکرام: ص ۳۶۔ مخزن الولایت والجمال، ص: ۶۳ (البتہ اس میں 'سرورا' کے بجائے 'خسروا' ہے۔)

(۴) مخزن الولایت والجمال، ص: ۳۵

کمال، اتباعِ شرع میں ہے!

مخدوم شیخ حسین سکندر آبادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ پیر دستگیر حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہ کی خانقاہ میں ایک درویش آیا جو رات دن طاعت وعبادت میں مشغول رہا کرتا تھا، کبھی ذکر وفکر میں لگا رہتا اور کبھی اوراد اور تلاوت قرآن میں مصروف رہتا، ایک لمحہ بھی خود کو بےکار نہیں رکھتا تھا اور گھڑی بھر بھی زمین پر نہ لیٹتا۔ وہ میری نظروں میں بھا گیا۔

ایک روز میں نے اس کے حال کی تعریف پیر ومرشد کی بارگاہ میں کی، آپ نے فرمایا: لَیْسَ بِشَیْءٍ (کوئی چیز نہیں ہے!)

جب میں نے ایک عرصے تک اسی حال میں اُسے دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ شاید اب کسی مقام پر پہنچ گیا ہو! چنانچہ میں نے پھر سے پیر ومرشد کی بارگاہ میں اس کی تعریف کی، آپ نے دوبارہ فرمایا: لَیْسَ بِشَیْءٍ! میں اُس کے احوال کی تفتیش میں لگ گیا۔ ایک روز ماہِ رمضان میں عصر کی نماز ادا کر کے وہ ایک گوشے میں گیا اور میں چھپ کر اسے دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی ازار بند کی گرہ کھولی اور اس میں سے افیون (افیم) نکالی اور منھ میں ڈال کر نگل گیا۔ اس کے بعد مجلس شریف میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ کچھ نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کم نصیب نے رمضان کے اپنے سارے روزے اسی طرح ضائع کیے بلکہ سب رمضانوں کے روزے اسی طرح خراب کرتا رہا ہے؛ کیوں کہ وہ افیمچی تھا اور ایسے اکثر افیمچی اور خشخاشی (۱) زندیق وبے دین ہوتے ہیں جنہیں خود اپنی بے دینی کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ! (۲)

---

(۱) خشخاش: پوست کے دانے، خشخش، تخم افیون۔ (فرہنگ آصفیہ)

(۲) سبع سنابل، ص: ۱۷۷

ہمنامی سے شبہہ

حضرت مخدوم صاحب کے ایک خلیفہ مخدوم سید مبارک بن حسین سنڈیلوی قدس سرہٗ (۱) کے مرید وخلیفہ سید صفی حسینی انبالوی تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

سید صفی مردے بود از انبالہ، بہ اوصافِ درویشان موصوف و بہ احوالِ ایشان متحقق و درلباسِ ستر و اخفا مستور، مریدِ شیخ مبارک سندیلہ بود.

ترجمہ: سید صفی انبالہ کے رہنے والے ایک مرد تھے۔ درویشوں کے اوصاف سے موصوف اور ان کے احوال سے متّصف۔ اخفا و پوشیدگی کے لباس میں چھپے ہوئے تھے۔ شیخ مبارک سنڈیلوی کے مرید تھے۔(۲)

آپ پر جذب وسکر کی کیفیت تھی، چوں کہ لباسِ ستر وخفا میں رہتے، لہٰذا ان کے بارے میں معلومات کم فراہم ہیں، جب کہ مخدوم صاحب مشہورِ زمانہ ہیں۔ اس کے سبب بعض تذکرہ نویسوں کو ان کی بعض باتوں پر مخدوم صاحب کا شبہہ ہوا اور انہوں نے مخدوم صاحب کے ملفوظات کے ضمن میں ان کی باتوں کو درج کر دیا۔

---

(۱) حضرت مخدوم شیخ مبارک بن حسین حسینی سنڈیلوی باکمال مشائخ عظام میں سے تھے۔ مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی کے شاگرد و مرید تھے اور خلافت مخدوم شاہ صفی سے حاصل تھی۔ نیز شیخ سالار بن ہبۃ الدین کوڑوی کی بھی صحبت پائی اور خرقہ حاصل کیا۔ علم ظاہر میں کمال رکھتے تھے، افتا اور تدریس سے بھی خلق خدا کی رہنمائی فرماتے۔ آپ کے مریدین وخلفا میں مشہور علما و مشائخ شامل ہیں۔ شیخ یحییٰ بن مبارک سنڈیلوی اور سید صفی حسینی انبالوی آپ کے مشہور خلفا میں سے ہیں۔ آپ کا وصال ۹۷۰ھ میں ہوا۔ مزار مبارک سنڈیلہ میں ہے۔ (نزہۃ الخواطر: ۴/ ۴۰۴؛ صاحب نزہۃ الخواطر کو آپ کے تذکرے میں ایک تسامح ہوا ہے، انہوں نے آپ کو بندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی (۹۷۹ھ/ ۱۵۷۲ء) کا بھی خلیفہ لکھا، جب کہ ان کے خلیفہ قاضی مبارک گوپاموی ہیں جو حضرت بندگی میاں رحمہ اللہ کے خاص تلامذہ وخلفا میں شمار ہوتے ہیں۔)

(۲) اخبار الاخیار، ص: ۳۸۶

مؤرخِ سلسلۂ صفویہ حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری لکھتے ہیں:

’فائدہ: سید مبارک سنڈیلوی، مخدوم شیخ سعد کے مرید ہیں اور مخدوم شاہ صفی کے خلیفہ ہیں۔ان کے ایک مرید کا نام سید صفی ہے اور وہ بھی درویش تھے، انبالہ ان کا وطن ہے، چوں کہ مخدوم شاہ صفی شہرۂ آفاق ہیں اور وہ اس قدر مشہور نہ تھے مگر اسی خاندان کے فقیر تھے، لامحالہ اکثر لوگوں کو بعضے اُن کی باتوں میں آپ کا دھوکہ ہوتا ہے۔فرقِ مراتب سے سمجھ لینا چاہیے۔‘(۱)

بحر زخار میں مخدوم شاہ صفی کے تذکرے میں اقتباس الانوار کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

(۱) مردم اللہ را جویند ونمی یابند، مرا چرا نمی جویند کہ اللہ و رسول ومرا یکجا یابند، یافتن من کافیست، اگر مرا یابند ہمہ را یابند، اگر مرا نیابند ہیچ نیابند، یافتن من یافتِ کل است وفقدانِ من فقدانِ کل.

(۲) من دراوّلِ سلوک بہ مقامے رسیدم برسرِ ہر قبر کہ می رسیدم اہلِ آن قبر زندہ شدہ سرگشتِ خود بیان می کرد، اگر معذّب بودے بہ مقدور او را از عذاب خلاص می خواستم، واگر در جنت بودے او را بہ رویت [و] مشاہدہ موافق استعدادِ وے می رساندم، واگر قابلِ شہودِ ذاتی داشتے بہ آن واصل می ساختم.(۲)

ترجمہ: (۱) لوگ اللہ کو ڈھونڈتے ہیں اور نہیں پاتے، مجھے کیوں نہیں ڈھونڈتے کہ اللہ اور رسول اور مجھ کو ایک ساتھ پا لیتے۔ مجھ کو پا لینا کافی ہے۔ اگر مجھ کو

---

(۱) عین الولایت، ص: ۴۵

(۲) بحر زخار، ج:۱، ص: ۴۵۳

پالیں گے تو سب کو پالیں گے، اگر مجھ کو نہیں پائیں گے تو کچھ نہیں پائیں گے۔ مجھ کو پالینا سب کو پالینا ہے اور مجھ کو کھو دینا سب کو کھو دینا۔

(۲) میں ابتدائے سلوک میں ایسے مقام پر پہنچا کہ جس قبر کے پاس پہنچتا، صاحبِ قبر زندہ ہو کر اپنا حال خود ہی مجھ سے بیان کرتا۔ اگر وہ عذاب میں مبتلا ہوتا تو میں اپنی کوشش سے اس کو عذاب سے چھٹکارا دلا دیتا اور اگر راحت وسکون میں ہوتا تو اس کو اس کی استعداد کے مطابق مقام رویت ومشاہدہ تک پہنچا دیتا۔ اور اگر اس کے اندر مشاہدۂ ذات کی لیاقت ہوتی تو اس مقام تک اس کی رسائی کرا دیتا۔

اقتباس الانوار میں درج یہ دونوں ملفوظ اپنے مخصوص انداز بیان سے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ سید صفی حسینی انبالوی کے ہیں اور ان کا انتساب مخدوم شاہ صفی کی طرف درست نہیں ہے۔

مؤرخین کی نظر میں

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپ کے پیر ومرشد مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس سرہ کے ذکر خیر میں مختصراً آپ کا تذکرہ کیا ہے:

”واو را مریدان بسیار اند چنانچہ شیخ صفی بزرگ بود وصاحب ذوق وحالت و بر قدم پیر حصور ومجرد زیست۔“(۱)

ترجمہ: شیخ سعد خیر آبادی قدس سرہ کے بہت سے مریدین ہیں، چنانچہ حضرت شیخ صفی صاحبِ ذوق وحال بزرگ تھے اور اپنے پیر ومرشد کے نقش قدم پر مجرد وغیر شادی شدہ رہے۔

---

(۱) اخبار الاخیار، مخطوطہ، ص: ۳۲۶

شیخ عبد الرحمٰن چشتی (۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۳ء) اپنے مشہور و معروف تذکرۂ صوفیہ 'مرآۃ الاسرار' میں رقم طراز ہیں:

حضرت مخدوم شیخ صفی ساکن قصبۂ سائی پور بزرگترین خلفاے شیخ سعد قدس سرہ است، در سیر سلوک بسیار ترقی کردہ بود، مشربِ عشق و سماع بر حالِ او غلبہ داشت، چنانچہ اثرِ آن ظاہر است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔(۱)

ترجمہ: حضرت مخدوم شیخ صفی رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبۂ سائی پور شیخ سعد قدس سرہٗ کے بزرگ ترین خلفا میں سے ہیں۔ سیر سلوک میں آپ نے بہت ترقی فرمائی تھی۔ مشربِ عشق و سماع کا آپ پر غلبہ تھا، جس کے آثار نمایاں ہیں۔

''مآثر الکرام'' میں علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے، مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کا ذکر اِس طرح تحریر فرمایا ہے:

''شیخ صفی الدین عبد الصمد بن شیخ علم الدین سائی پوری قدس سرہ از کمل اولیاء و اکابر خلفاے شیخ سعد الدین خیر آبادی است۔ قدس سرہٗ''(۲)

ترجمہ: شیخ صفی الدین عبد الصمد بن شیخ علم الدین سائی پوری قدس سرہ اولیائے کاملین اور شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس سرہ کے اکابر خلفا میں ہیں۔(۳)

ملا وجیہ الدین اشرف لکھنوی بحر زخار میں لکھتے ہیں:

''احوال آن جام جہان نمای عین القین [الیقین]، آن ساغر لبریز بر بادۂ حق القین [الیقین]، آن گلدستہ گلزار خاندان چشت، آن مقبول دودمان اہل

---

(۱) مرآۃ الاسرار، مخطوطہ، ق: ۴۵۰

(۲) مآثر الکرام، ص: ۳۳

(۳) مآثر الکرام میں اس مقام پر یہ سہو ہوا کہ شیخ صفی عبد الصمد قدس سرہٗ کے نام اور عرف کے درمیان لفظ ''ابن'' زائد ہو گیا ہے۔ مخدوم صاحب کا نام عبد الصمد اور عرفیت صفی ہے (صفی الدین نہیں)!

بہشت، آن ناظر انوار اسرار بچشم مخمور، قطب الاقطاب مخدوم شیخ صفی الدین ساکن صفی پور، مرید وخلیفہ باستحقاق شیخ سعد خیر آبادیست۔ از اعظم اولیا و اکبر مشائخ، مرجع اقاصی و ادانی بودہ، در کشف حقایق و تربیت طالبان شانے عظیم داشت کہ بہ اندک توجہ ساکنان عالم سفلی را بہ مقام علوی می رسانید۔"(۱)

ترجمہ: عین الیقین کے جام جہاں نما، بادہ حق الیقین کے ساغر لبریز، گلدستۂ گلزار خاندانِ چشت، مقبول خاندان اہل بہشت، مخمور نگاہوں سے انوارِ اسرار کا مشاہدہ فرمانے والے، قطب الاقطاب مخدوم شیخ صفی الدین صفی پوری، شیخ سعد الدین خیر آبادی کے لائق وفائق مرید وخلیفہ ہیں، عظیم اولیا اور کبار مشائخ میں سے ہیں، دور ونزدیک کے باشندوں کے لیے مرجع ہیں، حقائق کے کشف اور طالبین کی تربیت میں اس قدر اعلی مقام رکھتے تھے کہ تھوڑی سی توجہ سے پستی میں رہنے والوں کو بلندی تک پہنچا دیتے۔

افضل العلماء قاضی محمد ارتضا علی عمری گوپاموی (۱۲۷۰ھ) آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"صدر نشین مسندِ ہدایت، جامعِ خصائصِ ولایت، اخترِ برجِ کرامت... جنیدِ زمان شبلی روزگار؛ بہ مُلکِ حقیقت شہِ نامدار... شیخ المشایخ، قطب العرفاء الواصلین، غوث الاسلام والمسلمین پیر دستگیر شاہ عبد الصمد الصفی بن شیخ علم الدین قدّس اللہ تعالیٰ ذاتہٗ و أفاض علینا برکاتہٗ..."(۲)

مولانا حکیم سید عبد الحی رائے بریلوی (۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"الشیخ الأجل عبد الصمد بن علم الدین بن زین الإسلام العثماني

---

(۱) بحر زخار۔ج:۱ص:۴۵۲، ۴۵۳

(۲) فوائد سعدیہ، ص:۱۷

الشيخ صفي الدين السائنبوري، أحد كبار المشايخ الجشتية، ولد ونشأ بسائين بور قرية اشتهرت بعد ذلك بصفي بور نسبة إليه. كان مفرط الذكاء، جيّد القريحة، سليم الذهن، سافر للعلم إلى خير آباد ودخل فى مدرسة العلامة سعد الدين الخيرآبادى، وجدّ فى البحث والاشتغال ثم بالأذكار والأشغال، حتى نال حظًا وافرا من العلم والمعرفة ولبس من الشيخ المذكور الخرقة، وصار من أكابر المشايخ فى حياة شيخه. أخذ عنه خلقٌ كثيرٌ من العلماء والمشايخ، منهم الشيخ نظام الدين الرضوى الخيرآبادى والشيخ فضل الله الجونپورى وغيرهما، وكان سائر الذكر بعيد الصيت، أشهر العارفين قدرا و ذكرا، تذكر له كشوف وكرامات۔مات لاثنتي عشرة بقين من محرم سنة ثلاث وثلاثين وتسعمائة، وقبره مشهور ظاهر في صفي بور. (۱)

ترجمہ: شیخ بزرگ عبد الصمد بن علم الدین بن زین الاسلام عثمانی (معروف بہ) شیخ صفی الدین سائیں پوری، اکابر مشائخ چشت میں سے ہیں۔آپ کی ولادت ونشونما سائیں پور میں ہوئی، سائیں پور ایک گاؤں ہے جو بعد میں آپ کی طرف منسوب ہوکر صفی پور ہو گیا۔ آپ انتہائی ذہین،خوش طبع اورزیرک و ذہین تھے۔حصول علم کے لیے خیرآباد کا سفر کیااور علامہ سعد الدین خیرآبادی کے مدرسے میں داخل ہوئے۔ پہلے بحث ومباحثے میں اور پھر ذکرواذکار میں خوب محنت کی ، یہاں تک کہ علم ومعرفت سے خوب

(۱) نزہۃ الخواطر، ۴/ ۳۶۵

خوب حصہ پایا۔ شیخ مذکور سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی اور ان کی حیات ہی میں اکابر مشائخ میں شمار ہونے لگے۔ شیخ نظام الدین رضوی خیرآبادی اور شیخ فضل اللہ جونپوری وغیرہ بہت سے علما ومشائخ نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ بے پناہ مقبول تھے اور آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ شہرت ومنزلت ہر لحاظ سے عظیم ترین عارفین میں سے تھے۔ آپ کی طرف بہت سی کشف وکرامات منسوب ہیں۔ آپ کی وفات ۱۸؍محرم ۹۳۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی تربت صفی پور میں ظاہر ومشہور ہے۔

وصال

حضرت مخدوم کا وصال شب دوشنبہ ۱۹؍محرم الحرام ۹۴۵ھ/ ۱۷؍ جون ۱۵۳۸ء میں ہوا۔ (۱) بعض تذکروں میں ۱۸؍محرم بھی تاریخ ملتی ہے، ۱۹؍محرم مشہور ہے اور اسی کے مطابق آپ کے خلیفہ شیخ ابوالفتح آسیونی کی تحریر ہے (جو آئندہ صفحات میں درج ہے) نیز اسی تاریخ میں آپ کا عرس مبارک بھی ہوتا ہے۔

سن وصال کی تحقیق

آپ کا سن وصال بعض تذکرہ نگاروں نے ۹۳۳ھ لکھا ہے، میر غلام علی آزاد بلگرامی (۱۲۰۰ھ) 'مآثر الکرام' میں تحریر کرتے ہیں:

"وفات شیخ صفی نوزدہم ماہ محرم ۹۳۳ھ"۔ (۲)

(شاہ صفی کی وفات ۱۹ محرم ۹۳۳ھ کو ہوئی۔)

'فوائد سعدیہ' میں قاضی ارتضا علی صفوی (۱۲۷۰ھ) تحریر کرتے ہیں:

---

(۱) عین الولایت، ص: ۴۴

(۲) مآثر الکرام، ص: ۳۶

''وفاتش ہژدہم محرم الحرام سنہ نہصد وسی وسہ ہجری، ومزارمبارکش درسائی پور زیارتگاہ خلائق است۔ برمرقدِ شریفش آنقدر ہیبت وجلال است کہ حین زیارت دربدن رعشہ می افتد۔'' (آپ کی وفات ۱۸ محرم الحرام ۹۳۳ھ کو ہوئی۔آپ کا مزارمبارک سائی پور میں زیارت گاہ خلائق ہے۔آپ کی مرقدِ شریف پر ایسی ہیبت اور ایسا جلال ہے کہ زیارت کے وقت جسم پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔(۱)

میرآزاد بلگرامی نے ماثر الکرام میں میر عبدالواحد بلگرامی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے تاریخ وصال ''شیخ پاک'' کہی ہے۔شیخ پاک کا عدد ۹۳۳ ہی نکلتا ہے۔لیکن سلسلۂ صفویہ کی عظیم علمی شخصیت حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری عین الولایت میں تحریر فرماتے ہیں:

''وفات شریف سنہ نوسو پینتالیس (۹۴۵ھ) میں واقع ہوئی۔ چنانچہ جب آپ نے حضرت شیخ ابوالفتح آسیونی کوخلیفہ کیاہے تب مثال اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر مرحمت فرمائی ہے۔اس کے آخر میں لکھاہے:''کتبہٗ صفی بن عَلَم ۹۴۴ھ أربع وأربعين وتسعمأة۔'' اور اسی مثال کے حاشیہ پر حضرت شیخ ابوالفتح نے آپ کے اسم مبارک کے پاس اپنے ہاتھ سے لکھاہے کہ آپ کی وفات دوشنبہ کی رات کو محرم کی انیسویں تاریخ سنہ نوسو پینتالیس (۹۴۵ھ) میں واقع ہوئی۔

یہ مثال حضرت امیر اللہ شاہ صاحب کے پاس موجود ہےاوراس پر آپ کی مہر بھی لگی ہوئی ہے۔اس کا نقش یہ ہے:''عبدالملک العلام صفی علم بن زین الاسلام'' اورمہر گولی ہے۔اسی کے موافق جناب ماموں صاحب قبلہ مولوی

---

(۱) فوائد سعدیہ، ص:۱۹

حکیم ہدایت اللہ مرحوم خیرآباد سے خواہ کہیں اور سے حضرت شیخ پیارہ آپ کے خلیفہ کے مثال پران کا لکھا ہوا دیکھ آئے تھے۔ اسی حساب سے ''شیخ پاک بوذ'' اور ''مخدوم صفی زاہد ولی بوذ'' دونوں تاریخیں قدیم سے چلی آتی ہیں۔ جو لوگ ''بوذ'' کو ان دونوں میں سے نابود کرتے ہیں، محض بے سود کرتے ہیں۔''(۱)

ان تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی نے تاریخِ وفات ''شیخ پاک بوذ'' (۹۴۵) کہی ہے، مگر ناقلین سے لفظ ''بوذ'' (۱۲) سہواً رہ گیا، جس سے تاریخ میں غلطی درآئی۔

قطعۂ تاریخ

حضرت مخدومی شاہ محمد عزیز اللہ عزیز رحمۃ اللہ نے حسب ذیل تاریخ کہی ہے:

شاہ صفی حضرتِ عبد الصمد　　رفت بہ جنت ز سہ پنجی سرائے
مصرع تاریخ نوشتم عزیزؔ　　<u>مردِ خدا بود و ولی ہائے ہائے</u>

ترجمہ: شاہ صفی حضرت مخدوم عبد الصمد اس دنیائے فانی سے جنت میں تشریف لے گئے۔ عزیز! میں نے مصرعہ تاریخ لکھا: <u>مردِ خدا بود و ولی ہائے ہائے</u> (۹۴۵ھ) آپ مرد خدا و ولی تھے۔

قطعۂ دیگر

عاشق پاکباز شاہِ صفی　　آنکہ او بود مست جام الست
آنکہ مانند او بہ زہد وصلاح　　صانع باکمال نقش نبست
آنکہ باکیف عشق و حالت سعد　　بود ہر دم زِ جامِ مینا مست
عارفے کز کمالِ استغنا　　از دو عالم بداشت یکسر دست

---

(۱) عین الولایت، ص: ۴۴-۴۵

به غنائے وجود باقی شد — تاکہ از بند انتقال برست
ہست را کمترک زِ نیست شمرد — نیست دانست ہرچہ بودہ وہست
ناگہانی بہ امتثالِ قضا — رخت چوں از سرائے فانی بست
شور و فریاد از جہاں برخاست — ہمہ عالم بہ ماتمش بنشست
اشک حسرت زِ چشم ہا بچکید — آتش غم زِ سینہ ہا برجست
اے ولایت خرد ز رحلت اُو — بہر تاریخ سال فکرت بست
گفت ناگہ سروش در گوشش — با علی شاہ اولیا پیوست

ترجمہ: شاہ صفی عاشق پاک باز، وہ صفی جو جام الست سے مست تھے۔
وہ صفی کہ ان کے جیسے زاہد وصالح کا نقشہ صانع باکمال نے نہیں کھینچا۔
وہ صفی جو کہ کیف عشق وسعادت میں ہر لمحہ جام مینا سے مست تھے۔
ایسے عارف کہ اپنے کمال استغنا کی وجہ سے دونوں عالم سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔
وہ موجود باقی ذات کے ساتھ باقی ہو گئے تاکہ فنا کی زنجیر سے آزاد ہو جائیں۔
انہوں نے اس فانی وجود کو عدم سے بھی کمتر جانا اور اس کائنات کو معدوم سمجھا۔
قضا وقدر کی اطاعت کرتے ہوئے اچانک انہوں نے جب سرائے فانی سے رخت سفر باندھا۔ تو دنیا سے آہ ونالہ بلند ہوا اور سارا عالم ماتم کناں ہو گیا۔
آنکھوں سے حسرت وافسوس کے آنسوں ٹپکنے لگے اور سینوں سے غم واندوہ کی آگ نکلنے لگی۔ اے ولایت! ان کے وصال پر سال تاریخ کی تخریج کے لیے عقل نے فکر کے تانے بانے بنے۔ تو کان میں ہاتف غیبی نے کہا: ''با علی شاہ اولیا پیوست'' (۹۴۵ھ) شاہِ اولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ جا ملے۔

○○○

سلاسل طریقت

سلسلۂ عالیہ چشتیہ

حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہٗ (۱۹؍محرم ۹۴۵ھ)

حضرت مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی قدس اللہ سرہٗ (۱۶؍ربیع الاول ۹۲۲ھ)

حضرت شیخ محمد معروف بہ مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ (۲۳؍صفر ۸۸۴ھ)

حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس اللہ سرہٗ (۱۷؍شوال ۸۵۵ھ)

حضرت مخدوم صدرالدین محمد راجو قتال قدس اللہ سرہٗ (۱۶؍جمادی الثانی ۸۲۷ھ)

حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہٗ (۱۰؍ذی الحجہ ۷۸۵ھ)

حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی قدس اللہ سرہٗ (۱۸؍رمضان ۷۵۷ھ)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ (۱۸؍ربیع الثانی ۷۲۵ھ)

حضرت بابا خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرہٗ (۵؍محرم ۶۶۴ھ)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس اللہ سرہٗ (۱۴؍ربیع الاول ۶۳۳ھ)

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری قدس اللہ سرہٗ (۶؍رجب ۶۳۲ھ)

تا آخر

سلسلۂ عالیہ قادریہ

حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ محمد بن قطب معروف بہ مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم سید ابوالفضل محمد راجو قتال قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الحق بخاری قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ محمد بن عبید غیثی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ شمس الدین عبید بن فاضل غیثی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ ابوالمکارم فاضل بن عبید غیثی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ ابوالغیث بن جمیل قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ شمس الدین علی بن افلح حداد قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ علی حداد قدس اللہ سرہٗ

حضرت محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ (۱۷/ربیع الآخر ۵۶۱ھ)

تا آخر

سلسلۂ عالیہ سہروردیہ

حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ محمد بن قطب معروف بہ مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم سید ابوالفضل محمد راجو قتال قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الحق بخاری قدس اللہ سرہٗ

حضرت خواجہ کبیر الحق والدین احمد بخاری قدس اللہ سرہٗ (۷۵۹ھ)

حضرت جلال الدین میر سرخ بخاری قدس اللہ سرہٗ (۱۹ر جمادی الاولیٰ ۶۹۰ھ)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ (۷ر صفر ۶۶۶ھ)

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس اللہ سرہٗ (یکم محرم ۶۳۲ھ)

تا آخر

شجرۂ تلقین ذکر

حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ محمد بن قطب معروف بہ مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ یوسف ایرچی قدس اللہ سرہٗ

حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ امام الدین محمد گازرونی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ امین الدین گازرونی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ اوحد الدین عبداللہ بن مسعود بلیانی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ اصیل الدین شیرازی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ رکن الدین ابوالغنائم بن فضل بن ابوالقاسم قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ قطب الدین بن ابورشید احمد بن محمد ابہری قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ احمد غزالی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ ابوحفص عمر بن محمد عمویہ قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ ممشاد دینوری قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ سری سقطی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ داؤد طائی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ

حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ

حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

سید الاوّلین والآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

○○○

باکمال خلفا

میر سید طٰہٰ بن سید قطب الدین بلگرامی

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

’’بادشاہ بابر [۱۴۸۳-۱۵۳۰ء] کے عہد میں چند مغل پیر دستگیر مخدوم شاہ صفی - قَدَّسَ اللہُ سِرَّہٗ - سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے- دوران ملاقات سیادت کی صحت پر گفتگو ہونے لگی۔ مغلوں نے ہندوستان میں صحیح النسب سادات کے وجود کا انکار کیا اور کہا کہ یہاں کوئی سید نہیں ہے۔

مخدوم صاحب نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ ماننے پر آمادہ نہیں تھے۔ کہنے لگے کہ ہمارے ملک میں صحیح الاصل متقی و متدیّن زاہد و عابد سادات ہیں، جن کی سیادت کی علامت یہ ہے کہ ان کے بال آگ میں نہیں جلتے۔

مخدوم صاحب نے فرمایا: ہندوستان میں بھی ایسے سادات موجود ہیں-

مغلوں کو مزید تعجب ہوا اور انہیں لگا کہ شیخ بڑا بول بول رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی ایک کو پیش کیجیے-

حضرت مخدوم نے اس فقیر کے چچا جن کا نام طاہر تھا اور سید طٰہٰ کہا جاتا تھا کو طلب فرمایا۔

چوں کہ وہ سراپا طاہر تھے لہٰذا مخدوم صاحب نے ان کے کاکل کا ایک حصہ کاٹا

اورآگ پر رکھ دیا۔ دیر تک آگ پر رکھنے کے بعد جب اٹھایا تو ایک ذرہ بھی اس میں نہیں جلا تھا اور ویسے کا ویسا ہی تھا۔

مغلوں کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ کبھی وہ مخدوم صاحب کے پاؤں پڑتے اور کبھی سید طٰہٰ کے قدموں پر گرتے۔"(۱)

سید طٰہٰ بلگرامی قدس سرہٗ کا وصال پیرومرشد کی حیات میں ہی ہوگیا تھا، ان کا مزار مبارک مخدوم صاحب کے روضے کے پائیں جانب واقع ہے۔

آپ کے تمام خلفا صاحبان کمال اور ذی علم حضرات تھے۔ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

"خلفاے حضرت مخدوم شیخ صفی ہمہ اہل علم بودند، وایشان ہیچ جاہلے را خلافت ندادند۔"(۲)

حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کے تمام خلفا عالم تھے۔ آپ نے کسی جاہل کو خلافت نہیں دی۔

عین الولایت میں مذکور خلفا کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت بندگی شیخ مبارک جاجموی قدس اللہ سرہ (خواہرزادہ وسجادہ نشین)

(۲) حضرت سید نظام الدین عرف مخدوم الہدیہ خیرآبادی قدس سرہ

(۳) حضرت شیخ فضل اللہ گجراتی قدس اللہ سرہ

(۴) حضرت شیخ حسین محمد سکندرآبادی قدس اللہ سرہ

(۵) حضرت شیخ مبارک سنڈیلوی قدس سرہٗ

(۶) حضرت شیخ محمد مانوجگوری قدس سرہٗ

---

(۱) سبع سنابل، ص: ۲۶-۲۷

(۲) سبع سنابل، ص: ۸۲

(۷) حضرت شیخ اللہ دیہ جنولی قدس سرہٗ

(۸) حضرت سید حسن محمد اودھی قدس سرہٗ

(۹) حضرت شیخ حاجی منڈھن آسیونی قدس سرہٗ

(۱۰) حضرت شیخ جان سانڈھوی قدس سرہٗ

(۱۱) حضرت میر ابراہیم بلگرامی قدس سرہٗ (والد ماجد حضرت میر عبدالواحد بلگرامی)

(۱۲) حضرت میر طاہر عرف سید طٰہٰ بلگرامی قدس سرہٗ

(۱۳) حضرت شیخ پیارہ کنجوی قدس سرہٗ

(۱۴) حضرت شیخ ابوالفتح آسیونی قدس سرہٗ

(۱۵) حضرت شیخ جانو کاکوروی قدس سرہٗ

(۱۶) حضرت سید جیو موہانی قدس سرہٗ

(۱۷) حضرت شیخ عبدالغنی فتح پوری قدس سرہٗ

(۱۸) حضرت شیخ کمال الدین پھول قدس سرہٗ

○○○

اجراء سلسلۂ صفویہ

مخدوم صاحب کے خلفا میں چار حضرات کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ان حضرات کے علاوہ چند دیگر خلفا کے سلسلۂ ارادت کا بھی تذکرہ ملتا ہے مثلاً مخدوم سید مبارک سنڈیلوی وغیرہ۔ مگر اب تک وہ سلسلہ جاری ہو، اس کی تفصیلات ہمیں دستیاب نہیں ہیں۔ حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے چار خلیفہ سے سلسلہ جاری ہے:

(۱) بندگی شیخ مبارک سے، جو آپ کے بھانجے اور صاحب سجادہ ہیں۔

(۲) مخدوم الہدیہ خیر آبادی سے اور یہ سلسلہ حضرت شاہ قدرت اللہ قدس اللہ سرہٗ کے واسطے سے یہاں [صفی پور میں] موجود ہے۔

(۳) شیخ فضل اللہ گجراتی سے اور یہ سلسلہ بھی حضرت شاہ قطب عالم (۱) کے واسطے سے یہاں [صفی پور میں] موجود ہے۔

(۴) حضرت شیخ حسین محمد سکندر آبادی سے، [سکندر آباد] جو دہلی کے پاس ہے۔ اور یہ سلسلہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی صاحبِ [سبع] سنابل کی اولاد میں شائع ہے، جو بلگرام اور مارہرہ میں ہیں۔'' (۲)

---

(۱) شیخ قطب عالم صفوی کا ذکر ص: ۱۳۷ پر ملاحظہ ہو۔

(۲) عین الولایت، ص: ۵۵-۵۶

ان حضرات کے مختصر حالات بالترتیب یہاں درج کیے جاتے ہیں:

(۱) مخدوم سید نظام الدین معروف بہ شیخ الہدیہ خیر آبادی (۹۹۳ھ)

(۲) مخدوم شیخ حسین سکندر آبادی (۹۷۵ھ)

(۳) مخدوم شیخ فضل اللہ گجراتی (۹۵۵ھ)

(۴) بندگی شیخ مبارک جاجموی (۹۵۶ھ) (خواہر زادہ و جانشین، آپ کے حالات سجادگان والے حصے میں مذکور ہیں۔)

○○○

مخدوم نظام الدین الہدیہ خیرآبادی قدس سرہ

(۸۹۰-۹۹۳ھ/ ۱۴۸۵-۱۵۸۵ء)

مخدوم سید نظام الدین معروف بہ شیخ الہدیہ بن سید میرن سنڈیلوی خیرآبادی بچپن ہی میں اپنے والد کے ہمراہ مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے۔ سلسلۂ نسب سید محمد صدرالدین بھکری بن سید محمود مکی کے واسطے سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

مرشد کے اشارے پر تحصیل علم کی خاطر پنجاب کا سفر کیا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ مرشد کا وصال ہو گیا۔ پیرومرشد نے اپنے خلیفہ مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کو وصیت کی تھی کہ الہدیہ جب واپس آئیں تو تعلیم و تربیت کرنا اور خرقۂ خلافت عطا کرنا۔ جب آپ مخدوم شاہ صفی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اس دن مخدوم شیخ سعدالدین قدس سرہ کا عرس تھا۔ مخدوم شاہ صفی نے شیخ الہدیہ سے محفل میں چلنے کو کہا۔ آپ نے قوالی کے آلات کی وجہ سے اعراض کیا۔ مخدوم نے قوالوں کو آلات سے دور ہونے کا حکم دیا اور تھوڑی دیر کے بعد آلات نے خود ہی سرود شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی شیخ الہدیہ کیف میں آئے اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ مخدوم صاحب مجھگواں گئے ہیں۔ شیخ الہدیہ بھی مجھگواں گئے، مگر وہاں معلوم ہوا کہ مخدوم لکھنؤ گئے، جب شیخ لکھنؤ حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ صفی پور گئے اور شیخ جب صفی پور آئے تو معلوم ہوا کہ مخدوم

خیرآباد گئے۔شیخ الہدیہ صفی پور ہی میں مزدوروں کے ساتھ مخدوم کی خانقاہ کی تعمیر میں بغیر اجرت کے مصروف رہے کہ مخدوم خیرآباد سے واپس ہوئے اور فرمایا:"شما بنائے خود مستحکم کردید"(تم نے اپنی بنیاد پکی کر لی۔)(۱)

خیرآباد و اطراف میں آپ چھوٹے مخدوم صاحب کے نام سے مشہور ہیں اور مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی قدس سرہ بڑے مخدوم صاحب کہلاتے ہیں۔آپ کا آخری زمانہ اکبر بادشاہ کا ہے۔بادشاہ کے کارندوں نے آپ کو پریشان کرنا چاہا اور دربار شاہی میں بلایا۔مگر بادشاہ آپ کے ہیبت وجلال کو دیکھتے ہی تعظیماً کھڑا ہو گیا اور عزت واحترام کے ساتھ پیش آیا۔فیضی جو اکبر بادشاہ کا معتمد علیہ تھا،اس نے آپ کو پریشان کرنے کے لیے مختلف طریقے اپنائے مگر عاجز رہا اور بالآخر آپ کا معتقد ہو گیا۔شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی(۱۰۵۲ھ)اخبار الاخیار میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے راقم ہیں:

"از مریدانِ شیخ سعد خیرآبادی،شیخ اللہ دیا خیرآبادی است کہ بہ غایت مسّن ومعمر و متبرک بود،در ہنگامی کہ بہ امرِ والی عہد درین دیار تشریف آوردہ بود بہ غایت تعظیم وتکریم مخصوص گشتہ،بعضی آثارِ عظمت وکرامت از وی بہ ظہور رسیدہ۔فقیر خدمتِ او را دریافتہ بود۔ہم در این سال کہ نہصد ونود وسہ است از عالم رفت۔رحمۃ اللہ علیہ"(۲)

ترجمہ:شیخ سعد خیرآبادی کے مریدین میں سے شیخ اللہ دیا خیرآبادی بھی ہیں جو بہت عمر دراز اور متبرک شخصیت تھے۔جس زمانے میں بادشاہ(اکبر)کے حکم سے اس دیار میں تشریف لائے تھے،بڑی تعظیم وتکریم سے نوازے گئے تھے۔آپ سے بعض کرامتوں کا ظہور بھی ہوا تھا۔فقیر آپ کی خدمت میں

---

(۱)فوائد سعدیہ،ص ۲۲

(۲)اخبار الاخیار،مطبوعہ تہران،ص:۳۸۶؛مطبوعہ دہلی،ص:۱۹۴؛خطی نسخہ:ق ۲۱۷)

حاضر ہوا تھا۔اسی سال ۹۹۳ھ میں عالم فانی سے رخصت ہوئے۔

۷/ربیع الاول ۹۹۳ھ/ ۸ مارچ ۱۵۸۵ء میں آپ کا وصال ہوا اور خیرآباد میں مدفون ہوئے۔فیضی نے آپ کے مرقد مبارک پر گنبد بنوایا، جو آج بھی موجود ہے اور آپ کے لیے قطعۂ تاریخ بھی کہا، جو روضہ شریف کی دیواروں پر نقش ہے۔آپ کے فضل وکمال کا اعتراف آپ کے معاصر علماء ومشائخ نے کیا ہے اور تمام تذکرہ نگاروں نے بلند القاب سے آپ کو یاد کیا ہے۔

آپ کے صاحبزادے مخدوم سید ابوالفتح خیرآبادی (م ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) آپ کی علمی و روحانی وراثت کے امین ہوئے۔آپ کی اولاد میں بکثرت علما وفضلا پیدا ہوئے۔ان سب کی خدمات کا احاطہ ایک مستقل موضوع ہے۔

قطعۂ تاریخ

مخدومِ پاکان اللہ دیہ رفت
از دارِ فانی سوے ارمگاہ
گفتم عزیزا تاریخِ رحلت
مجبوبِ آفاق رفت از جہان آہ (۱)

ترجمہ: مخدوم الصلحاء اللہ دیہ دنیاے فانی سے جنت کی طرف تشریف لے گئے۔ عزیز! میں نے آپ کی تاریخ وصال کہی، آہ محبوبِ آفاق دنیا سے تشریف لے گئے۔

○○○

(۱) عین الولایت، ص: ۱۸۰

شیخ حسین سکندر آبادی قدس اللہ سرہ

(م:۹۷۸ھ/۱۵۷۱ء)

شیخ حسین محمد سکندر آبادی مخدوم شاہ صفی کے مرید و خلیفہ اور میر عبد الواحد بلگرامی کے مربی اور شیخ خلافت ہیں۔ شروع میں آپ ایک ذی حیثیت امیر شخص تھے۔ تیر اندازی اور دیگر فنون سپہ گری میں بہت ماہر اور سبّاق تھے کہ بادشاہوں تک آپ کا شہرہ پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی فیاضی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ سونا چاندی، اینٹ اور پتھر کی طرح آپ کی نظروں میں بے حقیقت تھے۔ اچانک جذبۂ الٰہی آ پہنچا جس نے آپ کو دنیوی آلائش سے صاف کر دیا۔ سارا مال و متاع لوگوں میں تقسیم کر دیا اور بالکل مجذوب ہو گئے۔ دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کی محبت اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت صادقہ کے جذبے کے اور کچھ نہ رہا۔ اس حال میں خرقِ عادات اور کرامات کا بے حد صدور ہوتا۔ اس طرح چند سال اطراف و جوانب میں پھرتے رہے کہ شاید کوئی پیر کامل دستگیری فرمائے۔ مختلف لوگوں سے ملاقات کرتے رہے۔ جس بزرگ کا ذکر سنتے اس کی خدمت میں حاضر ہو جاتے لیکن کچھ دنوں میں ہی معلوم ہوتا کہ وہ اسرار وقت سے خالی ہے، اس کے پاس سے روانہ ہو جاتے۔ اسی حالتِ جذب میں کبھی مے نوشی اور بنگ نوشی بھی ہو جاتی، کبھی اس قدر جذب غالب ہوتا کہ ہلاکت کے قریب ہو جاتے۔ اس حال میں دو مرتبہ ہاتفِ غیبی کی آواز سنی، یہاں تک

کہ قصبہ کاکوری میں حضرت مخدوم قاضی محمد منّ اللہ کاکوروی قدس سرہ (مرید وخلیفہ حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند روز آپ کی صحبت میں رہے۔ ایک روز آپ کا تصنیف کردہ ایک رسالہ دیکھا تو سوچا کہ اگر کاغذ اور دوات ہوتی تو اسے نقل کرلیتا۔ حضرت مخدوم نے فوراً کاغذ اور دوات منگا کر دے دیا، چنانچہ آپ نے وہ رسالہ نقل کرلیا۔ لیکن آپ کی بھی خدمت میں ارادت نہ قائم ہوسکی اور آپ سے اجازت لے کر دہلی روانہ ہوگئے۔

دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی بارگاہ میں قیام کیا۔ ایک رات آپ نے خواب میں آکر فرمایا کہ تمہیں ہم نے چشتیوں کے حوالے کردیا۔ آپ نے بیدار ہوکر سوچا کہ دنیا میں اتنی کثیر تعداد میں چشتی ہیں، معلوم نہیں پیرانِ چشت میں سے مجھے آپ نے کس کے حوالے فرمایا؟ دوسری رات حضرت خواجہ قطب الاقطاب کو پھر دیکھا، آپ کے دست مبارک میں ایک کاک (روٹی) ہے جو آپ نے انہیں عنایت فرمائی اور فرمایا کہ تمہیں شیخ مینا کے فرزندوں کے حوالے کردیا۔

فجر بعد آپ جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو ایک فقیر آیا اور اس نے ایک کاک آپ کو دی اور کہا کہ یہ کاک تجھے حضرت خواجہ نے عنایت کی ہے۔ وہاں سے آپ قنوج آئے اور یہاں لوگوں سے پوچھا کہ حضرت مخدوم شاہ مینا کے خلفا میں کون کون حضرات موجود ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مخدوم شاہ مینا کے خلیفہ مخدوم شیخ سعد تھے، جن کے دو خلیفہ ابھی باحیات ہیں: ایک حضرت قاضی محمد منُّ اللہ کاکوروی اور دوسرے حضرت مخدوم شاہ صفی سائیں پوری قدس سرہما۔ آپ نے سوچا کہ میں حضرت قاضی صاحب سے تو آشنا ہوں، پہلے کاکوری چل کر انہیں کی زیارت کرتا ہوں، اگر وہاں نصیب نہ ہوا تو پھر حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ جب دریاے گنگا پار کرلیا تو طے کیا کہ آج ملّاواں (ضلع ہردوئی) میں رک

جاوں گا اور پھر وہاں سے سنڈیلہ ہوتے ہوئے کاکوری چلا جاؤں گا۔ ملاواں کا راستہ معلوم کرتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ بانگرمئو (ضلع اناؤ/صفی پور سے شمال مغرب جانب ۲۲ کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور تحصیل) پہنچ گئے۔ یہاں ایک طالب علم سے ملاقات ہوئی، اس سے دریافت کیا کہ ملانواں کتنی دور ہے؟ اس نے کہا کہ ملاواں کہاں! آپ تو بانگرمئو میں ہیں۔

آپ نے خیال کیا کہ مجھے ملانواں کے بجائے بانگرمئو لے آیا گیا ہے، شاید میرا حصہ مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کی بارگاہ میں ہے۔ اس طالب علم سے پوچھا کہ مخدوم صاحب کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: میں آپ کا مرید ہوں۔ پھر پوچھا کہ قاضی محمد منّ اللہ قدس سرہ کو بھی جانتے ہو؟ اس نے کہا: جی بالکل! پھر آپ نے سوال کیا کہ ان دونوں بزرگوں میں کیا فرق ہے؟ اس نے کہا: میری کیا حیثیت کہ بزرگوں کے مابین تفریق کروں! آپ نے دریافت کیا کہ میں ان حضرات کا طور طریقہ جاننا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: حضرت قاضی محمد نے جاگیر اور ریاست قبول کر لی ہے اور آپ کی ماتحتی میں چند گاؤں بھی ہیں، جب کہ مخدوم شاہ صفی نے کوئی جاگیر و ریاست قبول نہیں کی۔ جب یہ بات آپ نے سنی تو سوچا کہ میں دنیاوی تعلقات سے دست بردار ہو چکا ہوں، لہٰذا میرے لیے مناسب یہی کہ ایسے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوں جو علائقِ دنیوی سے کنارہ کش ہوں۔

اس روز بانگرمو میں قیام کیا اور دوسرے روز فتح پور پہنچے اور وہاں کپڑے صاف کر کے غسل کیا اور شراب اور بھانگ سے توبہ کی اور صفی پور کا قصد کرتے ہوئے تین نیتیں کیں:

(۱) چند بیڑے پان لے کر مخدوم صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا، مخدوم صاحب ایک بیڑا خود کھا لیں اور ایک بیڑا مجھے عطا فرمائیں اور باقی دوسروں میں تقسیم فرمائیں۔

(۲) میں اوباش قسم کے لوگوں کی طرح ہوگیا ہوں۔ جہاں جاتا ہوں لوگ اپنے سامان کی مجھ سے حفاظت کرتے ہیں، لہٰذا مخدوم صاحب ایسی بات فرمادیں کہ حاضرین خانقاہ میری طرف سے مطمئن ہوجائیں۔

(۳) مخدوم صاحب کلاہِ ارادت بغیر طلب مجھے عطافرمائیں۔

جب آپ صفی پور پہنچے تو کامل اعتقاد اور مکمل یک سوئی دل میں پیدا ہوگئی، لہٰذا ان تینوں ارادوں سے آپ باز آگئے اور سوچا کہ شیرینی لے کر خدمت میں حاضر ہوجاؤں، چنانچہ حلوائی کی دوکان معلوم کر کے روانہ ہوئے تو پان بیچنے والے کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں سے واپس ہوئے اور دوبارہ حلوائی کی دوکان تلاش کرتے ہوئے پھر پان والے کے پاس ہی جا پہنچے۔ اس طرح تیسری دفعہ مجبوراً چند بیڑے پان کے خریدے اور مخدوم صاحب کی خدمت میں روانہ ہوگئے۔ شرف قدم بوسی حاصل کی اور وہ چند بیڑے پیش کیے۔

مخدوم صاحب نے آپ کا نام دریافت کیا، آپ نے عرض کیا کہ میرا نام حسین ہے۔ فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ مجھے مسلمان کردیں۔ مخدوم صاحب نے پان کا ایک بیڑا خود کھایا اور ایک آپ کو عطا کیا اور باقی رکھ لیا اور فرمایا: شیخ حسین! میں جاے نماز اور پاپوش چھوڑے جارہا ہوں تم دیکھنا، جب تک میں آجاؤں۔ آپ نے سمجھ لیا کہ مخدوم صاحب نے یہ بات لوگوں کے اطمینان کے لیے کہی ہے تاکہ مجھ سے بدگمان نہ ہوں۔ مخدوم صاحب تشریف لے گئے اور ایک کلاہ لے کر آئے اور آپ کو عطا کی۔

ڈیڑھ سال مستقل آپ پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہے اور پیرومرشد کے تعلیم کردہ اوراد و وظائف، نوافل، ذکروفکر اور ریاضت و مجاہدہ میں کامل یکسوئی سے مشغول رہے۔ مخدوم صاحب نے آپ کی تکمیل فرما کر اجازت و خلافت سے نوازا اور حکم فرمایا کہ جاؤ، اپنے مکان پر ہی قیام کرو اور وہاں اپنی مشغولیت جاری رکھو اور خلقِ خدا کی رہنمائی کرو۔

یہ ساری تفصیلات آپ کے خلیفہ ومجاز حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ نے سبع سنابل میں درج کی ہیں۔(۱)

ملاعبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور سن ۹۷۴ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ درج کیا ہے۔(۲)

حضرت شیخ حسین سکندرآبادی کا فیضان میر سید عبدالواحد بلگرامی کے واسطے سے بلگرام اور مارہرہ پہنچا، جہاں سے بدایوں اور بریلی وغیرہ فیضیاب ہوئے۔

آپ کا وصال ۸؍شعبان المعظم ۹۷۸ھ/ ۵؍جنوری ۱۵۷۱ء کو ہوا۔ ''رحمت برحسین'' مادۂ تاریخ ہے۔(۳)

○○○

---

(۱) سبع سنابل، سنبلۂ دوم، ص: ۸۲-۸۵

(۲) منتخب التواریخ، ص ۳۰۰

(۳) سبع سنابل، حاشیہ، ص: ۸۲

شاہ فضل اللہ گجراتی قدس اللہ سرہ

(۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء)

شیخ فضل اللہ گجراتی، مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ 'عالم، متوکل اور فنافی اللہ' جیسی صفات سے تذکرہ نگاروں نے آپ کو یاد کیا ہے۔(۱)

صاحبِ گلزار ابرار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قیام رُہتک (ہریانہ) میں بھی رہا، جہاں آپ کے فیض سے لوگ مستفیض ہوتے رہے۔

عین الولایت میں ہے:

> آپ وہاں [گجرات کے جس نواح میں آپ آسودۂ خاک ہیں] چھوٹے مخدوم سے مشہور ہیں اور بڑے مخدوم کوئی اور بزرگ ہیں۔ جب مخدوم شاہ صفی قدس سرہ سے اجازت لے کر گجرات میں پہنچے تھے تو نقارہ رکھوا دیا تھا کہ جو شخص طالب خدا ہو وہ میرے پاس آئے۔ آپ کے یہاں مدرسہ بھی بنا ہوا ہے، علمِ ظاہر بھی تعلیم کیا جاتا ہے اور تربیتِ باطنی بھی جو مخدوم شاہ صفی قدس سرہ سے پہنچی ہے، اب تک موجود ہے۔(۲)

آپ اپنے صاحبزادے شیخ محمد بن فضل اللہ گجراتی کو صغر سنی میں چھوڑ کر انتقال فرما

---

(۱) گلزار ابرار، ص:۲۱۸

(۲) عین الولایت۔ ص:۱۳۵

گئے اور شیخ ماہ جونپوری رحمہٗ اللہ سے فرمایا تھا کہ میرا فرزند قطب الوقت ہوگا۔(۱)

شیخ ابو محمد بن خضر تمیمی قدس سرہ آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ انہوں نے ہی آپ کے صاحبزادے شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرہ تک والد ماجد کی نعمت باطنی پہنچائی۔

سال وفات معلوم نہیں ہو سکی، البتہ گلزار ابرار میں ہے: آپ کی رحلت دسویں صدی کے اوّلین نصف حصے میں ہوئی ہے۔(۲)

○○○

---

(۱) عین الولایت، ص: ۱۳۴

(۲) گلزار ابرار، ص: ۲۱۸

خانقاہ صفویہ کے سجادگان

مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کی مسند سجادگی پر بیٹھنے والے ہر عہد میں چندے آفتاب وچندے ماہ تاب گزارے ہیں۔اب ذیل میں سجادگان والاتبار کا مختصر تعارف ترتیب وار پیش کیا جاتا ہے:

(۱) بندگی شیخ مبارک قدس سرہ (م:۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء)

مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہٗ اپنے پیر اور دادا پیر ہی کی طرح مجرد تھے۔

آپ نے اپنی ہمشیرہ بی بی خاصہ سے ان کے صاحبزادے حضرت بندگی شاہ مبارک فاروقی جاجموی کو بچپن ہی میں طلب فرمالیا تھا اور خود ہی ان کی تعلیم وتربیت فرمائی تھی۔آپ ہی بعد میں صفوی مے کدہ کے پیر مغاں اور ساقی بنے۔آپ کی اولاد میں آج بھی یہ روحانی سلسلہ جاری ہے۔

بندگی شیخ مبارک بن شیخ عبدالملک، مخدوم اعلیٰ جاجموی کی اولاد میں ہیں۔آپ نسباً فاروقی ہیں۔سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے:

بندگی شیخ مبارک بن شیخ عبدالملک بن شیخ محمد (لدن) بن شیخ محمد (گدن) بن شیخ محمد جعفر بن شیخ محمد منجھلے بن شیخ محمد غوث بن شیخ محمد حق گو ملک یار برّاں بن مخدوم شاہ اعلیٰ جاجموی بن قاضی سراج بن شیخ ابوالفتح بن شیخ محمد عمر بن شیخ ابوبکر بن شیخ عبد القادر بن شیخ حسن زنجانی بن شیخ عبدالمجید بن شیخ عبد الکریم بن شیخ عبدالجلیل بن

حضرت عبداللہ بن امیرالمومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔(۱)

صاحب بحرِ زخار نے آپ کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا ہے:

’’ترجمہ: اخترِ منازل برکت، نیرِ بروج ارشاد وعنایت، حق تعالیٰ کی بارگاہ کے خاص بندے، ولی برحق حضرت شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صفی سائی پوری کے بھانجے اور اُن کے مرید وخلیفہ اور جانشین ہیں۔ آپ بہت بلند احوال اور نہایت رفیع و وسیع ہمت کے مالک ہیں۔ کریم ابن کریم ہونا آپ کے فضائل کی دلیل ہے۔ حضرت مخدوم شاہ صفی مجرد اور غیر شادی شدہ تھے، اہل وعیال والے نہیں تھے۔ آپ نے اپنی بہن سے شیخ مبارک کو کم سنی میں ہی طلب فرمالیا تھا۔ ایک روز آپ نے اپنی بہن سے کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہماری فرزندی میں دے دو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ سو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا! سوتا ہی رہے۔ کچھ دیر بعد والدہ نے جب اُنھیں بیدار کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ اُن میں جان ہی نہیں ہے۔ مخدوم صاحب کی بہن گریہ وفریاد کرنے لگیں اور اپنے بھائی سے کہنے لگیں کہ آپ نے ہمارے فرزند کے حق میں کچھ کہہ دیا ہے۔ مخدوم صاحب فرمانے لگے کہ تم نے کہا تھا کہ میرا بیٹا سو رہا ہے، اگر وہ میرا بیٹا ہوتا تو نہ سوتا۔ بہن نے عرض کیا کہ اُسے آپ کی فرزندی میں دے دیا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ اے بیٹے! اُٹھ جاؤ۔ آپ کے فرماتے ہی بندگی شیخ مبارک میں حیات واپس آگئی۔ پھر آپ نے اپنے سایۂ

---

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ۹ ؍صاحبزادے تھے: زید اکبر، زید اصغر، عبداللہ، عاصم، عبدالرحمٰن اکبر، عبدالرحمٰن اوسط، عبدالرحمٰن اصغر، عبیداللہ اور عیاض۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے تیرہ صاحبزادے تھے: ابوبکر، ابوعبیدہ، واقد، عبداللہ، عبیداللہ، عمر، عبدالرحمٰن، سالم، حمزہ، زید، بلال، ابوسلمہ اور عاصم۔ (مقامات خیر، ص: ۳۷-۳۸) حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادوں میں کسی کا نام عبدالجلیل نہیں ہے، جب کہ مذکورہ بالا نسب نامے میں عبدالجلیل بن عبداللہ لکھا ہوا ہے، ممکن ہے کہ یہ عبداللہ دوسرے ہوں جن کے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مابین مزید چند افراد کا واسطہ ہو اور کاتبوں سے سہواً اُن کے اسما درج ہونے سے رہ گئے ہوں۔ اس سلسلے میں تحقیق کی ضرورت ہے۔

عاطفت میں رکھ کر اُن کی پرورش و پرداخت کی اور علم ظاہری و معنوی سے بہرہ ور کر کے مرتبۂ کمال تک پہنچایا اور اُن کی شادی بھی کرائی۔

ایک روز قطب الاقطاب مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ قرب مطلق کی مخصوص کیفیت میں اپنے بے پایاں عشق کی بدولت وجد و سرور کی حالت میں، بارگاہِ الٰہی میں عرض پرداز ہوئے کہ خداوندا! صفی کو نانِ شبینہ اور لباس ستر پوش کے علاوہ کچھ بھی میسر نہ ہو۔ لہٰذا مخدوم صاحب کی پوری زندگی عسرت میں بسر ہوئی۔ وفات کے روز آپ کا سر مبارک مخدوم شیخ مبارک کی گود میں تھا۔ انہیں اس عارف اسرارِ نامتناہی کی جدائی کا غم لاحق ہوا، رونے لگے، آنسوؤں کے چند قطرے مخدوم صاحب کے چہرۂ مبارک پر گرے، آپ نے آنکھ کھولی، پوچھا کیوں روتے ہو؟ آپ نے عرض کیا کہ حضور تو پوری زندگی غیر شادی شدہ اور مجرد رہے اور مردانہ وار رُخصت ہو رہے ہیں اور بندے کو اہل و عیال والا کیا، بارگاہِ خداوندی میں حضور اقدس نے جو دعا کی ہے (اس کا اثر تو) ظاہر ہے۔ آپ نے فرمایا: بابا! وہ دعا میں نے صرف اپنے حق میں مانگی تھی۔ تم کو آسمان کی وسعت کی طرح روٹی اور دریا کی مقدار شوربا عطا کیا ہے، کھاؤ اور کھلاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس وقت سے لے کر آج تک آپ کی اولاد میں وسعت معاش خوب خوب ہے، کسی بھی زمانے میں تنگدستی اور عسرت نہیں رہی۔ آپ کے کمالات اور کرامات اتنے زائد ہیں جن کی اِس مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔

منقول ہے کہ آپ ۲۴/رجب کو خیر آباد میں راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ پہلے لکھنؤ میں قطب وحدت مخدوم شاہ مینا کی زیارت کے لیے لے جائیں، اس کے بعد صفی پور لائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپ کی نعش مبارک قطب وحدت مخدوم شاہ مینا کے روضۂ پاک پر رکھی گئی تو آپ نے آستانہ مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر وہاں سے صفی پور لے آئے گئے اور مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کے روضۂ مبارک میں دفن کیے گئے۔

تحفۃ العارفین میں لکھا ہے کہ بندگی شیخ مبارک کے صاحب وجد و حال خلفا ہوئے

ہیں... سب کے سب شہبازِ عشق وحال تھے۔

اِن خلفا کے علاوہ مخدوم شاہ صفی کی سجادگی اور خلافت آپ سے بندگی شیخ اکرم کو عطا ہوئی اور اُن سے شیخ عبدالرحمٰن کو، اُن سے شیخ عبدالواحد کو، اُن سے شیخ زاہد کو، اُن سے شیخ بھولن کو، اُن سے شیخ عبداللہ کو، اُن سے شیخ محمد معروف بہ شاہ ساہن کو، اِن میں سے ہر ایک نے اپنے آبا سے دست بدست خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ یہ تمام حضرات صلاح وتقویٰ اور ورع سے آراستگی اور اغنیا سے دور ونفور ہونے میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن رہے ہیں۔ بعض تو بڑے صاحب کرامت ہوئے ہیں۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہوا ہے کہ اورنگ زیب کے دور حکومت [۱۶۵۸ تا ۱۷۰۷ء] میں جب حاکم نے صفی پور کی جائداد کو ضبط کرلیا تو قصبے کے رؤسا صاحب سجادہ کو حاکم کے پاس سفارش کے لیے لے گئے۔ حاکم اور اُس کا پیر شاہ جنگی، صاحب سجادہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا، سفارش بھی قبول نہ کی اور مخدوم شاہ صفی کے کمالات کا انکار کرنے لگا۔ صاحب سجادہ نے فرمایا کہ تمہاری یہ گفتگو اِس کا اشارہ ہے کہ تم پر آگ برسے گی۔ آپ کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوتے ہی حاکم اور شاہ جنگی کے لباس میں آگ لگ گئی، وہ جلنے لگے۔ حاضرین معذرت کرنے لگے اور جلنے والوں کو آپ کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مخدوم شاہ صفی کے مزار کا غسالہ اِن کے آبلوں پر لگاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو وہ لوگ شفایاب ہوئے۔‘‘(۱)

عین الولایت میں بعض واقعات بحر زخار سے جزوی اختلاف کے ساتھ مذکور ہیں۔ مثلاً اس میں مذکور ہے کہ جب مخدوم شاہ صفی کا وقتِ وصال ہوا تو آپ کی ہمشیرہ (بندگی شیخ مبارک کی والدہ) مخدوم صاحب کے پاس حاضر ہوکر رونے لگیں کہ اب

---

(۱) بحر زخار، ۱/ ۴۵۴-۴۵۶

میرے لڑکوں کی کون پرورش کرے گا؟ مخدوم صاحب نے چشمانِ خدابین کو کھول کر فرمایا کہ اس وقت ہمارے اور خدا کے درمیان راز ونیاز ہے، ہم کو اپنی حالت میں چھوڑ دو اور تمہاری اولاد کو ہم نے بادل سی روٹی اور پانی سا شوربا دیا ہے۔(۱)

اسی طرح آپ کی وفات کے متعلق مذکور ہے:

''حضرت نوازش محمد (صاحبِ سجادہ) فرماتے تھے کہ آپ [بندگی شیخ مبارک] مخدوم شیخ سارنگ کے مزار پر گئے تھے، وہیں انتقال فرمایا اور وصیت کی کہ ہماری نعش کو مخدوم شیخ مینا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لے جا کر صفی پور کو لے جانا۔ جب لوگ لکھنؤ پہنچے، بھول گئے۔ شہر سے پچھّم طرف نکل آئے اور لاش کو رکھ کر اپنے حوائج میں مصروف ہو گئے۔ پھر جب لاش کو اٹھانا چاہا تو چارپائی نے جنبش نہ کی، تب سب کو یاد آیا۔ پھر چارپائی کو اٹھایا تو اٹھ آئی اور حضرت شیخ مینا کے مزار پر لے جا کر آستانۂ شریف کے نزدیک رکھ دیا۔ آپ نے سر مبارک کو اٹھا کر آستانۂ عالیہ پر رکھا اور پھر بدستور ہو گئے۔''(۲)

حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو مدت تک مزار شریف کے سرہانے سے پانی نکلتا رہا، اس پانی سے مجنون، مریض اور آسیبی شفا پاتے تھے۔ پھر پانی نکلنا بند ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد کوئی مریض یہ سن کر دور دراز سے آیا تو معلوم ہوا کہ اب وہ پانی نہیں نکلتا، آپ کے مزار پر حاضر ہو کر بہت رویا تو پانی پھر جاری ہو گیا اور وہ شخص شفایاب ہو گیا۔ اس کے بعد سے اب تک جاری نہیں ہوا مگر مزار شریف کے سرہانے سوراخ اب بھی موجود ہیں۔(۳)

---

(۱) عین الولایت، ص:۲۹

(۲) عین الولایت، ص:۲۸

(۳) عین الولایت، ص:۲۸-۲۹

آپ کے ایک بھائی اور تھے جن کا نام عبدالملک تھا، مخدوم عالم بھی انھیں کہا جاتا تھا، ان کی اولاد جاجمئو (کان پور) میں ہے۔

بندگی شیخ مبارک کے دو صاحبزادگان شیخ اکرم اور شیخ محمد رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی کی اولاد باقی ہیں۔ دونوں حضرات آپ کے علمی و روحانی وارث تھے۔ خلفِ اکبر حضرت بندگی شیخ اکرم آپ کے جانشین ہوئے۔

آپ کے ایک خلیفہ حضرت شاہ بدر رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کا مزار بھی آپ کے روضے کی پائیں جانب واقع ہے۔

آپ کا وصال ۲۴/رجب ۹۵۶ھ /۱۹/اگست ۱۵۴۹ء کو ہوا۔ مخدوم صاحب کے روضۂ مطہرہ کے پاس مدفون ہوئے۔

(۲) بندگی شیخ اکرم قدس سرہٗ (م: ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء)

آپ حضرت بندگی شیخ مبارک کے فرزند اور سجادہ نشین ہیں۔ ۳/ربیع الآخر ۱۰۲۶ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کی درگاہ میں ہے۔

قطعۂ تاریخ از حضرت شاہ عزیز صفی پوری

درویش مکرم و سراپا اکرم
چوں رفت ز دنیا بسرائے باقی
گفتیم عزیزا بوصالش تاریخ
او باز رسیدہ بخدائے باقی

ترجمہ: درویش مکرم و سراپا اکرم، جب آپ اس دنیائے فانی سے ملک بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ تو عزیز! میں نے آپ کی تاریخ وصال کہی ’’آپ خدائے باقی کی بارگاہ میں واپس چلے گئے۔

(۳) حضرت شیخ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ (م:۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۶ء)

آپ بندگی شیخ اکرم کے صاحب زادے اور جانشین ہیں۔آپ نے تین نکاح کیے تھے اور تینوں بیویاں صاحب اولاد تھیں اور سب کی اولاد باقی ہے۔

آپ کا وصال ۱۱/شوال ۱۰۴۵ھ کو ہوا۔مزار مقدس والد ماجد کے گنبد میں ہے۔

(۴) حضرت شیخ عبدالواحد قدس سرہٗ (م:۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۳ء)

آپ حضرت شیخ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ کے فرزند اور جانشین تھے۔آپ کے تین صاحبزادوں سے سلسلۂ اولاد جاری ہوا: (۱) حضرت شیخ مجاہد، (۲) حضرت شیخ عارف، (۳) حضرت شیخ زاہد۔رحمھم اللہ تعالی۔(۱)

۳/ربیع الاول ۱۰۷۴ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

(۵) حضرت شیخ زاہد قدس سرہٗ (م:۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۴ء)

آپ حضرت شیخ عبدالواحد قدس سرہٗ کے صاحب زادے اور سجادہ نشین تھے۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے: (۱) بھولن میاں (۲) بدّن میاں (۳) نعمت اللہ۔ ۱۲/رمضان المبارک ۱۰۹۵ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

(۶) حضرت شاہ بھولن قدس سرہٗ (م:۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۳ء)

خاندانی شجروں میں آپ کا اسم گرامی محمد شریف ملتا ہے۔آپ حضرت شیخ زاہد کے صاحب زادے اور سجادہ نشین ہیں۔آپ اسم با مسمیٰ نہایت شریف الطبع اور بھولے تھے۔آپ کے وقت میں فتوحات کی کثرت تھی۔روپیوں اور اشرفیوں سے گھڑے بھرے جاتے تھے۔آپ اور آپ کے اہل خانہ ایسے بھولے تھے کہ

---

(۱) شجرہ جات خاندانی۔عکس محفوظ در مکتبہ عارفیہ۔

خادمائیں عرض کرتیں کہ روپیوں کو سکھانا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ زنگ آلود ہو جائیں۔ آپ فرماتے کہ اچھا! وہ لوگ اشرفیاں دھوپ میں ڈال دیتیں اور جس قدر چاہتیں لے لیتیں اور تولنے کے وقت کہہ دیتیں کہ اس قدر سوکھ گیا۔

حضرت شاہ بھولن قدس سرہٗ لاولد تھے، لہٰذا اپنے برادر زادے کو خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا۔

یکم رجب المرجب ۱۱۰۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ روضۂ مبارکہ مخدوم صاحب کی درگاہ میں ہے۔

عوام میں مشہور ہے کہ حضرت شاہ بھولن کا مزار مبارک تابوت میں ہے۔ اس سلسلے میں کئی قصے بھی مشہور ہیں، جو پایۂ صدق کو نہیں پہنچتے۔ (واللہ أعلم)

راقم نے سابق سجادہ نشین حضرت شمو میاں علیہ الرحمۃ سے ۲۰۰۹ء میں ملاقات کے دوران دریافت کیا تھا، آپ نے فرمایا کہ عوام میں اس سلسلے میں مختلف قصے مشہور ہیں، ہمارے خاندان میں جو روایت مشہور ہے وہ یہ ہے کہ شیخ بھولن قدس سرہ کے چچا شیخ عارف کو لحد میں اتارا گیا، مگر تدفین نہیں ہوئی بلکہ اوپر سے تختہ رکھ دیا گیا تھا۔ بعد کے زمانوں میں غالباً کلکتہ کے متوسلین نے لکڑی کا ایک تابوت پیش کیا جو لحد پر رکھا ہوا ہے۔

(۷) حضرت شاہ عبداللہ قدس سرہٗ (م: ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء)

آپ حضرت شاہ بھولن قدس سرہٗ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ آپ پر جذب غالب رہا کرتا تھا۔ مشہور ہے کہ آپ کی درگاہ میں جنات رہتے ہیں۔ حضرت شاہ الطاف محمد رحمہٗ اللہ کا بیان ہے کہ ایک بار آدھی رات کو وہ اُن کی درگاہ شریف کے قریب سے نکلے، پہلے انہوں نے ایک کتے کو دیکھا، پھر وہ کتا غائب ہو گیا اور ایک آدمی نے ظاہر

ہوکر ان کا ہاتھ زور سے پکڑا اور کہا کہ تم رات کو کہاں جاتے ہو؟ آج سے ہرگز اس وقت اِدھر سے ہوکر نہ نکلنا۔(۱)

آپ کے دو با کمال خلفا سے سلسلۂ صفویہ کا فیضان بڑے پیمانے پر عام ہوا:

(۱) حضرت شاہ قدرت اللہ غوثُ الدہر قدس اللہ سرہٗ (۱۱۸۳ھ/ ۱۷۶۹ء)

(۲) حضرت شاہ افہام اللہ قدس اللہ سرہٗ (۱۱۹۶ھ/ ۱۷۸۲ء)

۶ ربیع الاول ۱۱۶۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت شاہ عزیز صفی پوری نے درج ذیل تاریخ وفات کہی ہے:

شیخ آفاق شاہ عبداللہ
چوں بہ فردوس دامن افشاں رفت
گفت تاریخ او عزیز بہ فور
سوے ملک ارم بپاکاں رفت(۲)

ترجمہ: مرشد عالم شاہ عبداللہ جب فردوس بریں تشریف لے گئے تو عزیز نے فوراً آپ کی تاریخ وصال کہی، ملک ارم کی طرف نیکوں کے پاس تشریف لے گئے۔

(۸) حضرت شیخ محمد عرف شاہن میاں قدس سرہٗ (م: ۱۲۰۴ھ/ ۹۰-۱۷۸۹ء)

آپ حضرت شاہ عبداللہ قدس سرہٗ کے بھتیجے اور جانشین تھے۔ آپ کے والد کا نام شاہ عنایت اللہ تھا۔

شاہ اودھ نواب آصف الدولہ (۱۷۴۸-۱۷۹۷ء) جب صفی پور گئے تو آپ کے پاس بھی حاضر ہوئے۔ آپ کے ایک مرید نے نواب کی پیشانی پر بوسہ دیا،

---

(۱) عین الولایت، ص: ۴۵ تا ۴۷

(۲) عین الولایت، ص: ۳۸

نواب ہیبت الٰہی کے سبب خاموش رہے، جب باہر نکلے تو مولوی فضل عظیم خاں صفی پوری سے کہا: ''مولوی! میں اِس درویش کے خیال سے خاموش رہا، ورنہ بابا جان کی قسم! قرَولی (۱) اِس کے پیٹ میں بھونک دیتا۔'' (۲)

حضرت مولانا روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

ہرکہ ترسید از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وی جن و انس و ہر کہ دید
ہیبتِ حق است این از خلق نیست
ہیبتِ این مردِ صاحب دلق نیست

(جو حق تعالیٰ سے خوف کرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے، اس سے جن وانس میں جسے دیکھو، ڈرتا ہے۔

یہ مخلوق کی ہیبت نہیں بلکہ ہیبت الٰہی ہے، یہ اِس گدڑی پوش کا ڈر نہیں ہے۔)

حضرت شاہ محمد معصوم صفی پوری رحمہ اللہ (م ۱۲۲۱ھ) آپ سے بھی اجازت یافتہ تھے۔ (۳)

آپ کا وصال ۱۲۰۴ھ میں ہوا۔

(۹) حضرت شیخ ولی محمد قدس سرہٗ (م: ۱۲۳۳ھ/ ۱۸-۱۸۱۷ء)

آپ شیخ محمد قدس سرہٗ کے صاحب زادے اور جانشین تھے۔ حضرت شاہ عزیز صفی پوری نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ بہت صالح اور متواضع تھے۔ حضرت شاہ عزیز صفی پوری (۱۲۵۹ - ۱۳۴۷ھ) کے نانا شیخ صاحبِ عالم صفوی

(۱) قراولوں کا چھرا جس سے شکار ذبح کرتے ہیں۔ قراول: بندوق کا شکاری، شکاری، سپاہی (فرہنگ آصفیہ)

(۲) عین الولایت، ص: ۳۵-۳۶

(۳) عین الولایت، ص: ۱۴۵

فرماتے تھے کہ وہ اپنی نوجوانی میں تاڑی پیتے تھے۔ایک دن حضرت شاہ ولی محمد قدس سرہٗ کے پاس گئے تو اُنھوں نے فرمایا کہ تو مخدوم کی اولاد میں ہوکر تاڑی پیتا ہے؟ شیخ صاحب عالم نے انکار کیا اور وہاں سے واپس آکر پھر تاڑی پی۔فوراً شدید بخار میں مبتلا ہوگئے اور بیہوشی کے عالم میں دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی محمد سرہانے کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ کیوں، پھر تاڑی پیے گا؟ اور حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہٗ پائیں جانب کھڑے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب کی بار معاف کیجیے، اب نہ پیے گا۔جب انھیں ہوش آیا تو تائب ہوئے اور بخار جاتا رہا۔(۱)

۱۲۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔آپ کی وصیت کے مطابق حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہٗ نے آپ کو غسل دیا اور تدفین کی۔

(۱۰) حضرت شیخ نوازش محمد قدس سرہٗ (م:۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء)

آپ حضرت شاہ ولی محمد کے صاحب زادے اور جانشین ہیں۔آپ نہایت شریف النفس اور صلاح وتقویٰ کے پیکر تھے۔امور دنیا سے بہت کم آگاہ تھے۔ حضرت شاہ عزیز صفی پوری فرماتے ہیں کہ آپ کے گاؤں کے جائداد اور روپیہ پیسہ آپ کے مختار کھاتے اور عیش کرتے تھے اور آپ مع اہل وعیال دو دو تین تین وقت فاقے سے رہتے تھے اور ہرگز شکایت نہیں کرتے تھے اور اُن لوگوں کے ساتھ پس پشت بھی نیکی کے علاوہ بدی کا خیال نہیں کرتے تھے۔(۲)

چودھری مولانا شوکت علی سنڈیلوی (۱۲۳۴-۱۳۲۰ھ) آپ سے بھی اجازت یافتہ تھے۔(۳)

---

(۱) عین الولایت،ص:۳۶

(۲) عین الولایت،ص:۳۶۔۳۷

(۳) مولانا چودھری شوکت علی سنڈیلوی: ثمرات الانظار فیما مضیٰ من الآثار،ص:۴۰

۲؍رجب المرجب ۱۲۸۹ھ/ ۶؍ستمبر ۱۸۷۲ء بروز جمعہ آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت امیر اللہ شاہ بن حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہما نے غسل وتدفین فرمائی۔

(۱۱) حضرت شیخ الطاف محمد قدس سرہٗ (م: ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء)

آپ حضرت نوازش محمد قدس سرہٗ کے صاحب زادے اور جانشین تھے۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کو حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ کی تربیت میں دے دیا تھا، چنانچہ آپ اُن کی خدمت وصحبت میں ہمہ تن مصروف رہا کرتے۔ بالآخر پیر ومرشد نے خلافت عطا کی اور ذوالفقار اللہ شاہ لقب عنایت کیا۔ آپ اپنے والد سے بیعت تھے اور ان سے بھی خلافت پائی۔

آپ کے مرشد برحق حضرت شاہ خادم صفی محمدی آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے، حتی کہ محفل سماع میں بھی آپ کا انتظار فرماتے۔ کسی موقع پر آپ کو ''فرزند رشید'' بھی فرمایا تھا۔

۲۲/ ۲۳ برس کی مختصر سی عمر میں ایک شیر خوار بیٹا چھوڑ کر ۳۰؍رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ / ۱۰؍نومبر ۱۸۷۴ء کو آپ نے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔

(۱۲) حضرت شیخ خادم محمد قدس سرہٗ (م: ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)

آپ حضرت شاہ الطاف محمد قدس سرہٗ کے صاحب زادے ہیں۔ ۱۹؍صفر ۱۲۹۱ھ/ ۷؍اپریل ۱۸۷۴ء کو آپ کی ولادت ہوئی اور اسی سال ۳۰؍رمضان المبارک کو آپ کے والد ماجد کا وصال ہوا۔ والد ماجد کے سوئم کے روز حضرت امیر اللہ شاہ قدس سرہٗ نے بندگی شیخ مبارک قدس سرہٗ کا خرقۂ مبارکہ اپنے ہاتھوں سے آپ کے سر پر رکھ کر رسم سجادگی ادا فرمائی۔

آپ نے حضرت شاہ محمد عزیز اللہ قدس سرہٗ کے دست مبارک پر ۱۳/رجب المرجب ۱۳۱۶ھ/یکم اگست ۱۸۹۸ء کو قطب العالم حضرت شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر بیعت کی اور اگلے سال اسی روز آپ کو اجازت وخلافت ملی۔آپ اپنے پیرومرشد کے منظورنظراوراخص الخواص مریدین میں سے تھے۔

حضرت شاہ فیض خادم عرف دانش علی شاہ رحمہ اللہ (مجھگواں شریف) آپ کے مرید وخلیفہ تھے۔

آپ کا انتقال آپ کے پیرومرشد کی حیات میں ہی ۷/صفر ۱۳۲۶ھ/۱۱/مارچ ۱۹۰۸ء کو ہوا۔آپ کے مرشد گرامی حضرت شاہ عزیز اللہ صفی پوری نے اپنی مشہور کتاب عقائدالعزیز کے آخر میں ’’حادثۂ جان کاہ واقعۂ اِنّاللہ‘‘ کے عنوان سے متعدد صفحات آپ کے احوال میں قلم بند فرمائے ہیں۔

(۱۳) حضرت شیخ نور محمد قدس سرہٗ (م:۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)

آپ حضرت شاہ خادم محمد قدس سرہٗ کے صاحب زادے اور جانشین تھے۔آپ کی ولادت ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔والد ماجد حضرت شاہ خادم محمد صفوی نے اپنی وفات سے چار روز قبل ۴/صفر ۱۳۲۶ھ بروز ہفتہ آپ کو مرید فرما کر خلافت و سجادگی سے نوازا۔اُس وقت آپ کی عمر محض تین سال تھی۔آپ کے مربی آپ کے دادا پیر حضرت شاہ محمد عزیز اللہ قدس سرہٗ رہے۔

آپ نے خیرآباد شریف کے قدیم مدرسہ نیازیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔دورِ آخر میں شعروادب کے حوالے سے خیرآباد کی مشہور شخصیت مولوی حاجی نثار احمد فاروقی عرف ملامیاں عارف خیرآبادی آپ کے ہم سبق اور عزیز دوست تھے۔

۲۶/ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/ ۵/نومبر ۱۹۸۰ء میں آپ کا وصال ہوا۔

(۱۴) حضرت شیخ اعزاز محمد معروف بہ شمّو میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ

(م:۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء)

حضرت شاہ اعزاز محمد ملقب بہ شاہ مطلوب صفی عرف شمّو میاں علیہ الرحمہ، حضرت شاہ نور محمد صفوی فاروقی کے تیسرے صاحب زادے مرید و خلیفہ اور جانشین تھے۔

آپ کی پیدائش ۱۵ر شعبان ۱۳۵۹ھ/ ۱۸ر ستمبر ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی پھر انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔ آپ کی تربیت میں آپ کی والدہ ماجدہ کا اہم کردار رہا۔ آپ کو تمام روحانی سلسلوں کی اجازت وخلافت اپنے والد گرامی سے تقریباً ۱۹۷۱ء میں حاصل ہوئی۔ اجازت وخلافت کے چند سال بعد ہی سجادگی کی ذمہ داری بھی عطا ہوگئی۔ تقریباً چار دہائیوں تک اس دینی وروحانی فریضے کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔

اکتوبر ۲۰۰۹ میں الاحسان (شمارہ اول) کے انٹرویو کے لیے صفی پور شریف ہماری حاضری ہوئی۔ آپ سے ملاقات ہوئی اور تفصیلی گفتگو رہی۔ آپ خرد نواز، منکسر المزاج، سادگی پسند، وجیہ اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ بزرگان دین کے عاشق اور بزرگوں کی وراثت اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ اپنے اعمال سے زیادہ اپنے مشائخ کی محبتوں پر آپ کو اعتماد تھا۔ اپنی عاجزی اور مشائخ کی بے پناہ عظمتوں اور عنایتوں کا برملا اعتراف کرنا آپ کے لیے باعث فخر تھا۔

ایک دن پہلے آپ کے گھر میں پوتی کی ولادت ہوئی تھی جس کی وجہ سے افرادِ خانہ کانپور میں تھے۔ آپ اتنی کرم فرمائی اور مہمان نوازی پر بھی اپنے معیار پر مہمانوں کی تکریم نہ ہونے کے قلق کا بار بار اظہار فرماتے اور غالب کا یہ شعر مخصوص انداز میں پڑھتے:

تھی خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

آپ کی کرم نوازی کا یہ انداز اتنا دلنشین تھا کہ ہمیں یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ ہم ایک بزرگ شخصیت سے شرف نیاز حاصل کر رہے ہیں۔ بہت سادگی و بے تکلفی کے ساتھ آپ ہم سب (مولفین کتاب اور مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی) سے گھنٹوں گفتگو فرماتے رہے اور اپنی محبتوں سے نوازتے رہے۔ ہم لوگوں کے حسبِ خواہش آپ نے اپنے بزرگوں کے نوادرات اور قدیم کتب کی زیارت کرائی۔ مخدومنا حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری کی کتاب سوانح اسلاف ہمیں عنایت کی اور مزید ایک کتاب دینے کے لیے صاحبزادۂ گرامی حضرت شاہ نوازش محمد فاروقی عرف صمدی میاں کو حکم فرمایا۔ حضرت صمدی میاں کے یہاں ہی ایک روز قبل قرۃ العین عینی سلمہا کی ولادت ہوئی تھی۔

اس سفر میں ہم مشائخ صفویہ کی توجہات و برکات سے سرشار مدینۃ الاولیاء صفی پور شریف سے روضۃ الاصفیاء سید سراواں شریف کے لیے واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت شاہ افضال محمد فاروقی سے ملاقات ہوئی، آپ سے ملنے کے بعد ہم نے دیرینہ ربط کا لطف پایا۔

حضرت شاہ اعزاز محمد صفوی فاروقی رحمہٗ اللہ کے دو صاحبزادے حضرت شاہ نوازش محمد فاروقی عرف صمدی میاں، حضرت شاہ افضال محمد فاروقی اور ایک صاحبزادی مدیحہ فاروقی (۱) ہیں اور سب بفضلہٖ تعالیٰ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔

آپ کا وصال ۲۰ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ / ۵ / مئی ۲۰۱۰ء کو ہوا۔ جنازہ اور تدفین میں پیر و مرشد عارف باللہ داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا بھی اپنے محبین کے

---

(۱) ۲۰۱۵ء میں صاحبزادی مدیحہ فاروقی کا عقد مسنون مولف کتاب حسن سعید صفوی کے ساتھ منعقد ہوا۔

ساتھ شریک تھے۔ مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کے روضہ کے شمال میں آپ کا مزار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر رحمتیں نازل فرمائے۔

(۱۵) حضرت شاہ نوازش محمد عرف خلف الرشید صمدی میاں

(ولادت: ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء)

آپ حضرت شاہ مطلوب صفی عرف اعزاز محمد فاروقی رحمہ اللہ کے بڑے صاحب زادے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ/ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو آبائی وطن صفی پور شریف میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت والدین کے زیر سایہ ہوئی۔ بی، اے کرائس چرچ کالج کانپور سے کیا۔ ۲۰۰۶ء میں مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر آپ کو والد ماجد سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ آپ کی ایک صاحبزادی عزیزہ قرۃ العین عینی اور ایک صاحبزادے عفیف میاں ہیں۔ اللہ رب العزت ان کو سلامت رکھے۔

آپ کے برادر خُرد حضرت شاہ افضال محمد فاروقی (پیدائش: ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) اپنے برادر محترم کے دست راست اور یک جان دو قالب کی تصویر ہیں۔ آپ نے ایم سی اے اور ایم بی اے کیا ہے۔ آپ کو بھی اپنے والد ماجد سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ آپ بہت معاملہ فہم، مدبّر، ذی شعور اور نہایت خلیق وملنسار شخص ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ دونوں برادران کو سلامت رکھے اور مشائخ عظام کی راہ وروش پر گامزن رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

○○○

باب سوم

خانوادہ صفویہ کے مشہور مشائخ

حضرت بندگی شیخ محمد قدس سرہ

آپ بندگی شیخ مبارک قدس سرہ (م ۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء) کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی اولاد میں بکثرت باکمال اولیاء اللہ اور مشائخ طریقت گزرے ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان میں شیخ عبدالرزاق اور شیخ قطب عالم صفوی رَحِمَہُمَا اللہُ تَعَالیٰ کے نسبی و روحانی فرزندوں سے خانوادے کا نام روشن ہوا اور اس سلسلے سے ایک عالم فیضیاب ہوا اور ہو رہا ہے۔ آئندہ صفحات میں آپ کے انہیں نامور اخلاف کا تذکرہ پیش ہے۔

آپ کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا، البتہ آپ کے برادر گرامی حضرت بندگی شیخ اکرم (جن کا تذکرہ سجادگان کے ضمن میں گزر چکا ہے) کی وفات ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء میں ہوئی۔ قیاساً آپ کی وفات اس کے بعد ہوئی ہوگی۔ مزار مبارک مخدوم صاحب کی درگاہ میں ہے۔

○○○

شیخ قطب عالم صفوی قدس سرہ

آپ بندگی شیخ محمد بن بندگی شیخ مبارک قدس سرہما کے صاحبزادے ہیں۔ علمِ ظاہر میں بھی کامل ومکمل تھے۔ شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری قدس سرہ (م ۱۰۲۹ھ) سے نسبت ارادت اور اجازت وخلافت رکھتے تھے۔ آپ کا وصال ۵ ربیع الاول کو ہوا (سال وصال معلوم نہیں۔) مزار مبارک مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کی درگاہ میں ہے۔

حضرت شاہ محمد عزیز اللہ قدس سرہ راقم ہیں:

''کسی نے ان کے مزار شریف پر کچھ گستاخی کی تھی، ہاتھوں میں سفید داغ پڑ گئے''۔(۱)

حضرت شیخ جمال الدین صفوی قدس سرہٗ

آپ حضرت شیخ قطب عالم کے صاحبزادے مرید وخلیفہ اور جانشین تھے۔

آپ کے بھتیجے حضرت شیخ عبدالرسول بن شیخ دانیال آپ کے مرید وخلیفہ تھے۔

حضرت شیخ جمال الدین کا مزار مبارک مخدوم صاحب کی درگاہ میں ہے۔(۲)

○○○

---

(۱) عین الولایت، ص: ۱۴۶

(۲) نفس مصدر

حضرت شیخ عبدالرسول صفوی قدس سرہ

آپ شیخ دانیال بن شیخ عبدالرزّاق ابنِ بندگی شیخ محمد بن بندگی شیخ مبارک کے صاحبزادے ہیں۔

اپنے عم محترم حضرت مخدوم شیخ جمال الدین صفوی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ نیز آپ کو شیخ عبد الرحمٰن چشتی دھنشوی قدس سرہ (۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۳ء) اور حضرت شاہ پیر محمد سلونی قدس سرہ (۱۰۹۹ھ/ ۱۶۸۷ھ) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضرت شیخ عبدالرسول صفوی بہت باکرامت بزرگ تھے۔ بحر زخار میں ہے کہ حاکم شہر کے سپاہیوں نے آپ کے علاقے میں بدعتیں شروع کیں، آپ نے خفگی کا اظہار کیا، ان پر غیب سے بلائیں مسلّط ہو گئیں اور ایسی زدوکوب ہوئی کہ وہ بھاگ کر قلعوں میں چھپ گئے۔ آپ کے اس طرح کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

۲۵ رصفر کو آپ کا فاتحہ ہوتا ہے۔ سال وصال معلوم نہیں ہوا۔ مزار مبارک صفی پور میں پیر میاں کی سرائے میں ہے۔(۱)

○○○

---

(۱) بحر زخار، ج۱، ص: ۴۶۰/ عین الولایت، ص: ۱۳۳

حضرت شاہ مخدوم عالم قدس سرہ

آپ حضرت شیخ عبدالرسول کے صاحبزادے، مرید وخلیفہ اور جانشین تھے۔

آپ صاحبِ نسبت اور باکمال بزرگ تھے۔ صفی پور شریف میں ایک مجذوب بزرگ شاہ بابو رحمہٗ اللہ تھے، جو بہت صاحبِ کرامت تھے۔ وہ آپ کے گھر کے علاوہ کسی کے یہاں کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ صاحب بحر زخار نقل کرتے ہیں:

''شیخ غلام یحییٰ (۱) فرزند قطب الاقطاب مخدوم شاہ صفی روایت کرتے ہیں کہ شاہ بابو مجذوب کو سوائے ایک گدڑی اور ستر پوش کے اور کسی چیز سے مطلب نہیں تھا۔ شیخ مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ (از اولاد مخدوم شاہ صفی) کے گھر کے علاوہ کہیں سے کھانا آتا تو اسے آپ تناول نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک صاحب تھے جو ہمیشہ آپ کے لیے کھانا لاتے تھے، ایک روز ان سے فرمانے لگے: لوح وقلم میں تمہارے حصے کا کچھ نہیں مل رہا ہے، میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا، جاؤ جس برتن میں لاتے تھے وہ سب اس کنویں میں پڑا ہے لے لو، انھوں نے جب کنویں میں دیکھا تو سارا کا سارا کھانا اس میں ویسا ہی تروتازہ پڑا ہوا تھا۔'' (۲)

---

(۱) شیخ غلام یحییٰ ابن شاہ غلام پیر کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ اصحاب تذکرہ مجازاً بندگی شیخ مبارک کی اولاد کو مخدوم شاہ صفی کی اولاد بھی کہتے ہیں۔

(۲) بحر زخار، ج ۳، ص: ۳۴۳

آپ کے دو باکمال صاحبزادگان سے آپ کا فیض جاری ہوا:

(۱) حضرت شیخ غلام نبی قدس سرہٗ (۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء)

(۲) حضرت شیخ غلام پیر عرف پیر میاں قدس سرہٗ (۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۹ء)

۱۷/ ذیقعدہ کو حضرت شیخ مخدوم عالم کا فاتحہ ہوتا۔ سال وصال معلوم نہیں۔ مزار مبارک پیر میاں کی سرائے (صفی پور) میں ہے۔

○○○

حضرت شاہ مجّیؒ موہانی قدس سرہ

حضرت شاہ مجّیؒ موہانی، خانقاہ صفویہ کے تیسرے صاحب سجادہ حضرت مخدوم شیخ عبدالرحمن قدس سرہٗ کے صاحبزادے اور مرید وخلیفہ تھے۔ خانوادۂ صفویہ کے اس فرد فرید کی سیف زبانی اور احوال کی بلندی معروف تھی۔ صاحبِ بحرِ زخار آپ کے احوال میں راقم ہیں:

انفاسش حکمِ قضای مبرم ...، وی را از مسعودان ازل ومحمودان ابد ولیّ مادرزاد باید شمرد وفخر اولاد حضرت شاہ صفی وشیخ مبارک باید دانست. در واقفیت اسرار ومحرمیت اطوار بغایت شانی عظیم داشت، بنابرآن حق سبحانہٗ وتعالیٰ اورا شریکِ ولایتِ فرزندانِ شیخ مبارک نکردہ از فضل وکرم خویش صاحبِ ولایت موھان گردانید. بکمالاتش لاتعداد ولاتحصی است۔(۱)

ترجمہ: آپ کے انفاس مبارکہ قضاے مبرم کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کو مسعودانِ ازل اور محمودانِ ابد میں سے مادرزاد ولی شمار کیا جانا چاہیے۔ آپ مخدوم شاہ صفی اور بندگی شیخ مبارک کی اولاد کے لیے باعث فخر ہیں۔ واقفیت اسرار اور محرمیت اطوار میں بلند درجے کے حامل تھے۔ اسی لیے حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کو بندگی شیخ مبارک قدس سرہ کی دیگر اولاد کی ولایت ومملکت

---

(۱) بحرزخار، ج:۱،ص:۴۵۶

میں شریک نہ ٹھہرا کر اپنے فضل وکرم سے موہان کا صاحبِ ولایت مقرر فرمایا۔آپ کے کمالات حدوشمار سے باہر ہیں۔

ابتدا میں آپ اپنے آباواجداد کے وطن صفی پور میں جذب آمیز سلوک کی حالت میں رہتے تھے، بعد میں صفی پور کی سکونت ترک کر کے قصبہ موہان کو اپنے نورِ ولایت سے روشن فرمایا۔

آپ پر ہمیشہ ایک حال طاری رہتا،لوگوں کے اجتماع سے اور جنازے سے بہت گھبراتے اور دور دور رہتے۔ایک روز موہان کے رئیس فیض اللہ کے گھر اپنے ایک مرید کی سفارش لے کر گئے،لوٹتے وقت آپ نے ایک جنازے کو آتا دیکھا تو تیزی کے ساتھ سید عابد (وہاں کے رؤسا میں ایک شخص) کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، انہوں نے آپ کو اپنے گھر کی طرف آتا دیکھ کر دروازہ بند کرلیا۔جب آپ نے یہ دیکھا تو فرمایا:"این دروازہ مدام بند خواہد ماند۔" یہ دروازہ ہمیشہ بند رہے گا۔ملا وجیہ الدین اشرف لکھنوی لکھتے ہیں:

تاالآن تحریرِ اوراق کہ سہ پشت از سید عابد گذشتہ دروازہ بندمی باشد۔(۱)

ان اوراق کو تحریر کرتے وقت تک سید عابد کی تین پشتیں گزر گئی ہیں، وہ دروازہ بند کا بند ہے۔

زید پور میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ ۶/ ماہ بعد آپ کے باطنی اشارے پر آپ کے صاحبزادگان نے آپ کی نعش کو موہان منتقل کیا۔سن وصال و تاریخ نہیں معلوم ہوسکی۔آپ کے برادر گرامی شیخ عبد الواحد قدس سرہ کا وصال ۱۰۷۵ھ/ ۱۶۶۴ء میں ہوا، اندازہ ہے کہ آپ کا وصال بھی اسی کے آس پاس ہوا ہوگا۔

○○○

---

(۱) نفس مصدر، ص: ۴۵۷

حضرت مخدوم شاہ غلام نبی قدس اللہ سرہ

(م: ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء)

آپ حضرت شاہ مخدوم عالم بن حضرت شاہ عبدالرسول صفوی قدس سرہما کے صاحبزادے اور مرید وخلیفہ ہیں۔

آپ نے حضرت مخدوم شاہ قدرت اللہ قدس سرہ (م ۱۱۸۳ھ) سے بھی فیض حاصل کیا اور اجازت وخلافت پائی۔

خلفا

(۱) حضرت شاہ غلام پیر قدس سرہ (برادر خُرد وجانشین)

(۲) حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ (جدامجد حضرت شاہ خادم صفی محمدی)

وصال

آپ کا وصال ۲۴ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء میں ہوا۔ مزار صفی پور میں پیر میاں کی سرائے میں ہے۔

○○○

حضرت مخدوم شاہ غلام پیر قدس اللہ سرہ

(م: ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۹ء)

حضرت شاہ غلام پیر بن شاہ مخدوم عالم قدس سرہ اپنے برادر بزرگ حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ پیر میاں کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے دادا (حضرت شیخ عبدالرسول) نے صفی پور میں پچھّم طرف ایک سرائے آباد کی اور وہیں مکان بنایا تھا۔ وہ سرائے آپ کے نام سے موسوم ومشہور ہے۔

نکاح واولاد

آپ نے دو نکاح کیے: زوجۂ اولیٰ سے حضرت شاہ غلام یحییٰ (والدِ ماجد حضرت شاہ غلام زکریا) اور حضرت شاہ فیض اللہ (والد ماجد حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ) رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے آپ کا روحانی ونسبی سلسلہ دراز ہوا۔ زوجۂ ثانیہ سے حضرت محمد علی شاہ (والدِ ماجد حضرت خیرات علی شاہ) سے آپ کا فیض جاری ہوا۔

وصال

آپ کا وصال ۱۴ ذی الحجۃ ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۹ء کو ہوا۔ فَازَ بِجَنَّاتِ خُلْدٍ وَهُوَ حَيٌّ آپ کی تاریخ ہے۔(۱) مزار مبارک پیر میاں کی سرائے (صفی پور) میں ہے۔

○○○

---

(۱) عین الولایت، ص: ۱۴۴

حضرت شاہ محمد معصوم صفوی قدس اللہ سرہ

(م: ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء)

حضرت شاہ محمد معصوم بن شاہ نہال بن شاہ عبد الحق بن شیخ دانیال بن شیخ عبد الرزاق بن شیخ محمد بن بندگی شیخ مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہ (م ۱۱۹۳ھ) کے مرید وخلیفہ ہیں۔ نیز آپ کو حضرت شاہ محمد عرف شہن میاں قدس سرہ (م ۱۲۰۴ھ) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ آپ کے اجداد، حضرت شیخ زاہد قدس سرہ (م ۱۰۹۵ھ) کے زمانے سے حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کی درگاہ پر حاضر باش اور خدمت گزار رہے۔

آپ کا وصال ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء میں ہوا۔

اولاد

(۱) حضرت شاہ عطاے صفی عرف بڑے میاں رحمہٗ اللہ (م ۱۲۵۶ھ)

(۲) حضرت شاہ ہدایت اللہ (م ۱۲۷۴ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ

دونوں صاحبزادگان آپ ہی کے مرید وخلیفہ تھے۔ ہر دو حضرات درگاہ حضرت مخدوم شاہ صفی کے حاضر باش رہے اور خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کو اپنا نصب عین بنائے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

حضرت شاہ عطاے صفی کی یادگار فخرِ خانوادۂ صفویہ، قبلۂ اصحابِ طریقت، کعبۂ

اربابِ طریقت حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی رَوَّحَ اللہُ رُوْحَہٗ ہیں اور ثانی الذکر کی نشانی حضرت شاہ عنایت اللہ آثم صفی پوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے، جو اپنے والد اور برادرِ عم زاد کے مرید وخلیفہ تھے اور صاحبِ دیوان شاعر تھے۔

حضرت شاہ محمد معصوم اور ان کے صاحبزادگان قدس اللہ اسرارہم کی درگاہ مخدوم صاحب کی درگاہ کے پیچھے اُتّر جانب واقع ہے۔(۱)

○○○

(۱) عین الولایت، ص: ۱۴۵

حضرت محمد علی شاہ قدس اللہ سرہٗ

(م:۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۲ء)

آپ اپنے والد حضرت شاہ غلام پیر قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ والد ماجد کی وصیت کے مطابق حضرت مولانا سید شاہ غلام نصیر الدین سعدی بلگرامی قدس سرہ (م:۱۲۴۱ھ) سے بھی فیض حاصل کیا اور اجازت و خلافت پائی۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خیرات علی شاہ رحمہٗ اللہ آپ کی جگہ مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے۔(۱)

مولانا حافظ شوکت علی سنڈیلوی (۱۲۳۴-۱۳۲۰ھ) کو آپ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔(۲)

آپ کا وصال ۶/ ذیقعدہ ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۲ء میں ہوا۔ داخل بخلد باد آپ کی تاریخ ہے۔(۳)

○○○

(۱) عین الولایت، ص: ۱۴۴

(۲) مولانا چودھری شوکت علی سنڈیلوی: ثمرات الانظار فیما مضٰی من الآثار، ص: ۴۰، ۶۰

(۳) عین الولایت، ص: ۱۴۴

حضرت خیرات علی شاہ قدس اللہ سرہٗ

(م: ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء)

آپ حضرت محمد علی شاہ کے بڑے صاحبزادے مرید و خلیفہ اور جانشین تھے۔ آپ حضرت شاہ مخصوص عالم خلیفۂ حضرت شاہ فخر عالم سے بھی اجازت یافتہ اور فیضیاب تھے۔(۱) حضرت خیرات علی شاہ اپنے عہد کے مشہور عامل بزرگ تھے۔ خلقِ خدا کو آپ کی ذات سے بہت فیض پہنچا۔ بڑی تعداد میں لوگ آپ کے حلقے میں داخل ہوئے۔ متعدد حضرات آپ کے خلیفہ ہوئے۔

آپ کا وصال ۲۶/صفر ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء میں ہوا۔ حضرت عزیز اللہ شاہ نے متعدد تاریخیں کہی ہیں۔ ایک ہجری تاریخ پیش ہے(۲):

خیرات علی شاہ بہ حق واصل شد | شد راہیِ فردوس ازین کہنہ سرائے
تاریخِ وصالِ او ملک گفت عزیز | رفت از دنیا فقیرِ عامل اے وائے

حضرت خیرات علی شاہ قدس سرہ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ نظام الحق (م: ۲۲/شوال ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء) جانشین ہوئے۔ اس کے بعد آپ کی اولاد میں سلسلۂ جانشینی حسب ذیل ہے:

---

(۱) عین الولایت، ص: ۱۳۱

(۲) بیان التواریخ، ص: ۶۴

حضرت شاہ انوار الحق صفوی (م ۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)؛ حضرت شاہ رئیس الحق صفوی (م ۲۷؍ رجب ۱۴۳۸ / ۲۰۱۷ء)؛ جناب سعد الحق صفوی فاروقی (موجودہ متولی وجانشین)۔

حضرت خیرات علی شاہ کا مزار مبارک سرائے پیر میاں صفی پور میں ہے۔ آپ کے آبا واجداد کے مزارات بھی آپ کی درگاہ میں ہیں۔

○○○

حضرت الحاج مخدوم شاہ غلام یحییٰ قدس اللہ سرہ

(م:۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء)

حضرت حاجی شاہ غلام یحییٰ بن شاہ غلام پیر قدس سرہ، اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ اور جانشین تھے۔ آپ کو حضرت مولانا شاہ صلاح الدین گوپاموی (م۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

آپ نے بے زاد وراحلہ حرمین شریفین کا قصد کیا، حج بیت اللہ سے مشرف اور زیارات شریفہ سے مستفیض ہوئے۔

حضرت شاہ غلام زکریا قدس سرہ (آپ کے صاحبزادے) آپ کی مسندِ ارشاد کے وارث ہوئے۔ حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہٗ آپ کے حقیقی بھتیجے اور مرید تھے۔

صاحبِ بحر زخار نے ایک مجذوب بزرگ شاہ بابو کا تذکرہ حضرت حاجی شاہ غلام یحییٰ کی روایت سے کیا ہے۔(۱) جس کا ذکر حضرت شاہ مخدوم عالم کے تذکرے میں گزر چکا۔

آپ کا وصال ۹/ ذیقعدہ ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۷ء کو ہوا۔ مزار مبارک صفی پور میں پیر میاں کی سرائے میں ہے۔(۲)

○○○

---

(۱) بحر زخار، ج ۳، ص: ۳۴۳

(۲) عین الولایت، ص: ۱۳۰

حضرت مخدوم شاہ غلام زکریا قدس اللہ سرہ

(م:۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء)

آپ حضرت الحاج شاہ غلام یحییٰ بن حضرت شاہ غلام پیر قدس سرہما کے صاحبزادے اور مرید و خلیفہ ہیں۔

آپ نہایت حسین و جمیل تھے اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ کے بچپن میں ان سے فرمایا تھا کہ تمہارے واسطے ایک نعمت حفیظ اللہ شاہ کو سپرد کر دی ہے، بڑے ہو کر اُن سے لے لینا۔

حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم شاہ صفی کے بعد وہ بات جو آپ میں تھی باقی نہیں رہی تھی، حضرت شاہ غلام زکریا پھر لے آئے۔

مشائخ

آپ اپنے والد ماجد کے علاوہ بھی کئی بزرگوں سے فیضیاب ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ چند بزرگوں کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا سید شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۳۰ء)

(۲) مرزا حسن علی محدث لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء)

(۳) حضرت برحق شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت شاہ کرم میاں صفی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۷ھ)

خلفا

آپ نے صرف اپنے چچا زاد بھائی حضرت مخدوم شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہ کو اجازت وخلافت عطا کی۔

وصال

۲۲ ربیع الآخر ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء کو بروز چہارشنبہ آپ کا وصال ہوا۔(۱) باندہ میں مزار مبارک ہے۔

○○○

(۱) عین الولایت: ۱۴۲-۱۴۳؛ سوانح اسلاف: ۱۰۲

حضرت مخدوم شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہٗ

(۱۲۰۱-۱۲۸۱ھ/ ۱۷۸۷-۱۸۶۴ء)

حضرت مخدوم شاہ محمد حفیظ اللہ کی ولادت ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۷ء صفی پور میں ہوئی۔ آپ حضرت بندگی شیخ مبارک کی ساتویں پشت میں آتے ہیں، نسبی سلسلہ اس طور ہے:

شاہ محمد حفیظ اللہ بن شیخ فیض اللہ بن شاہ غلام پیر بن شیخ مخدوم عالم بن شیخ عبد الرسول بن شیخ دانیال بن شیخ عبدالرزاق بن بندگی شیخ محمد بن بندگی شیخ مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ۔

بیعت وابتدائی حالات

آپ نے فارسی تعلیم مکمل کر کے کچھ عربی تعلیم بھی حاصل کی اور نوعمری میں ہی اپنے حقیقی چچا حضرت حاجی شاہ غلام یحییٰ قدس سرہ (۱۲۳۲ھ) سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو گئے تھے۔ پھر ملازمت کے سلسلے میں لکھنؤ تشریف لے گئے۔

آپ حضرت شاہ غلام زکریا کے ساتھ حضرت مولانا سید عبد الرحمن لکھنوی کی مسجد میں رہے اور حضرت مولانا کی صحبت پائی۔ آپ چونکہ نوجوانی میں بڑے پہلوان تھے اس لیے نواب غازی الدین حیدر (حکومت: ۱۸۱۴ - ۱۸۲۷ء) کے خاص سواروں میں افسر ہو گئے۔

ایک دن لکھنؤ میں ایک مجذوب بنگ نوش آپ کو ملا، کہنے لگا کہ تمھیں جامۂ مشیخت پہننا ہے، ورنہ ابھی بھانگ کا پیالہ نوش کراتا۔

اجازت وخلافت

آخر تیس سال کی عمر میں یکا یک جذبۂ الٰہی سے سرشار ہوئے اور رضائے مولیٰ کی طلب میں سرگرداں ہوگئے۔ایک دن خواب میں حضرت افہام اللہ شاہ کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں:

''میری درگاہ خالی ہے،تم یہاں آکر بیٹھو۔''

اسی وقت نوکری ترک کی،صفی پور حاضر ہوئے اور درگاہ میں گوشہ نشین ہوگئے اور نسبت اویسی سے فیض یاب ہوئے۔اس درمیان حضرت مخدوم افہام اللہ شاہ کے باطنی اشارے پر ان کے مرید وخلیفہ حضرت مخدوم شاہ محمدی عرف غلام پیر قدس سرہٗ سانڈی (ضلع ہردوئی) سے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازنے کے لیے صفی پور تشریف لائے اور حضرت مخدوم افہام اللہ شاہ کا خرقہ عنایت فرمایا۔

کچھ دنوں کے بعد آپ کے چچازاد بھائی حضرت شاہ غلام زکریا قدس سرہ بھی لکھنؤ سے صفی پور تشریف لائے اور آپ کو غور سے دیکھا،قلبی اطمینان کے بعد آپ کو ان تمام نعمتوں سے نوازا جن کو انھوں نے مختلف پیرانِ طریقت سے حاصل کیا تھا۔

حضرت شاہ ولی محمد (صاحبِ سجادہ) نے بھی آپ کے سر مبارک پر ایک کلاہِ تبرک رکھی اور مبارک باد پیش کی اور دعائیں دیں۔بعض نادانوں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے اپنی اولاد کے واسطے کیا چھوڑا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے مخدوم شاہ صفی کے حکم کی تعمیل کی ہے۔(۱)

---

(۱) عین الولایت،ص:۱۷

ترک وتوکل

آپ نے مکمل ترک و تجرید اختیار کیا اور مطلقاً کوئی ذریعۂ معاش نہ رکھا اور حضرت مخدوم شاہ افہام اللہ قدس سرہ کی خانقاہ میں متوکلانہ گزر بسر کیا۔

ارشاد وہدایت

آپ کثیر السکوت تھے اور اکثر مستغرق رہتے، مگر طالبین کی تربیت فرماتے وقت معاملہ بالکل مختلف ہوتا۔ آپ کے مرید وخلیفۂ اعظم قطب العالم حضرت شاہ خادم صفی محمدی فرماتے ہیں:

جب آپ تعلیم فرماتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا کہ (علم وعرفان کا) دریا بہہ رہا ہے۔(۱)

آپ کو حضرت غوث پاک سے خاص نسبت تھی۔ سماع سنتے لیکن رقص نہ کرتے، مگر گریہ وزاری خوب کرتے۔

آپ کے ملفوظات کے دو مجموعے ہیں:

(۱) حفیظ الافہام، جمع کردۂ منشی یحییٰ علی خان رحمہٗ اللہ (والد ماجد حضرت شاہ عزیز اللہ صفی پوری)

(۲) ہدیۂ صفویہ، جمع کردہ مولوی محمد احسن رحمہ اللہ۔

دونوں مجموعے راقم کو ہنوز دستیاب نہیں ہو سکے، جس کی روشنی میں کچھ تفصیلات عرض کی جاتیں۔

آخری عمر میں آپ پر محویت غالب تھی، آنکھیں بند کیے ہوئے، گردن جھکائے ہوئے بیٹھے رہتے۔ حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری روایت فرماتے ہیں:

---

(۱) عین الولایت، ص: ۱۸

’’برادرم مخدومی احمد اللہ شاہ [مرید وخلیفۂ حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدیؒ] کہتے ہیں کہ ایک دن مغرب کے وقت میں حاضر تھا، جناب امیر اللہ شاہ صاحب نے آپ کے خادم خاص میاں محمدی سے کہا کہ میاں کے پاس چراغ جلا دو! آپ نے سن لیا، فرمایا: کچھ حاجت نہیں، آفتاب روشن ہے۔(۱)

حضرت شیخ ابو بکر شبلی قدس سرہ (م ۳۳۴ھ) کا ارشاد کس قدر مطابقِ واقعہ ہے:

كُلُّ بَيْتٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ
غَيْرُ مُحْتَاجٍ إِلَى السُّرُجِ
وَجْهُكَ الْمَأْمُوْلُ حُجَّتُنَا
يَوْمَ يَأْتِي النَّاسُ بِالْحُجَجِ(۲)

تمہارا نور جس جا جلوہ گر ہو — چراغوں کا وہاں کیوں کر گزر ہو
دلائل کی ہو جس دن سب کو حاجت — مری روئے منور پر نظر ہو

اولاد

(۱) حضرت شاہ امیر اللہ صفوی (خلف اکبر و جانشین)
(۲) شیخ ثناء اللہ
(۳) شیخ فصیح اللہ
(۴) شیخ رعایت اللہ

اور تین صاحبزادیاں: (۱) زوجہ حضرت شاہ محمد شفیع (۲) زوجہ امراؤ علی (۳) زوجہ نیاز محمد۔

---

(۱) عین الولایت، ص:۳۱

(۲) الرسالة القشيرية، باب أحوالهم عند الخروج من الدُّنيا، ص:۶۲۶

خلفاء

(۱) حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ (صفی پور)

(۲) حضرت شاہ چراغ علی صفی پوری قدس سرہ (صفی پور)

(۳) حضرت سعد اللہ شاہ صفی پوری قدس سرہ (صفی پور)

(۴) حضرت شاہ علی محمد قدس سرہ (سانڈی، ہردوئی)

(۵) حضرت علی رضا شاہ قدس سرہ (سرگروہ مداریہ)

(۶) حضرت احمد اللہ شاہ آسیونی قدس سرہ (آسیون، اناؤ)

(۷) حضرت مرزا احمد شاہ لکھنوی قدس سرہ (لکھنؤ)

(۸) حضرت شاہ سلیمان ولایتی قدس سرہ

(۹) حضرت امیر اللہ شاہ قدس سرہ (صاحبزادہ وجانشین)

وصال

مخدومنا حضرت محمد حفیظ اللہ شاہ قدس سرہ کا وصال ۲۲/جمادی الاخریٰ ۱۲۸۱ھ / ۲۳/نومبر ۱۸۶۴ء دوشنبہ کی رات کو ہوا۔ مزار مبارک حضرت شاہ افہام اللہ قدس سرہٗ کے روضہ کی پشت پر واقع مرجع خلائق ہے۔

قطعۂ تاریخ

چو شیخ وقت ولی خدا حفیظ اللہ — بہ خلد پاک سفر کرد از سپنج سرا
نوشت مصرع صوری ومعنویش عزیز — ہزار دو صد و ہشتاد و یک بکنج فنا

۱۲۸۱ھ

○○○

مجدّدِ سلسلۂ صفویہ مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ

(۱۲۲۹-۱۲۸۷ھ/ ۱۸۱۴-۱۸۷۰ء)

سلسلۂ صفویہ کے تمام مشائخ اپنے آپ میں ایک عالم سمیٹے ہوئے تھے مگر ان میں سے بعض نے ایسا تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے جن کے ذکر کے بغیر تاریخ صفویت نامکمل رہے گی۔ ان میں سے چند کا تذکرہ گزر چکا۔ اب اس عظیم شخصیت کا ذکر کیا جا رہا ہے جو سلسلۂ صفویہ کے مجدد ہیں، جن کے بارے میں اس سلسلے کے عظیم بزرگ حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد صفی پور میں ایک چراغ روشن ہوگا، جس پر ایک زمانہ شیفتہ اور پروانہ وار نثار ہوگا، اس شمع ہدایت سے بہت سے طالبان مولیٰ مستفیض ہوں گے۔ وہ اپنا اور اپنے پیران طریقت کا نام روشن کرنے والا ہوگا۔

ولادت

اس پیشین گوئی کے مصداق حضرت قطب العالم مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ ہوئے۔ آپ ۱۲/رجب ۱۲۲۹ھ (۳۰/جون ۱۸۱۴ء) کو دوشنبہ کی رات صفی پور میں پیدا ہوئے۔

نسب

آپ کے والد کا نام حضرت شاہ عطائے صفی تھا۔ آپ حضرت بندگی شیخ مبارک کی اولاد میں ہیں۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

حضرت شاہ خادم صفی بن شاہ عطاے صفی بن شاہ محمد معصوم (جن کا تذکرہ چند صفحات قبل گزرا۔) رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

آپ کی والدہ ماجدہ بھی بہت پارسا اور خدا رسیدہ تھیں۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے بھی آپ فاروقی تھے۔ آپ کے نانا شیخ فیض اللہ بن حضرت شاہ غلام پیر رحمہا اللہ تعالیٰ تھے۔ والد و والدہ ہر دو کا سلسلۂ نسب شیخ دانیال بن شیخ عبدالرزاق (نبیرۂ بندگی شیخ مبارک) پر ایک ہو جاتا ہے۔

ابتدائی احوال، تعلیم و تربیت

آپ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت لہو و لعب کی طرف مائل نہیں تھی۔ بچپن سے پرندے پالنے کا شوق تھا جو ہمیشہ رہا۔ بچپن میں حضرت شاہ غلام زکریا قدس سرہٗ نے آپ کی ایک خدمت گزاری پر خوش ہو کر فرمایا تھا کہ ہم نے تمہاری ایک امانت برادرم حفیظ اللہ شاہ کو سپرد کر دی ہے، جب سن شعور کو پہنچو گے تمہیں مل جائے گی۔

آپ نے قرآن مجید کی تعلیم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے شاگرد مولانا شیخ چراغ علی علیہ الرحمہ (۱) سے حاصل کی اور مثنوی مولوی معنوی، سبع سنابل اور تصوف و سلوک کی چند کتابیں مولانا حکیم ہدایت اللہ صفی پوری (۲) پڑھیں۔ ہر علم و فن میں کسی نہ کسی کو اپنا استاد بنایا۔ علم برائے عمل حاصل کیا۔ ہمیشہ اس کو واسطہ

---

(۱) مولوی شیخ چراغ علی صفی پوری، ایک عرصے تک دہلی میں رہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کیا، قرآن مجید ان سے مکمل پڑھا۔ (مخزن الولایت: ص ۷۸)

(۲) مولوی حکیم ہدایت اللہ صفی پوری، مخدوم زادگان میں سے تھے۔ علم حدیث میں مرزا حسن علی محدث لکھنوی (۱۲۵۵ھ) کے شاگرد رشید تھے۔ علوم عربیہ بالخصوص فقہ و حدیث اور طب میں کمال رکھتے تھے۔ مشہور زمانہ حکیم و طبیب تھے۔ ۱۲۸۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (مخزن الولایت: ۷۹، سوانح اسلاف: ۸۳)

خیال کیا اور اصل مقصد کو پیش نظر رکھا۔

ابتدائے عمر سے ہی احکام شرعیہ کے پابند تھے، ہمیشہ ہر سنت و مستحب پر نظر رکھتے تھے۔ مسائل شرعیہ کی نہایت تحقیق فرماتے تھے اور باوجود علم و آگہی علما سے ضرور استفسار فرماتے تھے۔ ابتدا سے ہی دل طلب مولیٰ کے جذبے سے سرشار تھا۔

بیعت وخلافت

باشعور ہونے کے بعد مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ اس وقت صفی پور میں حضرت مخدوم محمد حفیظ اللہ شاہ قدس سرہ کا فیض جاری تھا، جو آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ بیس سال کی عمر میں آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد حالت مزید بدل گئی، صرف یادالٰہی سے کام رہا۔ اسی زمانے میں چچازاد بہن سے آپ کا عقد مسنون بھی ہوگیا۔ ازدواجی زندگی میں مصروف ہونے کے باوجود طلب مولیٰ کے جذبے میں کوئی کمی نہ آئی۔ مجاہدات وریاضات کے پہلے ہی سے عادی تھے، مرشد کے حکم کے مطابق اس راہ میں مختلف قسم کی شدتیں برداشت کرنی پڑیں اور ایک دن ان تمام مجاہدات شاقہ کی تپش سے کندن ہوگئے۔ بالآخر ماہ ذی قعدہ ۱۲۵۵ھ/ جنوری ۱۸۴۰ء میں جمعہ کے روز مرشد گرامی نے تمام روحانی نعمتوں سے نوازا اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر مسند ارشاد پر فائز کیا۔

اخلاق

آپ خُلق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئینہ دار تھے۔ اسی حسنِ خُلق کی وجہ سے غیروں نے بھی آپ کو تسلیم کیا اور اکثر راہِ راست پر آئے۔ آپ کی بارگاہ میں طالبین کی ایک بڑی جماعت ہمیشہ موجود رہتی جن کی تعلیم وتلقین کو آپ اپنا دینی ومنصبی فریضہ خیال کرتے ہوئے ان کی ہر طرح کی کفالت بھی فرماتے۔

حاضر یا غائب کسی کی برائی نہیں کرتے تھے۔

۱۲۵۵ھ/ ۱۸۴۰ء میں جب حضرت مخدوم حفیظ اللہ شاہ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے اپنی تمام جائداد یہاں تک کہ ذاتی گھر بھی مرشد کو نذر کر دیا اور خود مرشد کے عنایت فرمودہ گھر میں رہنے لگے۔

آپ نے عمر کی صرف ۵۸ بہاروں کو دیکھا۔ زندگی کے اکثر حصے عبادت و ریاضت اور تنگی میں گزارے۔آپ ۱۲۷۷ھ کے بعد مسلسل بیمار رہے اور درمیان میں والدہ کے اصرار پر علاج ومعالجہ کی غرض سے لکھنؤ اور کان پور جانے کا اتفاق ہوا۔

ایام علالت میں پیرو مرشد کی عیادت بھی حاصل رہی،مرشد کی دعا کی برکت سے مکمل صحت یاب بھی ہوئے۔اس کے شکرانے میں مرشد کے وصال (۱۲۸۱ھ) کے بعد مزار مبارک پر چادر پیش کی اور اپنے مرشد زادے حضرت امیر اللہ شاہ کو عمامہ، پیرہن اور نقد نذر کیا۔مرشدِ برحق کے مرقد منوّر کی چادر پر یہ شعر نقش کرایا:

در بشر رو پوش گشتہ آفتاب
فہم کن واللہ أعلم بالصواب

(بشر کے پردے میں آفتاب روپوش ہو گیا ہے،اس بات کو سمجھو،اللہ درستی کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔)

سفر

آپ ساری عمر صفی پور میں رہے اور صرف ضرورت کے تحت آس پاس کے چند ایک مقامات پر چھ سات بار جانا ہوا۔ علاج کے لیے کان پور کے سفر کے دوران جاجموٴ میں حضرت مخدوم شاہ اعلیٰ جاجموی قدس سرہٗ (جو آپ کے اجداد میں آتے ہیں) کی درگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ اعلیٰ جاجموی کی درگاہ پر جب آپ پہلی بار حاضر ہوئے تو

خلاف عادت بہت ساری قبروں کا لحاظ نہ کیا اوران پر پاؤں رکھتے ہوئے داخل ہو گئے۔معمول کے خلاف یہ عمل دیکھ کرلوگوں کوحیرت ہوئی۔تھوڑی دیر بعدآپ نے فرمایا کہ ان قبروں میں کوئی مدفون نہیں ہے۔تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ پرانے زمانے میں امراء ووزراء، بزرگوں کی قبروں کے قریب دفن ہونے کی خواہش کرتے تھے،ان کودوررکھنے کے لیےلوگوں نے بہت سی مصنوعی قبریں بنادی تھیں۔(۱)

کان پور میں قیام کے درمیان حضرت شاہ غلام رسول نقشبندی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی۔دونوں بزرگوں کے مابین پرلطف صحبت رہی۔آخری ملاقات کے روز آپ نے حضرت شاہ غلام رسول نقشبندی قدس سرہ سے فرمایا کہ آج آپ کا گھر بے رونق نظرآرہاہے۔انہوں نے فرمایا: گھر چونکہ پرانا ہو چکاہے،مزدوراس کی مرمت میں لگے ہیں،شکست وریخت درست کررہے ہیں، اسی لیے ایسا نظرآرہاہے۔جب حضرت اقدس اپنی قیام گاہ پرواپس تشریف لائے توفرمایا: شاہ صاحب کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ اس کے دوسرے یا تیسرے روزحضرت شاہ غلام رسول قدس سرہ کاوصال ہوا۔(۲)

عادات واطوار

آپ روپئے پیسے کوہاتھ سے نہ چھوتے مگرمحفل سماع میں جب کوئی نذردیتا توکبھی اس کے ہاتھ کوپکڑکرقوال کے سامنے کردیتے اورکبھی خوددست مبارک سے اٹھاکر دےدیتے، یاپیرومرشدکواوران کے بعدان کے صاحبزادے کوجب نذردیتے تب ہاتھ لگاتے۔نہ دنیاداروں کی محفل میں جاتے اورنہ کسی کے گھرکا کھانا تناول فرماتے۔ آپ توبہ کرانے اوربیعت لینے میں تاخیرنہ فرماتے،لیکن آخرایام میں بہت کم

(۱)مخزن الولایت،ص:۴۲

(۲)مخزن الولایت،ص:۳۲

بیعت لیتے تھے۔ مرید کرنے کی خواہش کو بہت مذموم جانتے تھے۔ فرماتے تھے:

درویشی کی پہلی شرط یہ ہے کہ مرید کرنے کا حریص نہ ہو۔

چودھری حشمت علی سنڈیلوی نامی گرامی تعلقہ دار اور بڑے رئیس تھے۔ انہوں نے آپ کو بذریعۂ خط بیعت کی غرض سے دعوت دی۔ آپ نے بہ مصداق ''اگر جنبد زمیں جُنبَد، قطب از جا نمی جُنبَد'' (زمین جنبش کرسکتی ہے لیکن قطب اپنی جگہ پر مستحکم رہتا ہے۔) اُسی خط پر یہ دو شعر لکھ کر روانہ فرمادیے اور خود تشریف نہیں لے گئے:

کرا دماغ کہ از کوئے یار برخیزد
نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

(کس میں یہ حوصلہ کہ یار کے کوچے سے اٹھ سکے! ہم تو ایسا بیٹھے ہیں کہ ہمارا غبار ہی اٹھے گا۔)

نہ نالے کے قابل نہ فریاد کے
پھنسے دام میں ایسے صیاد کے (۱)

آپ کی غذا بہت قلیل تھی اور چونکہ دعائے سیفی (حرزِ یمانی) آپ کے ورد میں تھی، اس لیے مچھلی اور بڑے گوشت سے پرہیز فرماتے تھے۔

آپ کی نظروں میں بڑی تاثیر اور جاذبیت تھی۔ سید ارادت حسین اثنا عشری محفل سماع میں ہنسے، آپ نے پلٹ کر دیکھا وہ فوراً تڑپنے لگے۔ محفل کے بعد تائب ہوکر مرید ہوگئے۔ ان کے اعزّہ انہیں مجتہد تک لے گئے لیکن کچھ نہ ہوا، آخر مجتہد نے کہا کہ ان پر پڑھا ہوا جن سوار ہے۔ (۲)

---

(۱) نغمۂ صوفیہ، ص: ۱۵

(۲) عین الولایت، ص: ۲۳-۲۴

اس طرح کے بے شمار واقعات رونما ہوتے رہتے۔

ارشادات

آپ قولاً وفعلاً ہر وقت خلقِ خدا کی خیر خواہی اور فائدہ رسانی پر آمادہ رہتے۔ باطنی ہمت، دعا تعویذ، مالی امداد اور زبانی ارشاد سے ہمہ وقت لوگوں کی دلجوئی اور ہدایت کا سامان فراہم کرنا، آپ کی حیاتِ مبارکہ کا روشن ترین باب ہے۔

آپ کے ملفوظات معرفتِ الٰہیہ کا مخزن ہیں، تفصیل کا یہ مقام نہیں، اس لیے ذیل میں بالاختصار آپ کے چند ارشادات 'مخزن الولایت والجمال' (مؤلّفہ حضرت شاہ عزیز اللہ صفی پوری) سے نقل کیے جاتے ہیں۔

* کوئی شخص اگر آسمان میں اُڑے اور ذرہ برابر شریعت کی خلاف ورزی کرے تو وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اس کے کشف وکرامت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔

* اگر مرید پایۂ طریقت سے گرا تو شریعت اس کا مقام ہے، اگر شریعت سے بھی گرا تو اُس کا ٹھکانا کہاں!

* آخری زمانہ ہے، اب اگلوں سا وقت کہاں! برتن میں تلچھٹ باقی ہے اسے ہی چاٹ لینا چاہیے۔ (۱)

* زمانہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے خالی نہیں ہے، اس وقت بھی ایسے بہت سے بندے ہیں کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ البتہ بہت نازک دور ہے، اب دن مثلِ رات تاریک ہیں، اگر کسی سے خرق عادت کا ظہور ہوا تو لوگ اسے جاں بہ لب کر دیں گے اور فرصت ہی نہ دیں گے۔

---

(۱) مرشد گرامی نے احقر حسن کی خلافت (۱۸/ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) کی صبح لوگوں کو جمع کیا اور خلافت پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت شاہ خادم صفی قدس سرہ کا یہ ملفوظ شریف ذکر کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ اب تلچھٹ بھی نہ رہی، صرف اس کی بو رہ گئی۔ مولیٰ کریم روحانیت کی اس خوش بو سے ہمارے مشام جاں کو معطر فرمائے۔ آمین

٭ طالبِ صادق جب تک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایک کا تابع نہیں ہوگا، منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا۔

٭ رسمی مرید تو بہت ہوتے ہیں لیکن حقیقی مرید بہت کم ہوتے ہیں۔ حقیقی مرید وہی ہے جو بالکلیہ پیر کے نقش قدم پر ہو۔

٭ مرید جو کچھ پیر کو کرتا دیکھے اس پر عمل نہ کرے بلکہ جو پیر کہے اس پر عمل کرے۔ [یعنی مرید کو عزیمت پر عمل کرنا چاہیے، رخصت پر عمل شیخ کے حکم سے کرے]

٭ مرید اگر ظاہری شکل وصورت بھی اپنے پیر کی طرح نہ کر سکا تو اس سے آگے اور کیا ہو سکتا ہے!

٭ مرید وہی ہے جس میں مرشد کی بو آتی ہو۔ شاخ میں جب تک قلم نہیں لگتی اس میں لذیذ پھل نہیں آتا۔

٭ محض اسلامِ تقلیدی (یعنی نام کا اسلام) کام نہیں آتا ہے، جب تک کہ حقیقی ایمان حاصل نہ ہو جائے۔

٭ طالب کو کشفِ صدر اور کشفِ قبر کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے، جتنا ہو سکے طلب خدا میں جد وجہد کرے کیونکہ مَن لَہُ المَولٰی فَلَہُ الکُلُّ (جس کا رب، اُس کا سب۔)

٭ بعض لا (مقام نفی) میں رہ گئے اور بعض الا اللہ (اثبات) میں، کوئی کوئی ہی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ سکا، جس کی رسائی یہاں تک ہوئی وہی کامل ہے ورنہ وہ کمال سے بے بہرہ ہے۔

٭ لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم شیخ زادے اور پیر زادے ہیں! دراصل یہی چیز راستے کی رکاوٹ ہوتی ہے۔

٭ لوگ جو ہمارے پاس آتے ہیں نرمی اور مدارات کی وجہ سے آتے ہیں، اگر ایک دن بھی ان کی طرف نظرِ التفات نہ کروں تو کوئی نہ آئے۔

* جن یا خبیث جو بھی ہو مقابلہ (سامنا) کرتا ہے، لہٰذا جس جگہ ڈر محسوس ہو وہاں پلٹ کر نہ دیکھے۔

آثار

آپ ہندی میں اکثر چیزیں ارشاد فرماتے، فارسی اور اردو میں نسبتاً کم کہتے۔ آپ کا عرفانی کلام آپ کے دیوان موسوم بہ 'اسرارِ حقیقت' میں جمع ہے۔

آپ کے ملفوظ کے دو مجموعے ہیں:

(۱) نغمۂ طریقت (تاریخی نام: نغمۂ صوفیہ ۱۲۸۶ھ) آپ کے مرید و خلیفہ مخدومی حضرت شاہ محمد شفیع قیس صفی پوری (م ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء) نے فارسی زبان میں مرتب فرمایا۔ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں قیصر ہند پریس الہ آباد سے شائع ہوا۔

(۲) مخزن الولایت والجمال (۱۲۸۶ھ) جسے آپ کے عزیز خلیفہ، مخدومی شاہ محمد عزیز اللہ عرف منشی ولایت علی صفی پوری (م ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء) نے جمع کیا۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد و لاجواب ملفوظ ہے۔ اس میں آپ کی سوانح کے ساتھ آپ کے خلفا کے بھی مختصر حالات درج ہیں۔ ۱۳۰۰ھ میں مطبع انوار محمدی، لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ بھی فارسی میں ہے۔ اردو ترجمہ پاکستان سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔

اولاد

آپ کے ایک صاحبزادے حضرت نیاز صفی تھے، جو تین سال کی عمر میں ہی وفات پا گئے اور ایک صاحبزادی مُنیا بی بی رحمہا اللہ تھیں جو حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف شیخ امیر احمد قدس سرہ کو منسوب تھیں۔ منیا بی بی کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء میں ان کی وفات ہوئی۔

خلفاء

سلسلۂ صفویہ جس طرح سے آپ کی ذات سے شائع ہوا، بندگی شیخ مبارک قدس سرہ کے بعد کسی کی ذات سے اس کی ایسی اشاعت نہیں ہوئی۔ ۴۲ رنفوس قدسیہ کی تکمیل فرما کران کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، جن میں سے سب کے سب اپنے وقت کے کامل مرشد اور رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان میں سے اکثر کے دست حق پرست پر ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ تائب ہوئے اوران کے ذریعے طالبین مولیٰ نے اپنے مقصد حیات تک رسائی حاصل کی۔

کعبۃ العشاق باشد این مقام ہرکہ ناقص آمد این جا شد تمام

(یہ بارگاہ عشاق کا مرکز ہے، اس کے گرد جو بھی ناقص آیا اس کی تکمیل ہوئی۔)

(۱) حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف شاہ امیر احمد (جانشین)

(۲) حضرت ذوالفقار اللہ شاہ عرف الطاف محمد صفی پوری

(۳) حضرت کریم اللہ شاہ عرف کریم بخش (صفی پور)

(۴) حضرت عظمت اللہ شاہ (فرخ آبادی)

(۵) حضرت حبیب اللہ شاہ عرف رمضان خان بانگرموی (سیتل گنج)

(۶) حضرت یقین اللہ شاہ عرف سید قمر علی پنجابی ثم لکھنوی

(۷) حضرت عطاء اللہ شاہ عرف عطا حسین صفی پوری

(۸) حضرت عنایت اللہ شاہ صفی پوری

(۹) حضرت مولانا حافظ شاہ عبد الرحمن ترہوانی

(۱۰) حضرت مظہر اللہ شاہ عرف سید مظہر حسین لکھنوی

(۱۱) حضرت اہل اللہ شاہ عرف مشرف علی دہلوی ثم میرٹھی

(۱۲) حضرت مبارک اللہ شاہ عرف مبارک حسین

(۱۳) حضرت ظہور اللہ شاہ عرف اجپل شاہ ملتانی

(۱۴) حضرت مولانا حافظ شوکت علی سندیلوی

(۱۵) حضرت سعادت علی شاہ رام پوری

(۱۶) حضرت امیر اللہ شاہ اناوی

(۱۷) حضرت شرافت اللہ شاہ (آسیون، اناؤ)

(۱۸) حضرت نور اللہ شاہ عرف نور محمد خان (گھاٹم پور، کانپور)

(۱۹) حضرت اسد اللہ شاہ عرف چودھری محمد خصلت حسین (رئیس سنڈیلہ)

(۲۰) حضرت قل ہو اللہ شاہ عرف قاضی عبد الغفور (بارہ بنکی)

(۲۱) حضرت مراد اللہ شاہ عرف مدار بخش (لکھیم پور کھیری)

(۲۲) حضرت کلیم اللہ شاہ عرف فرزند حسن (نیوتنی، اناؤ)

(۲۳) حضرت مظہر اللہ شاہ عرف سرفراز علی (سانڈی، ہردوئی)

(۲۴) حضرت وجہ اللہ شاہ عرف مولوی فیض محی الدین (ہردوئی)

(۲۵) حضرت کرامت اللہ شاہ بانگرمؤی

(۲۶) حضرت رحیم اللہ شاہ عرف سالار بخش کانپوری

(۲۷) حضرت احسان اللہ شاہ صفی پوری

(۲۸) حضرت خوب اللہ شاہ اناوی

(۲۹) حضرت سید شاہ یعقوب علی ترکواسی (گڑگاؤں، ہریانہ)

(۳۰) حضرت شاہ محمد شفیع صفی پوری

(۳۱) حضرت برحق اللہ شاہ حقانی اناوی

(۳۲) حضرت شاہ نیاز حسین بانگرموی

(۳۳) حضرت انوار اللہ شاہ عرف نور محمد محمود نگری لکھنوی

(۳۴) حضرت کفایت اللہ شاہ (بلہور، کانپور)

(۳۵) حضرت سید یعقوب علی موہانی (موہان، اناؤ)

(۳۶) حضرت اظہار اللہ شاہ عرف نیاز محمد صفی پوری

(۳۷) حضرت خلیل اللہ شاہ عرف حکیم خلیل الدین خان طبیب لکھنوی (الٰہ آباد)

(۳۸) حضرت روح اللہ شاہ عرف مولوی حسین علی صفی پوری ثم سندیلوی

(۳۹) حضرت احمد اللہ شاہ عرف مولوی احمد علی موہانی (صفی پور)

(۴۰) حضرت بشارت اللہ شاہ صفی پوری

(۴۱) حضرت عین اللہ شاہ عرف خلیل احمد صفی پوری

(۴۲) حضرت عزیز اللہ شاہ عرف منشی محمد ولایت علی خان صفی پوری رَحِمَہُمُ اللّٰہُ

ان ۴۲/حضرات کے علاوہ ۲۹/مردوں اور ۷/عورتوں کو پیالہ نوش فقیر بنایا۔

فقیر داس

شیو چرن موضع تکیہ (لکھنؤ) کے رہنے والے ایک صاحبِ کمال برہمن تھے۔ حضرت اقدس کو خواب میں دیکھ کر حاضر ہوئے، بعینہٖ وہی صورت پائی جو نظر آئی تھی، آپ کے سچے بھکت ہوئے اور مرید ہو گئے۔ حضرت صاحب قبلہ نے فقیر داس نام رکھا اور خلفا کی طرح تعلیم فرما کر صاحب اجازت کیا، ان کے بہت سے چیلے ہوئے۔(۱)

جانشینی وتولّیت

حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف شیخ امیر احمد قدس سرہ آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت شاہ امیر احمد قدس سرہ آپ کے داماد اور بھتیجے تھے۔ پیر و مرشد نے آپ کے حق

---

(۱) عین الولایت، ص: ۱۵

میں فرمایا تھا کہ میرے فرزند، لختِ جگر اور جان و مال کے مالک ہیں۔(۱) آپ اپنے مرشدِ گرامی کے آخری خلیفہ تھے۔ پیر و مرشد نے وصال سے صرف ۳/دن پہلے آپ کو اجازت و خلافت عطا کی اور جانشین مقرر فرمایا۔

حضرت شاہ امیر احمد صفوی نے زوجۂ اولیٰ (بنت حضرت صاحب) کی وفات کے بعد دوسرا عقد انیسؒ بی بی سے کیا، وہ بھی لاولد رہیں۔

حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف شاہ امیر احمدؒ کا وصال ۷/ذوالحجہ ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء کو ہوا۔ حضرت شاہ عزیز صفی پوری نے درج ذیل تاریخ کہی (۲):

جانشین مرشدِ ما رفت آہ خوش برآمد جانِ او از کالبد

مصرعِ تاریخ بنوشتم عزیز شاہ امیر احمد گل فردوس شد

حضرت شاہ امیر احمد قدس سرہ کے بعد درگاہ شریف اور جائداد کی منتظم آپ کی اہلیہ انیسؒ بی بی ہی رہیں۔ انہوں نے اپنے بھتیجے سید خادم علی بن سید فرزند علی اور ان کے چھوٹے بھائی سید ناظم علی کو اپنا وارث نامزد کیا۔

حضرت مواہب اللہ شاہ عرف سید خادم علی رحمہٗ اللہ کو بیعت اور اجازت و خلافت حضرت شاہ شمشاد صفی محمدی قدس سرہ (۳) سے تھی اور اُنہی کی منجھلی صاحبزادی سے عقد بھی ہوا، جن سے ایک صاحبزادے حضرت سید ضیاء خادم عرف نوابو میاں یادگار ہوئے۔

حضرت خادم علی میاں کی حیات کے آخری دنوں میں کچھ ناچاقی اور نا اتفاقی کے سبب ان کے چھوٹے بھائی جناب سید ناظم علی میاں نے درگاہ کا انتظام و انصرام اپنے

---

(۱) عین الولایت، ص: ۲۵

(۲) بیان التواریخ، ص: ۷۳

(۳) آپ کا ذکر خیر ص: ۱۳۳ پر ملاحظہ ہو۔

ہاتھوں میں لیا اور متولّی ہوئے۔ حضرت سید خادم علی میاں نے اپنے صاحبزادے سید ضیا خادم عرف نوابو میاں کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ حضرت خادم علی صاحب کی وفات ۲۲/رجب ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں ہوئی اور ان کے صاحبزادے حضرت نوابو میاں رحمہ اللہ کی وفات ۱۶/ ذی القعدہ ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء کو ہوئی۔ اب آپ کے بڑے صاحبزادے جناب سید ضیا عارف عرف ببو میاں آپ کے جانشین ہیں۔

درگاہ شریف کے متولی جناب سید لائق ناظم بن سید ناظم علی صاحب ہیں، جو معاملہ فہم، ذی شعور اور بہتر انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔

وصال

قطب العالم حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی کا وصال ۱۳/ رجب ۱۲۸۷ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۸۷۰ء بروز یک شنبہ کو ہوا۔ مزار مقدس صفی پور میں مرجعِ خلائق ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

از حضرت شاہ روح اللہ عرف مولانا حسین علی سرشار صفی پوری

جناب حضرت خادم صفی شاہ شفوق — نمود عزم ازین جا بہ خالق مخلوق
سن تولد و عمر و وصال در شعری — نوشت عاشق سرشار اندرین منطوق
ظہورِ حُسن تولد، سنین او محبوب — سن وصال بدانید عاشقِ معشوق

از حضرت شاہ عزیز اللہ صفی پوری

شاہ خادم صفی ولیُّ اللہ — قد تلقّٰی بجنّتِ الماوٰی
قلتُ بالفکرِ عامۂ کعزیز — أَوصَلَ اللّٰہُ شَیخَنَا بِلِقَا

ولہٗ

آمد از آسمان بلائے عظیم — قطب آفاق رفت وا ویلاہ
گفت تاریخ فی البدیہ عزیز — شاہِ خادم صفی نماندہ آہ

ولہٗ ایضاً

شدہ واصل بخدا مرشدِ ما حضرتِ خادم چو صبا گشت سبک خیز و بہ فردوس برین شد
ملک آمد ز فلک گفت چہ تاریخ عزیزا صبح یکشنبہ ہمہ حق ز رجب سیزدہم شد

ولہٗ در سال عیسوی (۱۸۷۰)

چون اکتوبر آمد نہم روز رفت ولیِّ خدا سوئے جنت پگاہ
دلم گفت سال مسیحی عزیز جدا شاہِ خادم صفی گشتہ آہ

ولہٗ در سال سمّت (۱۹۲۷)

کنوار آمد و رفت روز نخستین بخلدِ برین مرشدِ پاک خوش خوی
عزیز جگر خستہ سمت رقم زد بشد شاہِ خادم ولیِّ خدا جوی

○○○

حضرت شاہ امیر اللہ صفوی قدس اللہ سرہٗ

(م: ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء)

آپ حضرت شاہ حفیظ اللہ قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے اور مرید وخلیفہ ہیں۔آپ کامل فقیر اور اپنے اسلاف کے سچے جانشین تھے۔آپ کی ذات سے خلقِ خدا خوب فیضیاب ہوئی اور سلسلے کو کافی فروغ ملا۔

حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہ نے ۱۲۷۷ھ میں آپ کو اجازت وخلافت عنایت کی اور سجادہ نشین مقرر کیا۔جب آپ نے ان کو خلافت دی، پوری درگاہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔چھوٹے بڑے سارے حاضرین آپ کی تاثیر سے رو رہے تھے۔(۱)

دیوان صفوی آپ کی یادگار ہے۔

خلفا

(۱) حضرت امجد اللہ شاہ رحمہٗ اللہ (صاحبزادہ)

(۲) حضرت خلیل اللہ شاہ عرف دامڑ میاں رحمہٗ اللہ (برادرزادہ وجانشین)

(۳) حضرت شاہ مخصوص اللہ عرف سید سخاوت حیدر رحمہ اللہ (صفی پور)

(۴) حضرت منشی محمود الحسن اویس صفی پوری بن حضرت شاہ محمد شفیع (ہمشیرزادہ)

(۵) حضرت شاہ علی عابد بن شاہ علی محمد (سانڈی، ہردوئی)

---

(۱) عین الولایت، ص: ۳۱

(۶) حضرت حافظ اسد اللہ شاہ عرف چھیدا شاہ (کان پور)

(۷) حضرت جمال اللہ شاہ کان پوری

(۸) حضرت حافظ قدرت اللہ شاہ کان پوری

(۹) حضرت سعادت شاہ کان پوری

حضرت امیر اللہ شاہ قدس سرہ کا وصال ۸؍رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ/ ۳۱؍ جنوری ۱۸۹۸ء کو ہوا۔ مزار مبارک والد بزرگوار کے پہلو میں ہے۔

قطعۂ تاریخ از حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری قدس سرہ (۱)

قبلہ و کعبہ حفیظ اللہ شاہ بود مثلِ اولیاے ما سبق
جانشینش رخت بربست و برفت می دہد آن جاے خالی صد قلق
مصرعِ تاریخ بنوشتم عزیز **انتقال شاہ امیر اللہ بحق**

حضرت شاہ امجد اللہ صفوی قدس اللہ سرہٗ

(م: ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء)

حضرت شاہ امیر اللہ قدس سرہ کے فرزند اور مرید و خلیفہ حضرت امجد اللہ شاہ رحمہ اللہ نیک خصال اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ آپ کے والد بزرگوار نے حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر ۱۸؍محرم الحرام ۱۳۰۹ھ/ ۲۴؍اگست ۱۸۹۱ء کو آپ کو خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا۔ حضرت شاہ عزیز صفی پوری نے تاریخ کہی (۲):

کرد سجادہ نشین حضرت امیر اللہ شاہ روز عرس حضرت مخدوم با جاہ و جلال
خادم احمد کرد اصرار و عزیز خستہ گفت **جانشین شد امجد اللہ شاہ عابد باکمال**

---

(۱) بیان التواریخ، ص: ۷۵-۷۶

(۲) بیان التواریخ، ص: ۵۹

حضرت امجد اللہ شاہ نے جواں سالی میں اپنے والد ماجد کی حیات میں ہی ۱۲/ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ مطابق ۲۱/اگست ۱۸۹۶ء کوسفرِ آخرت فرمایا۔

حضرت شاہ عزیز اللہ قدس سرہٗ نے آپ کی تاریخ وفات بھی کہی ہے:(۱)

کیست کز گردن فرازی دم زند　　چون علم سازد قضا از غیب سیف

مصرع گفتم عزیزا از قلق　　نوجوان رفت امجد اللہ شاہ حیف

حضرت شاہ خلیل اللہ صفوی عرف دامڑ میاں رحمہ اللہ

(م:۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء)

حضرت شاہ امیر اللہ صفوی قدس سرہٗ کے بعد ان کے برادرزادے اور مرید وخلیفہ حضرت خلیل اللہ شاہ بن شیخ ثناء اللہ رحمہٗ اللہ جانشین ہوئے۔ ان سے بھی کثیر تعداد میں خلقِ خدا فیضیاب ہوئی۔

ان کا وصال ۲۳/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء کو ہوا۔

ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سمیع اللہ شاہ عرف مولوی عبد القیوم صفوی (بسّن میاں) رحمہٗ اللہ ان کے جانشین ہوئے۔ ان کا انتقال ۴/شوال المکرم ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء کو ہوا۔ ان حضرات کی آخری آرام گاہ صفی پور ہی میں ہے۔

○○○

(۱) بیان التواریخ، ص: ۷۳

حضرت کریم اللہ شاہ صفی پوری قدس سرہ

(م:۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء)

آپ کا نام شیخ کریم بخش بن شیخ رحیم بخش ہے۔آپ مخدوم زادگان صفی پور میں سے ہیں اور حضرت شیخ نظام الدین عرف جامی میاں بن بندگی شیخ اکرم بن بندگی شیخ مبارک کی اولاد میں سے ہیں۔(۱)

حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی کے مرید اور اوّلین خلفا میں سے تھے۔آپ ۱۲۶۲ھ میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔تارک ومتوکل،صاحبِ وجدوسماع تھے۔درویشِ کامل اور صاحبِ تاثیر تھے۔ایک مرتبہ کسی نے آپ کو آزمانا چاہا،آپ نے اسے ایسی نگاہ سے دیکھا کہ وہ بے خود ہوکر گر پڑا۔(۲)

اپنے پیرومرشد کی حیات میں ہی ۱۸/ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۹ء میں آپ کا وصال ہوا۔تکیہ حضرت مولانا شیخ علم الدین (پدر بزرگوار حضرت مخدوم شاہ صفی) میں پائیں جانب آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

حضرت مولوی شاہ بقاءاللہ کریمی خادمی رحمہٗ اللہ تعالیٰ

(م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)

---

(۱) باقیات الصالحات،ص:۸

(۲) مخزن الولایت،ص:۱۰۶

حضرت کریم اللہ شاہ کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔آپ نے خلقِ خدا کی خوب خدمت کی اور سلسلے کو پھیلایا۔ بقائی نسبت آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔

حضرت بقاء اللہ شاہ کے خلفا و مریدین سے سلسلے کی نشر و اشاعت ہوئی۔

خلفا

حضرت شاہ محمد فیض اللہ عرف چھنگا شاہ (ہمشیر زادے)، حضرت شاہ ضامن علی بقائی، حضرت فیاض علی بقائی اور حضرت شاہ مشہود اللہ عرف محمد عبد العلیم بقائی آسیونی گونڈوی رَحِمَهُمُ اللہ تعَالیٰ آپ کے مشہور خلفا میں تھے۔

وصال

حضرت بقاء اللہ شاہ کا وصال ۲۴/ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ/ یکم مئی ۱۹۴۳ء کو ہوا اور صفی پور میں مدفون ہوئے۔

اولاد

حضرت بقاء اللہ شاہ کے تین صاحبزادے ہوئے:

(۱) جناب شاہ محمد خلیق اللہ صاحب

(۲) جناب شاہ محمد عظیم اللہ صاحب

(۳) جناب محمد علیم اللہ صاحب

حضرت شاہ محمد عظیم اللہ بقائی رحمہٗ اللہ (م ۱۵/ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) کے دو صاحبزادے ہیں:

(۱) مولانا ولی اللہ بقائی صاحب (خلفِ اکبر)

(۲) جناب محبوب اللہ بقائی صاحب (خلفِ اصغر، متوطن مہوبا)

○○○

حضرت مولانا شاہ حسین علی سنڈیلوی قدس سرہ

(۱۲۴۰-۱۳۱۱ھ/ ۱۸۲۵-۱۸۹۳ء)

حضرت شاہ روح اللہ عرف مولانا شیخ حسین علی بن مولانا غلام مرتضیٰ سنڈیلوی اصلاً صفی پور کے رہنے والے اور بندگی شیخ مبارک قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ ۱۲۴۰ھ/ ۲۵-۱۸۲۴ء میں اپنے ننہال سنڈیلے میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد ماجد اور علمائے فرنگی محل کی خدمت میں تحصیل علم کی اور فراغ حاصل کیا۔

صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”الشيخ الفاضل حسين علي بن غلام مرتضىٰ العمري السنديلوي، كان أصله من صفي پور، ولد بسنديله سنة أربعين و مئتين و ألف، وقرأ العلم علىٰ والده ثم دخل لكهنؤ وأخذ عن علمائها، ثم تصدّر للتدريس. وله مصنفات، منها: ديوان الشعر، وشرح أربعين كافا وغيرهما. توفي سلخ جمادى الآخرة سنة إحدى عشرة وثلاث مئة وألف.“(۱)

”ترجمہ: مولانا حسین علی بن غلام مرتضیٰ عمری سنڈیلوی کا خانوادہ اصلاً صفی پور کا تھا۔ آپ کی ولادت ۱۲۴۰ھ میں سنڈیلہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے

---

(۱) نزہۃ الخواطر: ۸/ ۱۲۱۶

والد سے حاصل کی، پھر لکھنؤ گئے اور وہاں کے علما سے اکتساب کیا۔ پھر تدریس شروع کی۔ آپ کی متعدد تصنیفات ہیں جن میں ایک شعری دیوان اور شرح چہل کاف وغیرہ ہیں۔ اواخر جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ [۱۸۹۳ء] میں وفات پائی۔''

تذکرۂ علماے ہند میں مولوی رحمٰن علی ناروی نے آپ کی تصنیفات کے ذیل میں ''آمدنامہ منظوم'' کا بھی ذکر کیا ہے۔(۱)

حضرت شاہ عزیز اللہ صفی پوری فرماتے ہیں:

''آپ بہت فاضل شخص ہیں۔ معقول ومنقول کی اکثر کتابیں مولانا خادم احمد فرنگی محلی [م ۱۲۷۱ھ] سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد تصوف کی طرف مائل ہوئے اور حضرت شیخ محمد احسن سرہندی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت شاہ خادم صفی محمدی کا اسم گرامی سن کر مشتاق زیارت تھے، اسی زمانے میں ایک خواب دیکھا، فوراً حاضر خدمت ہوئے اور طالبِ ہوگئے۔ ۱۲۸۵ھ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔''(۲)

قطب العالم حضرت شاہ خادم صفی محمدی سے بیعت وخلافت کے بعد آپ کی طبیعت نظم کی طرف مائل ہوئی اور سماع کا ذوق بھی پیدا ہوا۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ''سرشار'' آپ کا تخلص ہے۔ آپ کی ایک فارسی غزل درج ہے:

آمد برِ من دلبرے اعجاز نگاہے
عیسیٰ نفسے داد رسے غیرتِ ماہے

---

(۱) تذکرۂ علماے ہند، ص:۴۹

(۲) مخزن الولایت، ص:۶۹-۱۶۶

خورشید رخے سرو قدے زہرہ جبینے
جادو روشے حور وشے چشم سیاہے
غنچہ دہنے گل بدنے سرو روانے
یاقوت لبے خوش لقبے حسن پناہے
شیرین سخنے سحر فنے ہوش ربائے
زرّین کمرے سیم برے طرفہ کلاہے
رنگین منشے بادہ کشے مست و ملیحے
نازک قدمے نرم کفے عشوہ نگاہے
فرّخ شیم، آرام دلے راحت جانے
دارد زِ رخ و زلف بہم شام و پگاہے
سر تا بہ قدم قدرتِ حق، نورِ مجسم
سرشار برین دعوی من ہست گواہے

○○○

حضرت شاہ محمد شفیع قیس صفی پوری قدس سرہ

(م: ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء)

حضرت شاہ محمد شفیع صفوی، مخدوم زادگانِ صفی پور میں سے تھے اور حضرت مخدوم محمد حفیظ اللہ شاہ قدس سرہ کے داماد تھے۔

آپ کے اجداد کی جائداد سنڈیلے میں تھی لہٰذا وہاں اقامت گزیں رہے۔ بچپن میں ہی حضرت قطب العالم مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ کا ذکرِ مبارک اپنے اعزا میں سے کسی سے سنا تھا، اسی وقت سے مشتاق ہو گئے تھے۔ آپ ہی کے مریدِ صادق اور خلیفہ و مُجاز ہوئے۔ اپنے مرشدِ برحق کے احوال و ملفوظات پر ایک کتاب نغمۂ طریقت کے نام سے تحریر کی۔ فارسی اور اردو کے قادر الکلام اور پُرگو شاعر تھے، قیس تخلص کرتے تھے۔ تاریخ گوئی میں بھی خوب ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کے مرشدِ برحق کو بھی آپ کا کلام مرغوب تھا۔ خود رقم فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت افہام اللہ شاہ قدس سرہ کے عرس مبارک پر قوالوں نے فقیر کی مقفّٰی و مردّف غزل (روئے تو، کوئے تو) کو گانا شروع کیا، جب مقطع پر پہنچے:

قیس را کشتی و می پرسی کہ کشت؟
جانِ من! اے من فدائے خوئے تو

(قیس کو قتل کر کے پوچھتے ہو کس نے قتل کیا؟ جانِ من! میں تمہاری اس ادا پر قربان)

تو مرشدِ برحق پر ایک حال طاری ہوا، اسی عالم میں آپ نے میرے ہاتھوں کو اپنے دستِ مبارک میں لے کر جنبش دی، میں بسمل کی طرح تڑپنے لگا اور عجیب کیفیت ہوگئی جس کو بیان نہیں کر سکتا۔"(۱)

ظاہری حیثیت و امارت اور جاہ وعظمت رکھنے کے باوجود پیر و مرشد کی خدمت میں ہمیشہ ہر طرح سے کمر بستہ رہتے۔ چنانچہ خود رقم طراز ہیں:

(ترجمہ) حضرت پیر و مرشد کے آرام فرمانے کے وقت بستر لگانے کی خدمت کی سعادت اکثر و بیشتر فقیر حاصل کرتا تھا۔(۲)

جس وقت مرشد گرامی بغرض علاج بانگر مئو تشریف لے گئے تھے، وہاں سے واپسی میں آپ اپنے مرشد گرامی کی پالکی کے پیچھے پیچھے پا پیادہ دوڑتے ہوئے آئے۔

پیر و مرشد کے آخری وقت میں حاضر خدمت تھے، شیخ ثناء اللہ بن حضرت شاہ حفیظ اللہؒ نے عرض کیا کہ محمد شفیع بہت مضطرب ہیں، ان کو اطمینان عطا کیجیے۔ پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا: وہ مطمئن ہیں، بے قرار نہیں ہوں گے! تب انھوں نے خود عرض کیا کہ غلام، اطمینان نہیں چاہتا، بس آپ مجھ سے رضامند رہیے! اس پر حضرت اقدس نے فرمایا: "کیوں نہیں، من تو و تو من"۔(۳) آپ کی جس فارسی غزل کا اوپر ذکر ہوا، وہ یہ ہے:

شمعِ بزمِ مہ جبینان روئے تو
دلبر و دلکش قدِ دلجوئے تو
کے روم در کعبہ و سر برنہم
سجدہ گاہِ من خمِ ابروئے تو

---

(۱) نغمۂ طریقت، ص: ۱۸

(۲) نغمۂ طریقت، ص: ۲۵

(۳) مخزن الولایت، ص: ۱۲۱

در دماغِ عاشق شوریدہ سر
عطر بیزد زلفِ عنبر بوئے تو
وہ چہ در دلہاے شان انداختی
عالمے دیدم بہ گفت و گوئے تو
قیس را کشتی و می پرسی کہ کشت؟
جانِ من! اے من فدائے خوئے تو (۱)

اولاد

آپ کے صاحبزادے حضرت منشی محمود الحسن اویس صفی پوری اپنے اسلاف کی یادگار ہوئے۔ وہ اپنے حقیقی ماموں حضرت شاہ امیر اللہ صفوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے اور فارسی و اردو کے اچھے شاعر تھے۔

وصال

آپ کا وصال ۱۵/رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ/ ۲۴/جون ۱۹۱۸ء کو صفی پور میں ہوا۔ مرشدِ برحق حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ کے آستانۂ مبارک پر آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

○○○

---

(۱) نفس مصدر

حضرت عین اللہ شاہ عرف خلیل احمد صفی پوری قدس سرہ

(۱۲۵۷-۱۳۴۰ھ/۱۸۴۱-۱۹۲۱ء)

حضرت شاہ خلیل احمد ابن شیخ صدیق احمد صفی پوری، مخدوم زادگان صفی پور میں سے تھے۔ حضرت شاہ نوازش محمد علیہ الرحمۃ (صاحب سجادہ) کے بھانجے اور داماد تھے۔

آپ کا مکان حضرت مخدوم صاحب کی درگاہ شریف سے متصل ہے، لہٰذا بچپن ہی سے پیر و مرشد حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی کے شرف صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے، جب سن شعور کو پہنچے تو بیعت سے مشرف ہو کر پیر و مرشد کے منظور نظر اور محبوب ہوئے۔ پیر و مرشد کی ذات گرامی سے آپ کو عشق کامل تھا اور نسبتِ حبّی میں آپ کمال رکھتے تھے۔ فنائیت کا جا بجا اظہار آپ کے دیوان میں موجود ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں(۱):

یار کے قربان جاؤں میں خلیل
یار مجھ کو خود بنایا یار نے

حضرت اقدس پیر و مرشد نے آپ کے حق میں فرمایا تھا کہ سب میں اچھے ہیں۔ ۱۲۸۴ھ میں آپ کو خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا۔(۲)

---

(۱) خیابان خلیل، ص:۳۹

(۲) عین الولایت، ص:۱۳؛ مخزن الولایت، ص:۱۲۹-۱۳۰

خلفا

آپ کی ذات سے سلسلۂ عالیہ کا فیض بہت عام ہوا۔ چند مشہور خلفا کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں:

(۱) حضرت شاہ سیف اللہ عرف شیخ حیدر میاں علیہ الرحمۃ (ساکن رائے بریلی) موصوف کو اپنے پیر و مرشد گرامی حضرت شاہ خادم صفی محمدی کے حکم پر خلافت دی۔(۱)

(۲) حضرت ولی اللہ شاہ عرف سید ابو القاسم علیہ الرحمۃ (رائے بریلی)

(۳) حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمۃ (کچھوچھہ شریف)

(۴) حضرت مولانا شاہ نعیم عطا سلونی علیہ الرحمۃ (سلون شریف)

(۵) حضرت صفی اللہ شاہ عرف محمد عثمان خان سلونی علیہ الرحمۃ

(۶) حکیم شاہ فضل اللہ صفی پوری علیہ الرحمۃ

(۷) حضرت نعمت اللہ شاہ عرف کریم بخش علیہ الرحمۃ (امرتسر، پنجاب)

(۸) حضرت عظیم اللہ شاہ عرف میاں جنگ علیہ الرحمۃ (راولپنڈی)

(۹) حضرت حبیب اللہ شاہ عرف مولوی عبد الشکور فریدی علیہ الرحمۃ (مچھلی شہر)

(۱۰) حضرت شاہ محمد احسان اللہ عرف کملی شاہ رحمہ اللہ (چونا بھٹی، ممبئی)

اولاد

آپ کے تین صاحبزادے ہوئے: ۱- حضرت شاہ جمیل احمد، ۲- حضرت شاہ سلطان احمد، ۳- حضرت شاہ جمال احمد رحمہم اللہ۔ آپ کے صاحبزادگان آپ کے مرید و خلیفہ بھی تھے۔ خلفِ اکبر حضرت شاہ جمیل احمد رحمہٗ اللہ (م ۲۵/ جمادی الاولیٰ

---

(۱) مخزن الولایت، ص: ۱۳۰

۱۳۷۶ھ/ ۲۹؍دسمبر ۱۹۵۶ء) آپ کے جانشین ہوئے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے: ۱- پیرزادہ رشید احمد خلیلی عرف جگن میاں اور ۲- پیرزادہ عقیل احمد خلیلی رحمہا اللہ۔ دونوں حضرات اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ پیرزادہ جگّن میاں (م ۲۷؍رجب ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) کے بڑے صاحبزادے پیرزادہ وکیل احمد خلیلی (بجمد اللہ شاہ) عرف پتّل میاں موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

تصنیفات

(۱) اسرار خادمی

(۲) ارشاد خادمی (پیر و مرشد کے ملفوظات و دیگر تعلیمات طریقت کو اختصار کے ساتھ سوال و جواب کے طریقے پر جمع کیا ہے۔)

(۳) دیوان (فارسی، اردو اور ہندی)

وصال

آپ کا وصال ۱۳؍ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ/ ۱۴؍دسمبر ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ مزار مبارک صفی پور میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مخلص مرید سیٹھ حاجی عبدالرحیم کچھی نے مزار مبارک پر دیدہ زیب عمارت زر کثیر صرف کر کے بنوائی۔

حضرت شاہ خلیل میاں کے برادر طریقت اور یار عزیز شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری قدس سرہٗ نے متعدد تاریخیں کہیں، ایک تاریخ درج ذیل ہے(۱):

تاریخ مقید الثمانیہ

شاہِ عین اللہ از دنیا بہ عقبیٰ آرمید
آہ آہ از فرقت و ہیہات ہیہات از تعب

---

(۱) مجموعہ ختم فکر، ص: ۴۲

سالِ او گفتم عزیز از جوشِ دل با ہشت قید
سیزدہ با ماہِ چارم چارشنبہ حیف شب

ذیل میں آپ کے فارسی اور اردو کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)

جلوہ بہ شکل مصطفیٰ، کرد کہ کرد یار کرد
شیوۂ عاشقی روا، کرد کہ کرد یار کرد
ہوش وقرار وصبرو دل، برد کہ برد یار برد
عشوہ و غمزہ و ادا، کرد کہ کرد یار کرد
از لبم اِنّنی اَنَا گفت کہ گفت یار گفت
باز چو قتل من روا، کرد کہ کرد یار کرد
درد و فراق و صد بلا، داد کہ داد یار داد
شکل خلیل خود نما، کرد کہ کرد یار کرد

(۲)

گِریَد چو شبنم شبہا دلِ من
از جوشِ عشق ست دریا دلِ من
در آرزویت شبہا طپیدہ
بسمل دل من، شیدا دل من
صدہاست چو من در بندِ زلفت
کافر نہ گشتہ تنہا دل من
چشم سیاہے در یک نگاہے
بُرد است باللہ از ما دل من

(۳)

اک طرف عشق میں یا رب دلِ ناداں ہوجائے
یا تو آباد ہو یا کاش یہ ویراں ہوجائے
میں تو کیا ہوں کہ برہمن بھی اگر دھوکے سے
تیری صورت کو جو دیکھے تو مسلماں ہوجائے
کیمیا کیسی اور اکسیر کہاں تیری نگاہ
گر پڑے مؤر پہ واللہ سلیماں ہوجائے
عرض یہ ہے شہ خادم سے خلیل احمد کی
رنج سب دور ہوں اور عیش کا ساماں ہوجائے

○○○

باب چہارم

سلسلۂ صفویہ کے مشہور علما و مشائخ

سلسلۂ صفویہ کے مشہور علما و مشائخ

خانقاہ صفویہ کے وابستگان میں ایک سے بڑھ کر ایک صاحبانِ فضل وکمال ہوئے ہیں۔ اس مختصر کتاب میں سب کا احاطہ نہ مقصود ہے اور نہ ہی ممکن۔ سر دست سلسلہ صفویہ کے بعض مشہور مشائخ کا ذکر کیا جاتا ہے، جو علم وفن اور شعر وسخن کے حوالے سے یگانۂ روزگار تھے اور تزکیہ وروحانیت کے فروغ میں بھی ان کی بڑی حصہ داری تھی۔

خانقاہ صفویہ کے بانی حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ سے آج تک کے تمام مشائخ کے خلفا ومریدین کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ صرف خلفا کی ہی فہرست تیار کرنا دشوار ہے، مریدین ومستفیدین کی تعداد کا تعین تو بہت دور کی بات ہے۔ ایسے میں اس سلسلے کے علما ومشائخ کے ذریعے کی گئی ان کی دعوتی وتبلیغی خدمات کا جائزہ کتنا مشکل ہے، اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کی وفات کو پانچ صدیاں گزر گئیں مگر صفی پور سے رشد وہدایت کا کام بحمدہٖ تعالیٰ مسلسل جاری ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں اولاد آدم نے اپنی گناہ آلود زندگی سے توبہ کرکے راہ ہدایت اختیار کی اور یہاں کے مشائخ نے ہزاروں نفوس کو عالم انسانیت کی رہبری ورہنمائی کے لائق بنایا۔ یہ وہ خدمات ہیں جن کو تفصیلاً تحریری جامہ پہنانا ناممکن سا ہے۔

ویسے خانقاہ صفویہ کا یہ پہلو ایک تفصیلی و تحقیقی کتاب کا متقاضی ہے، لیکن سردست ہم نے اس باب میں سلسلہ صفویہ کی چند مشہور علمی و روحانی شخصیات کا تعارف کرانے پر اکتفا کیا ہے، جن سے براہ راست صفوی نظامی فیضان کا اجرا ہوا ہے۔

○○○

حضرت مخدوم سید ابوالفتح خیرآبادی قدس اللہ سرہٗ

(م:۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء)

حضرت مخدوم سید ابوالفتح خیرآبادی، حضرت مخدوم الہدیہ خیرآبادی معروف بہ چھوٹے مخدوم صاحب کے صاحبزادے، مرید وخلیفہ اور جانشین تھے۔

آپ اپنے عہد کے کبار مشائخ میں سے تھے اور علم ظاہر و باطن میں یکتائے عصر تھے۔آپ کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز نماز عصر کے وقت ایک مجذوب آیا اور اس نے آپ پر پتھر پھینکا جس سے آپ زخمی ہو گئے، جب مجذوب سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ ملائکہ آپ کے لیے خلعت قطبیت لا رہے تھے کہ شیطان بیچ میں رکاوٹ بن رہا تھا، میں نے پتھر مار کر اسے بھگایا اور خلعت قطبیت آپ کو دلا دیا۔ کچھ روز بعد حضرت بندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی خیرآباد تشریف لائے اور مبارک باد پیش کی کہ شیخ ابوالفتح کو مقام قطبیت سے نوازا گیا ہے۔

خلفا

آپ کے تمام خلفا کے اسما دستیاب نہیں ہو سکے، جن حضرات کا علم ہو سکا وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت شاہ مخدوم عالم بن شیخ ابوالفتح خیرآبادی (۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء)

(۲) حضرت شاہ عبداللہ بن شیخ ابوالفتح (م ۱۱ر رمضان ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۴ء)

(۳) حضرت شاہ محمد عیسیٰ بن شاہ مخدوم عالم (نبیرہ)

(۴) حضرت شاہ حبیب اللہ خیرآبادی

واقعۂ وصال

آپ کے والد بزرگوار کے عرس کی محفل میں قوال یہ بیت گا رہے تھے:

جان بہ جانان دہ وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش اے دل این نکو یا آن نکو

(اپنی جان محبوب پر نثار کردو ورنہ موت تم سے یہ جان چھین ہی لے گی، اے دل! تو خود انصاف کر، یہ بہتر ہے یا وہ؟)

آپ پر زبردست وجد طاری ہوا، اسی عالم میں آپ نے فرمایا: ''این نکو، این نکو، این نکو، دادم، دادم، دادم'' اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

یہ واقعہ ۷ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء میں پیش آیا۔ مزار مبارک خیرآباد شریف میں آپ کے والد بزرگوار کے پہلو میں ہے۔(۱)

جانشینی

مخدوم شیخ ابوالفتح قدس سرہٗ نے اپنے صاحبزادے وخلیفہ حضرت شیخ مخدوم عالم کو اپنا جانشین بنایا، لیکن ان کا وصال آپ کی حیات ہی میں (۹/ جمادی الاولیٰ ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) میں ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے پوتے مخدوم محمد عیسیٰ بن مخدوم عالم کو خلیفہ بنایا اور جانشین منتخب کیا۔(۲)

شیخ محمد عیسیٰ چونکہ ابھی کم عمر تھے، اس لیے مخدوم شیخ عبداللہ بن شیخ ابوالفتح کو ان

---

(۱) بحر زخار، ج ۱ ص: ۴۶۴؛ فوائد سعدیہ، ص: ۲۳؛ عین الولایت، ص: ۱۵۱-۱۵۲

(۲) بحر زخار، ج ۱ ص: ۴۶۴-۴۶۵

کا ولی مقرر کیا۔ شیخ محمد عیسیٰ جب تک تحصیل علوم میں مصروف رہے، ان کے عم محترم شیخ عبداللہ بن شیخ ابوالفتح امور سجادگی ادا کرتے رہے۔(۱) شیخ عیسیٰ کی تحصیل علوم سے فراغت کے بعد عم محترم نے انہیں خرقۂ جانشینی پہنایا۔

ان حضرات کے مزارات مبارکہ خیرآباد شریف میں چھوٹے مخدوم صاحب کی درگاہ میں ہیں۔

ooo

(۱) تذکرۃ المخدومین، ص۲۰۹

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس اللہ سرہ

(۹۲۷-۱۰۱۷ھ/۱۵۲۱-۱۶۰۸ء)

حضرت میر عبدالواحد بن میر ابراہیم بن سید قطب الدین بن سید ماہرو بن سید بڈھ بلگرامی قدس سرہ، سادات واسطی زیدی کے فردِ فرید ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید محمد صغریٰ بلگرامی، قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے مرید اور ظاہری و باطنی خوبیوں کے جامع تھے۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس اللہ سرہٗ کے والد (میر ابراہیم) اور چچا (سید طٰہٰ بلگرامی) حضرت مخدوم شاہ صفی قدس اللہ سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ بھی بچپن میں ہی حضرت مخدوم کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ پیرو مرشد کے وصال کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔(۱) اس کے بعد مخدوم صاحب کے خلیفہ حضرت مخدوم شیخ حسین سکندرآبادی نے میر صاحب کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ادا کی اور خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ میر عبدالواحد قدس سرہ تحریر کرتے ہیں:

> ”این فقیر مرید مخدوم شیخ صفی است و خلافت از مخدوم شیخ حسین دارد۔ و مخدوم شیخ حسین یکے از خلفاے مخدوم شیخ صفی بودند“۔(۲)

---

(۱) مآثر الکرام، ص:۲۶

(۲) سبع سنابل، ص:۸۲

ترجمہ: یہ فقیر مخدوم شیخ صفی کا مرید ہے اور اسے مخدوم شیخ حسین سے خلافت حاصل ہے۔ مخدوم شیخ حسین، مخدوم شیخ صفی کے خلیفہ ہیں۔

"مخدوم شیخ حسین را با پدر ایں فقیر اُلفتے و محبتے تمام بود و میان یک دیگر اخلاص و اختصاص کلی داشتند۔ و پدر ایں فقیر نیز خلیفۂ مخدوم شیخ صفی بود۔ بدیں سبب ایں فقیر رجوع بہ مخدوم شیخ حسین کرد، ومخدوم شیخ حسین نیز عنایتہا ونوازش ہاے فراواں ارزانی داشتند کہ یار زادۂ ماست و جامۂ خلافت نیز پوشانیدند، اگرچہ فقیر را لیاقت ایں جامہ نبود، اما شکرانۂ درگاہ باری تعالیٰ می گذاریم کہ پیوندِ بیعت بہ ایشاں درست داریم

عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدا　　ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند

ترجمہ: مخدوم شیخ حسین کو فقیر کے والد بزرگوار [میر ابراہیم] سے بڑی الفت و محبت تھی۔ اور ان دونوں کے درمیان بڑی قربت و یگانگت تھی۔ فقیر کے والد بھی مخدوم شیخ صفی کے خلیفہ تھے۔ اسی وجہ سے میں نے مخدوم شیخ حسین سے رجوع کیا۔ حضرت مخدوم نے بھی بڑے الطاف وعنایات کا معاملہ فرمایا؛ کیوں کہ میں ان کا رفیق زادہ تھا۔ خرقۂ خلافت سے بھی سرفراز فرمایا، اگرچہ فقیر اس کا اہل نہیں تھا۔ میں بارگاہ الٰہی میں شکر گذار ہوں کہ مخدوم سے میری نسبت غلامی درست ہے۔

عہدِ ما بالبِ شیریں دہناں بست خدا　　ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند

(خدا نے ہمارا عہد و پیمان خوش گفتار محبوبوں کے ساتھ باندھا، ہم سب غلام ہیں اور یہ ہمارے آقا ہیں۔)(۱)

---

(۱) سبع سنابل، ص: ۸۵

تصانیف

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے عصر تھے۔متعدد تصانیف آپ سے یادگار ہیں، مثلاً: حقائق ہندی، شرح نزہۃ الارواح، شرح کافیہ (در تصوف)، شرح قصۂ چہار برادر، شرح مصطلحات دیوان خواجہ حافظ شیرازی، رسالہ حل شبہات اور سبع سنابل وغیرہ۔

آپ کی تصنیف ''سبع سنابل'' عوام وخواص کے مابین مشہور ومقبول ہے۔یہ کتاب عقائد وتصوف کے مضامین پر مشتمل، سات ابواب میں منقسم ہے۔اس کتاب سے جہاں مشائخ کی پاکیزہ زندگی کے احوال اور کارنامے معلوم ہوتے ہیں وہیں سالکین وطالبین کے لیے علم ظاہر وباطن کے اسرار ورموز کی عقدہ کشائی کا سامان بھی فراہم ہوتا ہے۔

اس کتاب کی عظیم خصوصیت بیان کرتے ہوئے حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء) فرماتے ہیں:

''اشہر تصانیف او کتاب سنابل است در سلوک وعقائد، وقتے در شہر رمضان المبارک سنۃ خمس وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۵ھ) مؤلف اوراق در دارالخلافہ شاہجہان آباد خدمت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ را زیارت کرد۔ ذکر میر عبدالواحد قدس سرہ درمیان آمد، شیخ مناقب ومآثر میر تادیر بیان کرد۔فرمود: شبے در مدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم، در واقعہ می بینم کہ من وسید صبغۃ اللہ بروجی معاً در مجلس اقدس رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باریاب شدیم۔جمعے از صحابہ کرام واولیاے امت حاضر اند، دریںھا شخصے است کہ حضرت بہ او لب تبسم شیرین کردہ حرفہا می زنند والتفات تمام دارند۔چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ این شخص کیست کہ حضرت با او التفات بایں مرتبہ دارند؟ گفت: میر عبدالواحد بلگرامی، وباعث مزید احترام او این است کہ سنابل تصنیف او

درجناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبول افتاد۔‘‘(۱)

ترجمہ: سلوک وعقائد میں آپ کی مشہور تصنیف کتاب (سبع) سنابل ہے۔ ماہ رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ میں مؤلف اوراق (میر غلام علی آزاد) نے دار الخلافہ شاہجہان آباد میں حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہٗ [۱۰۶۰ - ۱۱۴۲ھ] (۲) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت کی۔ درمیان گفتگو میر عبدالواحد قدس سرہ کا ذکر آ گیا۔ حضرت شیخ نے کافی دیر تک میر صاحب کے فضائل ومناقب بیان کیے اور فرمایا کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں اپنے بستر پر لیٹا تھا، عالمِ واقعہ میں دیکھا کہ میں اور سید صبغت اللہ بھروچی [م ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء] (۳) سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

---

(۱) مآثر الکرام، ص: ۲۹-۳۰

(۲) سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور ومعروف بزرگ، علوم عقلی ونقلی میں بلند پایہ اور حقائق ومعارف میں اعلیٰ شان کے حامل تھے۔ ایک عرصے تک حرمین شریفین میں آپ کا قیام رہا۔ آپ حضرت شیخ یحییٰ مدنی (۱۱۰۱ھ/ ۱۶۸۹ء) کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ نے تصانیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے جن سے آپ کی تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی (۱۱۴۲ھ/ ۱۷۳۰ء) آپ کے جلیل القدر مرید وخلیفہ تھے، جن کے صاحبزادے فخر جہاں حضرت مولانا شاہ فخر الدین دہلوی (۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء) سے ایک عالم فیض یاب ہوا۔

(۳) حضرت سید صبغت اللہ بن سید روح اللہ حسینی بھروچی کے جد کریم اصفہان سے ہند تشریف لائے اور گجرات کے شہر بھروچ کو اپنا مسکن بنایا، آپ اسی شہر میں پیدا ہوئے، آپ کی تعلیم وتربیت حضرت علامہ وجیہ الدین علوی گجراتی (۹۹۸ھ) سے ہوئی اور حضرت علوی ہی کے آپ مرید وخلیفہ ہوئے۔ فضل وکمال اور علم وعرفان میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے تو عوام وخواص کے مرجع اور امراو حکام کے لیے قابل توجہ بن گئے۔ حرمین شریفین کا ارادہ کیا اور حج وزیارت کے بعد بھروچ واپس ہوئے۔ ۹۹۹ھ میں مالوہ کا سفر کیا اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا پھر حرمین شریفین کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا اور بیجاپور ہوتے ہوئے حرمین شریفین کا قصد کیا، ۱۰۰۵ھ میں دوسری بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ مدینہ شریف میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا جہاں دنیا بھر کے علما ومشائخ نے آپ سے اکتساب علم وعرفان کیا۔ مختلف علوم وفنون میں آپ کی متعدد تصانیف بھی ہیں۔ ۲۶ جمادی الاولی ۱۰۱۵ھ میں آپ کا مدینہ طیبہ میں ہی وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (نزہۃ الخواطر: ۲/ ۵۴۱-۴۲)

اقدس میں حاضر ہیں، صحابہ کرام اور اولیاے امت کی ایک جماعت بھی حاضر ہے، آپ کی مجلس اقدس میں ایک شخص موجود ہے اور آپ ﷺ ان سے مسکراتے ہوئے گفتگو فرمارہے ہیں اور ان کی طرف مکمل التفات ہے۔ جب مجلس شریف ختم ہوئی تو میں نے سید صبغت اللہ سے پوچھا: یہ کون شخص ہیں جن کی طرف حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس قدر توجہ فرما تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں، ان کے اس قدر احترام کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تصنیف ''سبع سنابل'' رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مقبول ہوئی ہے۔

آپ کی بارگاہ میں حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

''سید سادات بلگرام، حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، حبر شریعت، بحر طریقت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف سیدنا ومولانا میر عبدالواحد حسینی زیدی واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی نے کتاب مستطاب سبع سنابل شریف تصنیف فرمائی۔''(۱)

اولاد

حضرت میر عبدالواحد قدس سرہٗ کی اولاد میں میر عبدالجلیل، میر فیروز، میر یحییٰ اور میر طیب رحمہم اللہ آتے ہیں۔ آپ کے بڑے صاحب زادے میر عبدالجلیل (م:۱۰۵۷ھ) نے مارہرہ کو قرارگاہ بنا کر اس قصبہ کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ حضرت میر صاحب خانوادۂ برکاتیہ (مارہرہ) کے نسبی وروحانی اجداد میں آتے ہیں۔

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، ۲۸ / ۴۸۵

حضرت سید شاہ حمزہ عینی مارہروی (۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۳ء) کاشف الاستار میں فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ درخاندانِ ماحضرت سند المحققین سید عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب کمال برخاستہ اند۔قطب فلک ہدایت ومرکز دائرۂ ولایت بود، درعلوم صوری ومعنوی فائق،واز مشارب اہل تحقیق ذائق،صاحب تصنیف وتالیف است۔ونسب ایں فقیر بہ چہار واسطہ بہ ذات مبارکش می پیوندد۔''(۱)

(جاننا چاہیے کہ ہمارے خاندان میں حضرت سندالمحققین سید عبدالواحد بلگرامی بڑے صاحب کمال ہوئے ہیں۔آپ فلک ہدایت کے قطب، دائرۂ ولایت کے مرکز تھے۔علوم ظاہر وباطن میں فائق، محققین کے مشرب شناس، اورصاحب تصنیف وتالیف ہیں۔اس فقیر کا نسب چار واسطوں سے آپ کی ذات مبارک سے جاملتا ہے۔)

میر سید عبدالجلیل بن میر عبد الواحد بلگرامی کے ذریعہ جو روحانی سلسلہ مارہرہ پہنچا، وہ ان کے پوتے صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی بن سید اویس بلگرامی (۱۰۷۰-۱۱۴۲ھ) کے توسط سے آج بھی اپنی آب وتاب کے ساتھ باقی ہے۔

میر صاحب کا وصال ۳؍رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ/ ۱۱؍دسمبر ۱۶۰۸ء شب جمعہ کو ہوا۔(۲) مزار مبارک بلگرام میں زیارت گاہ ہے۔

○○○

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، ۲۸ / ۴۸۵

(۲) مآثر الکرام، ص: ۳۳

حضرت مخدوم سید محمد رکن الدین بلگرامی قدس سرہٗ

(بعد ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء)

آپ حضرت مخدوم سید الہدیہ خیرآبادی قدس سرہٗ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مخدوم سید نصیر الدین بن سید میرن تھا۔

آپ کی ولادت خیرآباد میں ہوئی اور تعلیم وتربیت مخدوم سید الہدیہ خیرآبادی کے زیر سایہ ہوئی، انہی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر بلند مقامات پر فائز ہوئے۔ آپ نے خیرآباد شریف سے ہجرت فرما کر خطۂ بلگرام کو رشد وارشاد کا مرکز بنایا۔

مآثر الکرام میں بہ حوالہ مرآۃ المبتدئین مذکور ہے کہ سید عمر بن سید بدر الدین بلگرامی، مخدوم سید ابوالفتح بن مخدوم سید الہدیہ خیرآبادی کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں عرض کی کہ ہمارے وطن کے ضعیف ونادار لوگ دوری کے سبب حضور سے کسب فیض نہیں کر سکتے لہٰذا مخدوم زادگان میں سے کسی کو بلگرام جانے کی اجازت عطا ہوجائے تاکہ اس علاقے کے لوگ بھی کسب فیض کر سکیں۔ مخدوم سید ابوالفتح نے مخدوم سید الہدیہ کی روحانیت کی طرف رجوع کیا تو مخدوم سید محمد رکن الدین کو سفر کا حکم ہوا، لہٰذا آپ خیرآباد شریف سے بلگرام تشریف لائے اور اس خطہ کو اپنے فیوض وبرکات سے معمور فرمایا۔

آپ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی کے معاصر ہیں۔آپ کا وصال ۱۰۰۸ھ کے بعد ہوا۔مزار مبارک بلگرام شریف میں آپ کی خانقاہ کی مسجد کے صحن میں ہے۔

حضرت شیخ محمد بن شیخ محمد رکن الدین قدس سرہٗ

آپ جامعِ علوم شریعت وطریقت تھے اور طالبین وسالکین کے مرجع تھے۔ اپنے والد بزرگوار کی تربیت اور ارادت وخلافت سے مشرف تھے اور والد ماجد کے انتقال کے بعد ان کی جگہ مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

آپ نے عالمِ رُؤیا میں غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ موضع بھٹھ جا کر میرے فرزند عبد اللہ جیلانی (۱) سے خرقہ خلافت حاصل کرو اور شیخ عبداللہ جیلی قدس سرہ کو عالم معاملہ میں آپ کو خرقہ پہنانے کا حکم ہوا، چنانچہ آپ بھٹھ روانہ ہوئے اور حضرت شیخ عبداللہ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوکر خرقہ حاصل کیا اور خاص عنایات سے مشرف ہوئے۔

مخدوم سید تاج معین الدین بن شیخ محمد قدس سرہٗ (م:۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶ء)

آپ مخدوم شیخ محمد قدس سرہ کے فرزند ارجمند ہیں۔دعوت اسما میں آپ یکتائے روزگار تھے اور اپنے آباواجداد کی مسند ارشاد کو رونق بخشنے والے تھے۔

---

(۱) شیخ عبداللہ بن سید عمر بن سید حسن جیلی قدس سرہ کا نسب مبارک بارہ واسطوں سے حضرت غوث الثقلین تک پہنچتا ہے۔آپ نے اپنے والد بزرگوار اور دیگر مشائخ سے خرقہ پہنا اور موضع بھٹھ قریب دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ مشہور بافیض قادری بزرگ ہیں۔آپ نے حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ (۹۷۹ھ/ ۱۵۷۲ء) کے ہمراہ سفر وسیاحت اور حرمین شریفین کی زیارت کی، واپسی میں اجمیر شریف میں خواجۂ خواجگان خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے روضہ منور پر ایک چلہ کیا۔خواجہ صاحب کے اشارۂ باطنی پر واپس اپنے مسکن پر لوٹے اور خلق خدا کی ہدایت کا سامان بنے۔آپ ہر وقت باوضو اور مستغرق ومراقب رہتے۔عمر شریف سو سال سے زائد ہوئی۔۱۰/ربیع الاول ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء بروز جمعہ آپ کا وصال ہوا۔موضع بھٹھ میں ہی آپ کا مزار ہے۔(مآثر الکرام،ص:۷۱-۷۲)

آپ کو حضرت مخدوم سید عبداللہ بن مخدوم شیخ ابوالفتح خیرآبادی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

صاحبزادگان

(۱) حضرت مخدوم شاہ رکن عالم قلندر عرف شاہ اوتھلی بلگرامی

(۲) حضرت مخدوم سید امام الدین

آپ کا ایک رسالہ اذکار و اشغال پر مشتمل موجود ہے۔

آپ کا وصال ۱۴ جمادی الاولی ۱۰۷۷ھ/ ۲۱ جون ۱۶۶۶ء میں ہوا۔

حضرت مخدوم شاہ رکن عالم قلندر شاہ اوتھلی قدس سرہٗ (م:۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۵ء)

آپ عقلائے مجانین میں سے تھے، بہت صاحب جذب اور قوی احوال والے تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو کچھ نکل جاتا وہ قبول ہو جاتا۔ آپ درویشانہ گدڑی میں ملبوس، مستانہ وار پھرتے رہتے۔ آپ سے کرامتیں بے حد صادر ہوتیں۔

آپ کا وصال ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۵ء میں ہوا۔

حضرت مخدوم سید شاہ امام الدین قدس سرہٗ (م:۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۹ء)

آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم سید تاج معین الدین قدس سرہ کے جانشین ہوئے اور اپنی حیات مبارک کو یاد الٰہی اور خلق خدا کی رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین میں صرف فرمایا۔ آپ کا وصال ۱۷ ذی الحجہ ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۹ء میں ہوا۔

ان بزرگوں کے مزارات مبارکہ بلگرام میں مخدوم سید محمد رکن الدین قدس سرہ کی خانقاہ میں موجود ہیں۔(۱)

○○○

(۱) مآثر الکرم، ص ۶۹ - ۷۳۔ تاریخ ہائے وصال حضرت خیرات علی شاہ صفی پوری کے شجرے سے منقول ہیں۔

حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری قدس سرہ

(۹۵۲-۱۰۲۹ھ/ ۱۵۴۵-۱۶۲۰ء)

آپ اپنے عہد کے با کمال اور مشہور اولیاے کرام میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ۹۵۲ھ کے قریب گجرات میں ہوئی، پرورش و پرداخت احمد آباد میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متصل ہے۔ آپ کے والد ماجد شیخ فضل اللہ گجراتی قدس سرہ مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

بچپن ہی میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اس لیے براہ راست والد سے اجازت و خلافت نہیں حاصل ہوسکی، بلکہ والد کے مرید و خلیفہ شیخ ابو محمد خضر تمیمی قدس سرہ سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ شیخ صفی گجراتی اور شیخ ماہ جون پوری قدس سرہما سے بھی تربیت پائی اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ شیخ ماہ جونپوری رحمہ اللہ نے آپ کے والد محترم سے سنا تھا کہ میرا فرزند قطبِ وقت ہوگا، اس وجہ سے آپ کی تعظیم بھی فرماتے تھے۔

آپ نے علم ظاہر میں بھی کمال حاصل کیا اور اپنے زمانے کے کبار علماء سے شرف تلمّذ حاصل کیا۔ شیخ وجیہ الدین گجراتی قدس سرہ (۹۱۱-۹۹۸ھ) سے تکمیل درس کر کے حرمین شریفین کا قصد کیا اور وہاں ۱۲ سال قیام کیا۔ فخر الہند شیخ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ (۸۸۵-۹۷۵ھ) کی خدمت میں رہ کر علمِ فقہ و حدیث میں کمال حاصل کیا۔

ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو خصوصی فیضان حاصل تھا۔ آپ کی خانقاہ شریف میں جو فتوحات آتیں ان کا تین حصہ کرتے ، ایک حصہ اہل وعیال کا، دوسرا فقرا و مساکینِ خانقاہ کا اور تیسرا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نذر کرتے۔ مدینہ طیبہ کا کئی مرتبہ سفر کیا اس ارادے سے کہ وہیں مقیم ہو جائیں لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے وطن واپس تشریف لے آتے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ (خلیفۂ حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی قدس سرہ) زبدۃ المقامات میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے احوال میں آپ کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"این فقیر از زبانِ شیخِ بلند مکان، لُجّۂ فقر و نیاز و عرفان، ارشاد بنیاد شیخ محمد بن فضل اللہ رحمہما اللہ شنود...(۱)

ترجمہ: اس فقیر نے شیخ عالی مقام، بحر فقر و نیاز و عرفان اور اساس دعوت و ارشاد شیخ محمد ابن فضل اللہ سے سنا۔

آپ کے فضل و کمال کا شہرہ نہ صرف سرزمین ہند میں بلکہ بلاد عرب و عجم میں بھی خوب ہوا۔

علامہ محبی دمشقی (م ۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹ء) نے اپنی مشہور و معروف کتاب خلاصۃ الاثر میں آپ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"محمد بن فضل الله البرهانبوري - نسبة لبرهانبور بلدة عظيمة بالهند - الصوفي الهندي، سلطان الصوفية في عصره، كان إماماً عالماً زاهداً عابداً ورعاً اشتهر في الهند الشهرة العظيمة وبلغ في

---

(۱) زبدۃ المقامات، ص: ۳۰

ذلك مبلغاً لم يبلغه أحد و ذلك أنه كان يحاسب نفسه كل يوم في آخر نهاره و كان من طريقته أن يكتب جميع ما وقع منه وتصرف فيه وكان عظيم الخوف من اللّٰہ تعالى يتوقع الموت في كل وقت. وبالجملة فإنه كان من أسياد الصوفية وحجتهم وبطانة خالصة العلماء بالقول والفعل سالكاً محجتهم وكان من أكابر القائلين بالوحدة الوجودية وألف فيها رسالة سماها التحفة المرسلة إلى النبي۔صلى الله عليه وسلم۔وكان فراغه منها في سنة تسع وتسعين وتسع مائة وشرحها شرحاً لطيفاً أتى فيه بالعجب العجاب واعتذر فيه عما يقع من محققي الصوفية من الشطح الموهم خلاف الصواب اعتذاراً يقبله من أراد الله تعالى له الزلفي وحسن المآب. وممن تولى شرحها أيضاً الأستاذ رأس المحققين إبراهيم بن حسن الكوراني نزيل المدينة المنورة۔على ساكنها أفضل الصلاة وأتم السلام۔. و من شيوخ صاحب الترجمة الشيخ وجيه الدين بن القاضي نصر الله العلوي الأحمد أبادي الهندي إمام الصوفية في الهند وغيره من أكابر شيوخهم. وكانت وفاته ببلده برهانبور في سنة تسع وعشرين وألف رحمه الله تعالى ورضي عنه"۔(١)

"ترجمہ: محمد ابن فضل اللہ صوفی برہان پوری ہندی، ہندوستان کے ایک عظیم شہر برہان پور کی طرف نسبت کرتے ہوئے برہان پوری کہلاتے ہیں، آپ

---

(١)العلامة محمد أمين بن فضل الله المحبي: خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر، ۴: ١١٠-١١١)

اپنے زمانے میں صوفیوں کے سلطان تھے اور امام، عالم، زاہد اور صاحب ورع تھے، ہندوستان میں بہت مشہور تھے۔ ان اوصاف میں اس مقام تک پہنچے جہاں تک کوئی نہیں پہنچا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ہر روز دن کے آخر میں اپنا محاسبہ کرتے نیز آپ کا یہ طریقہ تھا کہ جو بھی چیزیں اور جو بھی تصرفات آپ سے وجود میں آتے آپ اس کو لکھ لیتے، آپ اللہ تعالیٰ کا بڑا خوف رکھنے والے تھے، ہر وقت موت کے منتظر رہتے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ صوفیہ کے سردار، ان کی حجت اور قول و فعل سے خالص علما کے زمرے میں تھے، آپ وحدۃ الوجود کے قائل اکابر صوفیہ میں تھے، اس موضوع پر آپ نے ”التحفة المرسلة إلى النبی صلی اللہ علیہ و سلم“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا، اس کی تالیف سے ۹۹۹ھ میں فارغ ہوئے۔ آپ نے اس رسالے کی ایک لطیف شرح بھی فرمائی جس میں حیرت انگیز باتیں ذکر کی ہیں اور محققین صوفیہ سے صواب و درستگی کے برعکس باتوں کا وہم پیدا کرنے والے شطحات جو صادر ہوتے ہیں، ان کی ایسی تاویل و توجیہ کی ہے جسے ہر وہ شخص قبول کرلے گا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب اور انجام خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔ جن علما نے اس کتاب کی شرح کی ہے ان میں راس المحققین استاذ ابراہیم بن حسن کورانی نزیل مدینہ منورہ بھی ہیں، (اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں سکونت پزیر ہمارے آقا پر افضل صلاۃ اور اکمل سلام نازل فرمائے۔)

صاحب تذکرہ (شیخ محمد بن فضل اللہ) کے مشائخ میں امام صوفیۂ ہند شیخ وجیہ الدین بن قاضی نصر اللہ علوی احمد آبادی ہندی اور ان کے علاوہ دوسرے اکابر مشائخ صوفیہ شامل ہیں۔ آپ کی وفات شہر برہان پور میں ۱۰۲۹ھ میں ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے اور آپ سے راضی ہو۔“

تصانیف

آپ کی متعدد مشہور تصنیفات ہیں، مثلاً:

(۱) التحفة المرسلة الی النبی ﷺ (۲) الهدیة المرسلة الی النبی ﷺ (شرح دعاے سیفی/حرزِ یمانی) (۳) الحقیقة الموافقة للشریعة (شرح التحفة المرسلة) (۴) الوسیلة الی شفاعة النبی ﷺ (۵) تحذیر الطالبین عن رؤیة الأمرد للوصول إلی الله تعالی وردّ المدّعین (٦) شرح لوائح جامی۔ (۷) رسالة فی المعراج۔

آپ کی تصنیف لطیف التحفة المرسلة کی بلاد عرب وعجم میں کافی مقبولیت ہوئی، حتی کہ بہت سے علماء ومشائخ نے اس کی شرح فرمائی، جس میں حضرت الشیخ امام عبد الغنی نابلسی قدس سرہ (م ۱۱۴۳ھ) کی نخبة المسألة فی شرح التحفة المرسلة اور علامہ برہان الدین ابراہیم بن حسن کورانی قدس سرہ (م ۱۱۰۱ھ) کی إتحاف الذکی فی شرح التحفة المرسلة إلی النبی ﷺ بہت مشہور ومتداول اور اہم ہیں۔ مولانا شاہ علی انور قلندر کاکوروی قدس سرہ (م ۱۳۲۴ھ) نے الدرّة الملتقة کے نام سے فارسی زبان میں اس کی شرح کی ہے۔

برصغیر کے تاجرانِ کتب کا ایک المیہ یہ ہے کہ وہ کسی بزرگ کی اہم کتاب کو مشاہیر اکابر کے نام سے منسوب کرنے میں اپنا فائدہ تصور کرتے ہوئے ان کو شائع کرنے میں بالکل دریغ نہیں کرتے۔ یہ واقعہ حضرت شیخ کی تحفۂ مرسلہ کے ساتھ بھی ہوا، اسے اہل مطبع سیدنا غوث پاک کے پیرومرشد شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ کی طرف منسوب کرکے چھاپتے رہے۔

شیخ عبداللہ خویشگی (بعد ۱۱۰٦ھ) نے معارج الولایت میں حضرت شیخ اور اُن کے شاگرد وخلیفہ شیخ عبد الغفور برہانپوری کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ ساتھ ہی التحفة

المرسلۃ مکمل نقل بھی کر دی ہے۔ نیز شیخ عبد الغفور برہانپوری کی فارسی شرح تحفۃ مرسلہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔(۱) (یہ فارسی شرح ملا عبد الغفور لاری (شاگرد ملا جامیؒ) کی طرف منسوب ہو کر شائع بھی ہوئی ہے۔)

خلفا

شیخ قطب عالم صفوی نبیرۂ بندگی شیخ مبارک قدس سرہما کو آپ سے اجازت وخلافت حاصل تھی، اس طرح آپ کی اجازت خانوادۂ صفویہ میں منتقل ہوئی۔

وصال

آپ کا وصال دوشنبہ کی رات ۲ رمضان المبارک ۱۰۲۹ھ/ ۲ اگست ۱۶۲۰ء میں ہوا۔(۲) مزار مبارک برہان پور (ایم پی) میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ نے آپ کی تاریخ وفات ''ابن فضل اللہ'' سے نکالی۔

ابن فضل اللہ بود و ہاتفی سالِ فوتش ''ابنِ فضل اللہ'' گفت

○○○

---

(۱) معارج الولایت، خطی، ق: ۳۶۳-۳۶۶

(۲) نزہۃ الخواطر، ص: ۶۲۵، عین الولایت، ص: ۱۳۴

حضرت مخدوم سید شاہ یٰسین قلندر بلگرامی قدس سرہٗ

(۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۳ء)

آپ حضرت شاہ امام الدین قدس سرہ کے فرزند اور اپنے آبائے کرام کی مسند ارشاد کی زیب وزینت تھے۔ آپ سراپا خُلق مجسم، تکلف سے نا آشنا اور ہر ایک سے یکساں برتاؤ رکھنے والے تھے۔ آپ فتوحات کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے تھے اور فقرا، واردین وصادرین کی خبر گیری میں نمایاں شہرت کے حامل تھے۔ شہر کے چھوٹے بڑے سب آپ کے دامن کرم سے وابستہ تھے اور اطراف واکناف کے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے۔

آپ کو اپنے والد بزرگوار کے علاوہ حضرت مولانا شیخ رستم علی قنوجی نقشبندی (۱) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

خلفا

(۱) حضرت سید شاہ محمد حافظ بلگرامی قدس سرہٗ (خلف اکبر)

---

(۱) علامہ شیخ رستم علی بن شیخ علی اصغر صدیقی قنوجی (۱۱۱۵-۱۱۷۸ھ) اپنے عہد کے مشہور عالم دین تھے۔ علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد سے کی، والد کے وصال کے بعد استاذ الہند حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی سے علوم کی تحصیل کی۔ طریق نقشبندیہ اپنے برادر گرامی حضرت شاہ محمد کامل قنوجی (م ۱۱۴۶ھ) سے حاصل کیا۔ پھر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ آپ سے کئی تصانیف یادگار رہیں۔ (ابجد العلوم، ص:۷۲۱؛ تذکرہ علمائے ہند ص:۷۹)

(۲) حضرت سید شاہ غلام پیر عرف پیر میاں قدس سرہٗ (خلف اصغر)

(۳) حضرت شاہ قدرت اللہ قدوائی مسولوی قدس سرہٗ (صفی پور)

ان حضرات کے علاوہ آپ کے مزید خلفا کا ہنوز علم نہیں ہوسکا۔

اخلاف

آپ کے دونوں صاحبزادگان: (۱) حضرت شاہ محمد حافظ اور (۲) حضرت شاہ غلام پیر قدس سرہما، آپ کے کمالات ظاہری و باطنی کے آئینہ تھے۔

وصال

حضرت شاہ یٰسین قلندر کا وصال ۴/ جمادی الاولی ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۳ء میں ہوا۔

حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی نے درج ذیل تاریخ کہی (۱):

شاہِ یٰسین آیتِ عرفان — از جہان رفت آن بزرگ سرشت

دوش پروانہ ای در انجمنی — گفت تاریخ: شمع بزم بہشت

جانشینی

آپ کے خلفِ اکبر اور مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ محمد حافظ عرف حافظ میاں بلگرامی قدس سرہٗ آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت حافظ میاں کا وصال ۲۸/ ذی القعدہ ۱۱۷۳ھ/ ۱۷۶۰ء میں ہوا۔(۲)

حضرت سید شاہ غلام پیر بن حضرت شاہ یٰسین قلندر نے اپنے برادر گرامی کے وصال کے بعد بزرگی اور اہلیت و لیاقت کے باوجود سجادہ نشینی قبول نہیں کی اور اپنے بھتیجے حضرت شاہ غلام حیدر بن شاہ محمد حافظ کو بزرگوں کا جانشین مقرر کیا۔

حضرت شاہ غلام پیر عرف پیر میاں قدس سرہ کا وصال ۱۲/ ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ/

---

(۱) مآثر الکرام، ص: ۷۳

(۲) نفس مصدر، ص: ۷۳-۷۴

۱۷۸۶ء میں ہوا۔(۱)

حضرت شاہ غلام پیر قدس سرہ کے صاحبزادے اور مرید و خلیفہ حضرت مولانا سید شاہ غلام نصیر الدین عرف سعدی میاں بلگرامی قدس سرہٗ (۱۱۶۴-۱۲۴۱ھ) اپنے آبا واجداد کے علمی و عرفانی کمالات کے مظہر ہوئے۔

○○○

(۱) بحر زخار، ج۱، ص: ۴۶۹-۴۷۰؛ بحر زخار ہی میں ایک مجذوب بزرگ حضرت شاہ کرک (جو مانک پور کے گردیزی سادات سے تھے اور حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر لاہر پوری کے باکمال مرید تھے) کے حالات میں لکھا ہے کہ جب شاہ کرک کو حضرت پیر میاں کے وصال کی خبر ملی تو انہوں نے برجستہ فرمایا کہ جب ستتر (۷۷) سال کی عمر میں حضرت پیر میاں اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو میں ایک سو کچھ سال کا ہو کر یہاں کیوں رہوں، اب مجھ کو بھی رخصت ہو جانا چاہیے، بالآخر آپ ۱۹/ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ کو سرائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ (بحر زخار: ۳/ ۳۴۱-۳۴۲)(نفحات العنبریہ: ص ۲۸۵)

حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر قدس سرہ

(م: ۱۱۸۳ھ/ ۱۷۶۹ء)

قطب الاقطاب حضرت شاہ قدرت اللہ بن شیخ ہدایت اللہ قدوائی، مسولی (ضلع بارہ بنکی) کے رہنے والے تھے۔ آپ نسباً قدوائی تھے۔

آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک عرصے تک وہاں قیام فرمایا۔ مکہ مکرمہ میں شریف مکہ نے آپ کو حرم شریف کے اندر جائے قیام دیا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کئی روز کچھ کھایا پیا نہیں، تاکہ بول و براز کی حاجت نہ ہو۔ شریفِ مدینہ منورہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطنی حکم پر آپ کو روضۂ مقدسہ کی دیوار سے متصل قیام کی جگہ عطا کی۔ ایک رات حالت بیداری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنے دست مبارک سے دال چاول عطا فرمایا، جسے کھاتے ہی آپ کے قلب سے ماسویٰ اللہ محو ہو گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کی درخواست پر آپ کو ہندوستان واپس ہونے کی رخصت عطا فرمائی اور مخدوم صاحب کے سلسلے میں بیعت کا حکم فرمایا۔ واپسی میں آپ کربلا پہنچے، جہاں امام حسین علیہ السلام سے سواری پر بیٹھنے کی اجازت پائی اور ہندوستان واپس تشریف لائے۔ (۱)

---

(۱) بحر زخار بہ حوالہ کرامۃ القدرۃ، ج ۱، ص ۴۵۸-۴۵۹

حج کے دوران ایک بزرگ - جو شاہ پسّو کہلاتے تھے - نے صفی پور کا پتہ بتایا تھا۔ حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر براہ راست حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ کی روحانیت سے مستفیض تھے اور باضابطہ طور پر حضرت مخدوم شاہ عبد اللہ قدس سرہ (م: ۱۱۶۳ھ، ہفتم سجادہ نشین خانقاہ صفویہ) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی ذات بابرکات سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے، بہت سارے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔

صاحبِ بحر زخار آپ کے احوال میں رقم طراز ہیں:

''رئیس المشاھدین حضرت شاہ قدرت اللہ... از محققانِ روزگار و مکاشفانِ اسرار شانی عظیم و ھمتی بلند و ترک کامل و عشق وافر داشت. شیخ وقتِ خود بود، در بارۂ او قدوۃ العارفین فرمودے کہ او غوثِ وقتِ خود است۔ ھرکس کہ جمالِ حالِ اورا مشاھدہ میکرد بی اشتباہ بر کمالِ ولایتِ او مقری گشت. خیلے مشاھدات بہ قدمِ توکل و تجرید از وبہ عمل آمدہ، وی اسم با مسمیٰ قدرت اللہ بود.''(۱)

''ترجمہ: رئیس المشاہدین حضرت شاہ قدرت اللہ... محققان روزگار میں اور اسرار کا مشاہدہ کرنے والوں میں بلند شان اور عالی ہمت، کامل ترک اور وافر عشق رکھتے تھے۔ آپ اپنے عہد کے شیخ وقت اور غوث دہر تھے، جیسا کہ قدوۃ العارفین (شیخ عبد الغنی قدوائی) فرماتے تھے۔ جو بھی آپ کے جمالِ حال کا مشاہدہ کرتا بے شبہہ آپ کے کمالات کا قائل ہو جاتا۔ توکل و تجرید میں بہت سے مشاہدے آپ سے وجود میں آئے۔ آپ اسم با مسمیٰ اللہ کی قدرت تھے۔''

(۱) بحر زخار، ۱/ ۴۵۸

طرقِ صوفیہ

حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر کو حضرت مخدوم صاحب سے فیض اویسی پہنچا اور حضرت مخدوم شاہ عبد اللہ صفی پوری (م ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء) اور حضرت مخدوم سید شاہ یٰسین بلگرامی (م ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۳ء) سے ظاہری و باطنی تکمیل اور اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔

۱- سلاسل عالیہ چشتیہ، قادریہ وسہروردیہ

حاجی الحرمین غوث الدہر شاہ قدرت اللہ قدوائی مسولوی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شاہ عبد اللہ قدس سرہٗ

حضرت مخدوم بھولن قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ زاہد قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ عبد الواحد قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ عبد الرحمن قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ اکرم قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ مبارک قدس سرہٗ

حضرت قطب الاقطاب شیخ عبد الصمد مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ۔

۲- سلاسل عالیہ چشتیہ، قادریہ وسہروردیہ

حاجی الحرمین غوث الدہر شاہ قدرت اللہ قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ یٰسین قلندر قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ امام الدین قدس سرہ

حضرت مخدوم شاہ رکن عالم عرف سید او تھلی بلگرامی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید شاہ تاج معین الدین قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ عبداللہ خیرآبادی قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ ابوالفتح خیرآبادی قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ نظام الدین عرف الہدیہ خیرآبادی قدس سرہ

حضرت قطب الاقطاب شیخ عبدالصمد مخدوم شاہ صفی قدس سرہ۔

۳-سلسلہ عالیہ قادریہ

حاجی الحرمین غوث الدہر شاہ قدرت اللہ قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید شاہ یٰسین قلندر قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید شاہ امام الدین قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شاہ رکن عالم عرف سید اوتھلی بلگرامی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید شاہ تاج معین الدین قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ محمد بن شاہ رکن الدین بلگرامی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید شاہ عبداللہ جیلانی بھٹوی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید شاہ شہاب الدین حسن قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید شاہ بایزید بن شاہ جمال قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ الاسلام شاہ مظفر بن شاہ محمد قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم میر سید شاہ شمس الدین محمد بن شاہ ابراہیم قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید احمد بن حسن المنان قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات سید حسن قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات میر سید موسیٰ قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات میر سید علی قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات سید محمد قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات سید حسن بغدادی قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات سید محمد احمد قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات ابی حاجب مجد الدین قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید السادات سید عماد الدین قادری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم تاج الدین جمال العراق شاہ ابی بکر عبد الرزاق قادری قدس سرہٗ

حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی ابو محمد محیی الدین عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ

۴۔سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

حاجی الحرمین غوث الدہر شاہ قدرت اللہ قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ یٰسین قلندر قدس سرہ

حضرت شاہ ابو العلا المعروف شیخ رستم علی قنوجی نقشبندی قدس سرہ

حضرت شاہ محمد کامل قدس سرہ

حضرت شاہ محمد صادق قدس سرہ

حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ

مذکورہ شجرے مجموعۃ الاوراد سے ماخوذ ہیں۔(۱)

مرجعیت

آپ کو عوام و خواص میں مقبولیت تام حاصل تھی۔ جہاں طالبانِ خدا آپ کے آستانۂ فیض مقام پر حاضر باش رہتے وہیں امرا و عوام اپنے دینی و دنیوی مقاصد میں کامیابی و کامرانی کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضری کو فوز و فلاح کی ضمانت سمجھتے۔

---

(۱) مجموعہ اوراد قلمی

نواب شجاع الدولہ (۱۷۳۲-۱۷۷۵ء) جب بکسر کی جنگ (۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء) کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ایک روٹی منگا کر اس کے دو حصے کیے اور ایک نصف ان کو عطا کیا۔ اس کے بعد ملک نصف نصف ہو گیا۔(۱)

آثار

آپ کے احوال پر دو کتابوں کا تذکرہ بحر زخار میں ملتا ہے(۲):

(۱) آیات بینات: میر سعد الدین عرف چھوٹو بلگرامی

(۲) کرامۃ القدرۃ

خلفا

آپ نے باکمال خلفا اور مریدین کی ایک بڑی جماعت چھوڑی۔ بحر زخار میں ہے کہ آپ کے مریدین ایک لاکھ سے کم نہ ہوں گے!(۳)

آپ کے خلفا کی تعداد عین الولایت (ص ۱۴۱) میں ۱۷/ مذکور ہے۔ لیکن مختلف تذکروں میں آپ کے مزید خلفا کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کے خلفا میں جلیل القدر علما و مشائخ گزرے ہیں۔ عین الولایت میں مذکور خلفا حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت شاہ غلام نبی بن شاہ مخدوم عالم صفوی (م ۱۱۹۳ھ) (صفی پور)

(۲) حضرت شاہ غلام نصیر الدین عرف سعدی میاں بلگرامی (م ۱۲۴۱ھ)

(۳) حضرت مولانا شاہ صلاح الدین گوپاموی (م ۱۲۲۶ھ)

(۴) حضرت قاضی شاہ مصطفی علی خان گوپاموی (۱۱۹۸ھ)

---

(۱) عین الولایت، ص: ۱۳۶

(۲) بحر زخار، ۱/ ۴۵۸

(۳) بحر زخار، ۱/ ۴۵۹

(۵) حضرت مولانا شاہ مصباح اللہ خان گوپاموی

(٦) حضرت شاہ کفایت اللہ لکھنوی

(۷) حضرت شاہ نجابت علی لکھنوی

(۸) حضرت مولانا شاہ اکبر علی سنڈیلوی (خلف اکبر ملا حمد اللہ سنڈیلوی) (۱۲۲۰ھ)

(۹) حضرت مولانا شاہ حیدر علی سنڈیلوی (خلف اصغر ملا حمد اللہ سنڈیلوی) (۱۲۲۵ھ)

(۱۰) حضرت مولانا شاہ عبد اللہ سنڈیلوی

(۱۱) حضرت شاہ غلام علی سدھوری

(۱۲) حضرت مولانا شاہ عشق حسین جہان آبادی

(۱۳) حضرت شاہ رضا میاں صفی پوری

(۱۴) حضرت شاہ نور دکنی گجراتی

(۱۵) حضرت مولانا شاہ غلام علی سوداگر صفی پوری

(۱٦) حضرت شاہ سبحان بلگرامی

(۱۷) حضرت شاہ پیر بخش صفی پوری

آپ کا وصال ۱۲/رجب ۱۱۸۳ھ/ ۱۷٦۹ء کو ہوا (۱)۔ صفی پور ہی میں مدفون ہوئے۔ ۱۱/۱۲ رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

○○○

---

(۱) صاحب بحر زخار نے آپ کی تاریخ وفات ۱۱/رجب ۱۱۸۴ھ تحریر کی ہے۔ (بحر زخار، ص: ۴۵۹)

حضرت مخدوم شاہ افہام اللہ قدس سرہٗ

(م:۱۱۹۶ھ/ ۱۷۸۲ء)

حضرت شاہ افہام اللہ بن شیخ مخدوم بخش قدوائی، لکھنؤ سے متصل قصبہ بھٹولی کے رہنے والے تھے۔ آپ نہایت قوی احوال اور بلند معارف والے تھے۔ پوری زندگی توکل وتجرد میں گزاری، دنیا اور دنیا داروں سے بے نیازی اور بے رغبتی میں اعلیٰ شان کے حامل تھے۔

آپ کو حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ سے فیض اویسی حاصل تھا اور بیعت واجازت حضرت سید شاہ عبدالرشید قادری امجھری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ باطنی طور پر حضرت مخدوم شاہ صفی نے حضرت افہام اللہ شاہ کو طلب کرلیا تھا۔ حضرت امجھری نے اپنے مرید وخلیفہ افہام اللہ شاہ کو صفی پور روانہ فرمایا۔ آپ نے صفی پور پہنچ کر حضرت مخدوم عبداللہ شاہ (ہفتم سجادہ نشین) سے اجازت وخلافت حاصل کی اور صفی پور ہی کو اپنا وطن بنالیا۔

آپ کے تصرفات اور کمالات بہت زیادہ تھے۔ خلق خدا کو آپ سے بہت فیض ملا۔ حاکمِ لکھنؤ کی بیوی آپ کی عقیدت مند تھی، حاکم اس بات سے واقف تھا، اس کے باوجود اس نے ایک روز آپ کا ذکر بے ادبی سے کیا، اسی صبح اس کی بینائی جاتی رہی، اس نے اپنے خادمِ خاص کو حضرت کی خدمت میں عذر خواہی کے لیے بھیجا، حضرت نے سرمے پہ دم کر کے خادم کو روانہ کیا، سرمہ لگاتے ہی اس کی بینائی اصل حالت پر

واپس آ گئی۔ والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ حاکمِ شہر آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ اس وقت میرے دل میں کیا خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس وقت تمہارے دل میں دو چیزوں کا خیال گردش کر رہا ہے۔ ایک اولاد کی تمنا اور دوسرا زیارتِ بیت اللہ کی خواہش! جب اس نے اپنی کیفیت کے مطابق جواب پا لیا تو فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ (۱)

خلفا

آپ نے آٹھ حضرات کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

(۱) حضرت شاہ پیر محمد صفوی عرف چھیدی میاں قدس سرہٗ، جانشین (صفی پور)

(۲) حضرت شاہ نصرت اللہ قدس سرہٗ (سانڈی، ہردوئی)

(۳) حضرت شاہ محمدی عرف غلام پیر قدس سرہٗ (سانڈی، ہردوئی)

(۴) حضرت شاہ علیم اللہ نوتنوی قدس سرہٗ

(۵) حضرت شاہ امان اللہ لکھنوی قدس سرہٗ

(۶) حضرت حاجی شاہ کرم صفی صفی پوری قدس سرہٗ

(۷) حضرت شاہ حسام الدین لکھنوی قدس سرہٗ

(۸) حضرت مولانا فضل عظیم خان صفی پوری قدس سرہٗ

وصال

حضرت شاہ افہام اللہ قدس سرہٗ مجرد تھے۔ ۲۱؍ربیع الاول ۱۱۹۶ھ/ ۶؍مارچ ۱۷۸۲ء بروز چہار شنبہ آپ کا وصال ہوا۔ صفی پور ہی میں مدفون ہوئے۔ آپ نے اپنے خلیفہ حضرت شاہ پیر محمد قدس سرہٗ کو جانشین مقرر فرمایا تھا۔

---

(۱) بحر زخار، ج ۲ ص ۲۰۱

سجادگان

(۱) حضرت شاہ پیر محمد معروف بہ چھیدی میاں (م ۱۲۲۱ھ)

(۲) حضرت شاہ علی محمد عرف کرم میاں (م ۱۲۲۷ھ) (۱)

(۳) حضرت مخدوم شاہ محمد حفیظ اللہ (۱۲۰۱-۱۲۸۱ھ)

(۴) حضرت شاہ امیر اللہ (صاحبزادۂ حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ)

(۵) حضرت شاہ خلیل اللہ عرف دامڑ میاں (برادرزادۂ حضرت شاہ امیر اللہ)

(٦) حضرت شاہ عبدالقیوم عرف بسّن میاں (صاحبزادۂ حضرت شاہ خلیل اللہ)

رحمہم اللہ تعالیٰ۔

○○○

---

(۱) حضرت شاہ علی محمد عرف کرم میاں کے بعد ۵-٦ سال تک درگاہ خالی رہی، پھر حضرت شاہ کرم میاں کے بھانجے اور داماد حضرت شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہ اپنے پیران عظام کے باطنی اشارے پر تشریف لائے اور خانقاہی نظام کا دوبارہ احیا فرمایا۔

علامہ قاضی مصطفی علی خان بہادر صفوی قدس اللہ سرہٗ

(۱۱۵۱-۱۱۹۸ھ/ ۱۷۳۸-۱۷۸۴ء)

علامہ قاضی مصطفی علی خان بہادر بن خیر الدین بن خیر اللہ فاروقی صفوی گوپاموی کی ولادت اور پرورش گوپامؤ میں ہوئی۔ آپ نے علامہ شیخ محمد زماں اور علامہ شیخ محمد اکرم سے علوم مروجہ حاصل کیے۔ یہ دونوں حضرات علامہ قاضی عبدالغنی بن دائم فاروقی گوپاموی کے شاگرد تھے۔ آپ نے عارف باللہ حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر چشتی صفوی کے دست مبارک پر بیعت کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔(۱)

آپ نے مدراس (۲) کا سفر کیا اور وہاں مسند تدریس کو زینت بخشی۔ بعد میں آپ قاضی ہوئے اور پھر مدراس کے قاضی القضاۃ مقرر کر دیے گئے۔ آخری عمر تک آپ نے مسندِ قضا پر رہتے ہوئے دین وملت اور علم وعرفان کی خدمات انجام دیں۔

آپ متبحر عالم اور عظیم صوفی ہونے کے ساتھ فارسی کے صاحب طرز شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان اور ایک فارسی رسالہ ''تذکرۃ الانساب'' (جسے ۱۱۹۲ھ میں مکمل کیا) موجود ہے۔(۳)

---

(۱) عین الولایت، نزہۃ الخواطر، ۳/ ۱۱۱۴۔

(۲) صوبہ تمل ناڈو کا صدر مقام، جس کا موجودہ نام چنئی (Chennai) ہے۔

(۳) نزہۃ الخواطر، ۳/ ۱۱۱۴۔؛ تذکرہ اعلام گوپامئو ص ۹۱

وصال

آپ کا وصال ۲۲؍ربیع الاول ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء میں ہوا۔(۱) مدراس کی مسجد معمور کے صحن میں آپ کا مزار مبارک موجود ہے۔

کسی بزرگ نے بہ اشارۂ غیبی آیت کریمہ ''فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ'' (الواقعۃ: ۸۹) سے تاریخ کہی ہے، جو مزار مبارک پر کندہ ہے۔ راقم السطور مجیب علیمی آپ کے مزار پرانوار پر حاضری کے شرف سے مشرف ہو چکا ہے۔

○○○

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۹۰-۹۱

حضرت سید کفایت اللہ شاہ لکھنوی قدس سرہ

(بعد ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۷ء)

حضرت سید کفایت اللہ شاہ لکھنوی، مخدوم شیخ قدرت اللہ غوث الدہر قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ اپنے پیر و مرشد کے آخری دور کے مریدین میں سے تھے۔ پیر و مرشد نے آپ کو مزید تعلیم کے لیے اپنے خلیفہ حضرت شاہ نور دکنی کی خدمت میں حیدر آباد حاضر ہونے کا حکم فرمایا، چنانچہ آپ ایک عرصے تک دکن میں قیام پذیر رہے۔ وہیں آپ پر جذب کا غلبہ ہو گیا۔

آپ کبھی کبھی حالت سلوک میں بھی آجاتے تھے۔ حیدر آباد میں آپ کے وفات کی شہرت ہو گئی جب کہ آپ لکھنؤ تشریف فرما ہو گئے تھے۔ (۱)

وصال

حضرت سید کفایت اللہ شاہ کا وصال ۱۲۰۰ھ کے بعد ہوا۔ آپ کا مزار مبارک جانکی پورم منڈیاؤں گاؤں، لکھنؤ میں ہے۔

جانشینی

حضرت شاہ سید کفایت اللہ قدس سرہٗ اپنے انتقال کے قریب فرماتے تھے کہ میرا جانشین آرہا ہے، جب وقت موعود آپہنچا تو حضرت سید معصوم علی شاہ جو دکن کے رؤسا

(۱) سوانح اسلاف، ص ۶۸

میں تھے آ گئے، آپ نے انہیں جانشین بنایا اور رحلت فرمائی۔

حضرت سید معصوم علی شاہ باکمال بزرگ تھے، حالت سلوک میں رہے، مجذوب نہیں ہوئے۔

حضرت سید کفایت اللہ شاہ کے مریدین میں منشی دانش علی لکھنوی بھی تھے۔ انہوں نے ہی آپ کا عالی شان روضہ بڑی رقم صرف کر کے تعمیر کرایا۔ روضے سے قریب ایک بڑی مسجد بھی بنوائی اور اس کے اردگرد چند کھیت اور باغات خرید کر درگاہ کو نذر کیے۔

منشی دانش علی بن منشی فیض محمد لکھنوی

حضرت منشی دانش علی رحمہ اللہ، شاہِ اودھ نصیر الدین حیدر (۱۸۰۳ - ۱۸۳۷ء) کے اتالیق (ادب آموز) بھی تھے اور منشی بھی۔

کسی خاص وقت میں حضرت کفایت اللہ شاہ کی نگاہِ تصرف منشی صاحب پر پڑ گئی، چنانچہ جو حضرت کفایت اللہ شاہ کا حال تھا وہی ان میں بھی پیدا ہو گیا۔ نہ روزہ، نہ نماز مگر جس دن غسل کرتے اس دن نمازیں بھی ادا کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے۔ رات دن آہ و زاری سے کام تھا اور یہ شعر پڑھ پڑھ کر روتے رہتے:

به دردِ عاشقی پرورده شد جانے که من دارم
ازین دردم رہائی نیست تا جان در بدن دارم

(میری جان، درد عشق کی پروردہ ہے، اب اس درد سے تا حیات مجھے چھٹکارہ نہیں ہے۔)

منشی دانش علی کا وصال ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۳۰ء سے کچھ قبل ہوا۔ اپنے پیر و مرشد کے روضے کے پاس ہی دفن ہوئے۔

حضرت شاہ عزیز صفی پوری رقم طراز ہیں:

''جب منشی دانش علی نے انتقال کیا[تب] حضرت مولانا سید عبدالرحمن لکھنوی موجود تھے۔ [آپ کا معمول تھا کہ] آپ کوئی شئے کہیں کی آئی ہوئی نہیں کھاتے تھے [بلکہ] نمک تک تو چکھتے نہیں تھے۔ والد ماجد [منشی یحییٰ علی خان] فرماتے تھے کہ جب منشی دانش علی کے انتقال کا کھانا گیا [تو حضرت مولانا نے] فرمایا کہ ہمارے پاس لاؤ، اور تھوڑا سا زبان مبارک پر رکھا اور فرمایا کہ دانش علی دنیا دار نہ تھے فقیر تھے، یہ کھانا متبرک ہے۔''(۱)

حضرت سید معصوم علی شاہ نے اپنے آخری وقت میں منشی دانش علی رحمہٗ اللہ کے نواسے منشی یحییٰ علی خان (۲) کو بلایا اور اپنا جانشین کرنا چاہا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا، تب انہوں نے اپنے مرید محبت شاہ صاحب کو جانشین بنایا۔ محبت شاہ صاحب مجذوب تھے۔

محبت شاہ کے انتقال کے بعد درگاہ خالی ہوگئی، لہٰذا منشی یحییٰ علی خان رحمہ اللہ نے حضرت کفایت اللہ کے اعزۂ خاندانی میں سے ایک صالح بزرگ محمد علی شاہ کو حضرت فتح علی شاہ (جانشین حضرت مولانا عبدالرحمن لکھنوی) سے بیعت کرا کر جانشین بنایا۔

○○○

---

(۱) سوانح اسلاف، ص ۶۹

(۲) حضرت منشی یحیٰ علی بن میر منشی ثابت علی خان (۱۲۲۹-۱۲۸۷ھ) حضرت شاہ عزیز صفی پوری کے والد ماجد تھے۔ آپ حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن لکھنوی کے مرید صادق تھے۔ حضرت مخدوم محمد حفیظ اللہ شاہ سے ایک نسبتِ خاص حاصل تھی، ان کی صحبت بابرکت میں حاضر رہتے۔ قطب العالم حضرت شاہ خادم صفی محمدی سے بھی فیضیاب تھے۔ ۸/ رمضان المبارک ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء کو صفی پور میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت مخدوم صاحب کی درگاہ میں حضرت مخدوم شیخ عبدالرحمن قدس سرہٗ کے روضے سے متصل، دروازے کے پاس دفن ہیں۔ (سوانح اسلاف، ص ۱۴۳)

حضرت مولانا شاہ اکبر علی سنڈیلوی قدس سرہ

(م:۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء)

آپ ملا احمد اللہ بن شکر اللہ صدیقی سنڈیلوی کے بڑے فرزند تھے۔آپ سنڈیلہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کی پرورش ہوئی۔ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد سے حاصل کی اور روحانی نعمتیں آپ کو عارف باللہ حضرت شیخ قدرت اللہ صفوی چشتی صفی پوری قدس سرہ سے ملیں۔ایک طویل مدت تک اپنے شیخ کے پاس ذکر واذکار میں مشغول رہے یہاں تک کہ آپ نے علم وعرفان میں بلند مقام حاصل کرلیا اور ۱۱۷۳ھ میں پیرومرشد کی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔(۱)

آپ نے عارف باللہ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ کی مشہور ومعروف دعا حزب البحر کی ایک مبسوط شرح تصنیف فرمائی۔(۲) صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”كان أكبر أبناء والده وأوفرهم حظاً في الصلاح والاستقامة على الطريقة الظاهرة.“(۳)

---

(۱) مثال شریف حضرت شاہ اکبر علی سنڈیلوی، خطی، عکس محفوظ در مکتبہ الاحسان۔

(۲) تذکرہ علمائے ہند، ص:۱۲۳

(۳) نزہۃ الخواطر، ۷/ ۹۲۰

اپنے والد کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ استقامت اور صلاح میں اپنے بھائیوں میں ممتاز ہیں۔

۲۷ شعبان ۱۲۲۰ھ کو آپ کا وصال ہوا اور سنڈیلہ کے قریب موسی پور گاؤں میں مدفون ہوئے۔(۱)

○○○

(۱)،نزہۃ الخواطر،۷،ص:۲۰۹

مولانا شاہ حیدر علی سنڈیلوی قدس اللہ سرہ

(م: ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء)

علامہ شیخ حیدر علی بن ملا احمد اللہ بن شکر اللہ صدیقی سنڈیلوی آپ بڑے علما میں سے تھے۔ آپ کی ولادت اور پرورش سنڈیلہ میں ہوئی، آپ نے بعض درسی کتابوں کا علم اپنے والد سے لیا اور بعض کتابیں قاضی احمد علی سنڈیلوی سے پڑھیں پھر شیخ باب اللہ جونپوری کے درس میں حاضر ہوئے اور ان سے بھی علوم متداولہ حاصل کیے۔

آپ نے علوم شرعیہ، طب وشاعری وغیرہ میں کمال حاصل کرنے کے بعد مسند درس وتدریس کو زینت بخشی۔

عارف باللہ حضرت شاہ قدرت اللہ مسولوی ثم صفی پوری کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور آپ ہی سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔(۱)

علامہ قاضی ارتضیٰ علی صفوی گوپاموی، ملا نور اللہ فرنگی محلی، علامہ مرزا حسن علی محدث لکھنوی، شیخ حسین احمد ملیح آبادی، مولوی دلدار علی مجتہد، سید محمد بن دلدار علی مجتہد اور ان کے علاوہ بہت سارے بڑے علماء آپ کے تلامذہ سے تھے۔

تصانیف میں حاشیہ شرح سلم، تکملہ شرح سلم، حاشیہ میر زاہد رسالہ، حاشیہ میر زاہد ملا جلال وغیرہ آپ سے یادگار ہیں۔

---

(۱) نزہۃ الخواطر، ۷/ ۹۶۰

۶/رجب ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں سنڈیلہ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں اپنے والد کے مدرسے کے صحن میں مدفون ہوئے۔(۱)

○○○

(۱) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۱۶۷۔ نزہۃ الخواطر، ۷/ ۹۶۰

حضرت مولانا شاہ صلاح الدین صفوی قدس سرہ

(م:۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۲ء)

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ صلاح الدین صفوی بن مولوی محمد صدیق عرف افضل الدین محمد خان بن خیر الدین بن خیر اللہ عمری گوپاموی اپنے دور کے متبحر عالم اور عظیم صوفی تھے۔ اہل علم آپ کو اپنے دور کا امام ابوحنیفہ کہا کرتے تھے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم و اسرار کے جامع تھے۔ اصحاب فضل و کمال آپ کو اپنا مقتدا اور مرجع مانتے تھے۔

ولادت

آپ کی ولادت قصبہ گوپامئو کے ایک رئیس گھرانے میں ہوئی۔ آپ نسباً فاروقی تھے۔ آپ کا خانوادہ علوم و معارف کا گہوارہ تھا۔ بڑے بڑے جید علما آپ کے ہم سبق تھے، اور زمانہ کے رازی و غزالی سے آپ نے متداول علوم حاصل کیے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی پھر خانوادے کے علما سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ ملا محمد اعلم سنڈیلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی علمی تشنگی کا سامان کیا۔ آپ علامہ سنڈیلوی کے بڑے چہیتے شاگرد تھے۔ علامہ سنڈیلوی آپ کے متعلق فرماتے تھے:

اگر اللہ تعالیٰ میری تمام برائیاں ایک پلہ میزان میں رکھ دے اور

دوسرے پلہ میں میرے دونوں شاگردوں غلام محمد محدث گوپاموی اور مولوی صلاح الدین کو رکھ دے تو مجھے امید قوی ہے کہ میری بھلائیوں کا پلہ راجح ہوگا۔ کلمہ شہادت کے بعد ان دونوں سے بڑھ کر میرے پاس اور کوئی نیکی نہیں ہے۔(۱)

بیعت وخلافت

آپ کو اللہ نے خاص عنایتوں سے نوازا تھا۔ بچپن سے ہی صلاح وفلاح کے آثار آپ سے ظاہر تھے۔ آپ حضرت مخدوم شاہ قدرت اللہ غوث الدہر کے مرید و خلیفہ ہوئے۔(۲) آپ کے پیر ومرشد آپ کے بارے میں فرماتے تھے:

''مولوی را حق تعالیٰ دولتِ مادر زاد دادہ کہ دمی و قدمی بی یاد و رضای خدا نگذاشت و دقیقہ ای از شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرونگذاشت۔''(۳)

ترجمہ: مولوی کو حق تعالیٰ نے پیدائشی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ایک لمحہ ایک قدم بھی بغیر حق تعالیٰ کی یاد اور اس کی رضا کے نہیں رہتے اور شریعت مصطفوی سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کرتے۔

آپ کو درج ذیل مشائخ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی:

(۱) حضرت شاہ غلام پیر عرف پیر میاں بلگرامی (۱۲۰۰ھ)

(۲) حضرت شاہ صدر عالم خیر آبادی (۱۱۹۸ھ)(۴)

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو،ص: ۹۴

(۲) عین الولایت،ص: ۱۴۹

(۳) بحر زخار۔ج:۱،ص: ۴۶۰

(۴) حضرت سید صدر عالم خیر آبادی، حضرت شاہ یسین قلندر بلگرامی کے مرید اور حضرت شاہ قدرت اللہ قدس سرہما کے خلیفہ تھے۔ ۵ر شعبان ۱۱۹۸ھ میں وصال ہوا۔ (خیر آباد کی ایک جھلک،ص ۳۸)

خلفا

آپ شریعت وطریقت میں اپنے وقت کے عوام وخواص کے مرجع اور مقتدا تھے۔علامہ فضل امام خیرآبادی اور علامہ قاری عبدالکریم رہتکی جیسے اصحاب فضل وکمال اور جید علمانے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔آپ کے بعض خلفا کا نام ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

(۱) حضرت شاہ غلام یحییٰ اصفی پوری

(۲) حضرت شاہ عبدالحق محدث گوپاموی (خلیفہ وجانشین)(۱)

وصال

حضرت مولانا شاہ صلاح الدین گوپاموی کا وصال ۲۲؍ذی الحجہ ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء میں ہوا۔مزار پُرانوار گوپامئو میں مسجد خیر اللہ شاہ کے دروازے سے پچھّم جانب ہے۔مادۂ تاریخ ''إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِی جَنّٰتٍ'' ہے۔

علامہ فضل امام خیرآبادی قدس سرہ

علامہ فضل امام بن شیخ محمد ارشد فاروقی ہرگامی ثم خیرآبادی،خیرآباد کے مشہور علماء میں سے تھے۔علوم عقلیہ ونقلیہ میں اپنے دور کے فاضلِ بے بدل تھے۔

آپ کی ولادت اور پرورش خیرآباد میں ہوئی،علامہ عبدالواجد خیرآبادی سے تحصیل علم کی پھر درس وتدریس میں مشغول ہوئے،منطق وحکمت میں عمدہ اور مفید کتابیں تحریر کیں۔آپ کی بعض تصنیفات حسب ذیل ہیں:

تشحیذ الاذہان فی شرح المیزان،تلخیص الشفا،مرقات،حاشیہ رسالہ میر زاہد اور حاشیہ میر زاہد ملا جلال وغیرہ۔

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامو۔ص:۱۱۳

آپ نے عارف باللہ مولانا شاہ صلاح الدین صفوی گوپاموی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔(۱)

آپ کے صاحبزادے علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی صدرالدین آزردہ، قاضی ارتضا علی صفوی گوپاموی، حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتی وغیرہ مشہور اہل فضل وکمال آپ کے تلامذہ میں ہیں۔(۲)

۵/ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء میں آپ کا وصال ہوا۔(۳) قطب العالم حضرت مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی قدس اللہ سرہ کی درگاہ شریف کے احاطے میں سپرد خاک ہوئے۔

○○○

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند،ص:۶۲۰؛ تذکرہ اعلام گوپامئو،ص ۹۴

(۲) تذکرہ علمائے ہند،ص:۶۲۰

(۳) تذکرہ علمائے ہند،ص:۶۲۱

حضرت مولانا غلام محمد عمری گوپاموی قدس سرہ

(م بعد: ۱۱۹۲ھ/ ۱۷۷۸ء)

علامہ شیخ غلام محمد بن غلام احمد بن خیر الدین فاروقی گوپاموی اپنے وقت کے متبحر محدث عالم تھے۔

ولادت و تعلیم

آپ کی ولادت گوپامئو کے ایک علمی و روحانی گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گوپامئو میں ہی حاصل کی پھر حضرت علامہ شیخ محمد اعلم سنڈیلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل علوم کیا۔

آپ کے استاد علامہ محمد اعلم سنڈیلوی اپنے دو شاگردوں پر فخر کیا کرتے تھے؛ مولانا شاہ صلاح الدین گوپاموی اور شیخ غلام محمد فاروقی گوپاموی۔ ان دونوں حضرات کو اپنی نجات و درجات کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔

بیعت

آپ نے حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت لی اور تعلیم و تلقین سے نوازے گئے۔

ہجرت

آپ نے القدس، فلسطین اور الخلیل، شام کا سفر کیا۔ بیت الخلیل، شام میں ایک

زمانے تک آپ درس وتدریس میں مشغول رہے۔آپ کے علم وعرفان اور فضل وکمال کا شہرہ دیارشام وروم اور ہند تک پھیلا ہوا تھا۔ بالآخر آپ نے شام کو ہی اپنا مسکن بنا لیا اور وطن واپس نہیں آئے۔

وصال

شیخ غلام محمد گوپاموی کے برادر طریقت قاضی مصطفیٰ علی خان گوپاموی (۱۱۹۸ھ) نے تذکرۃ الانساب میں لکھا ہے کہ آپ القدس اور الخلیل میں درس وافادہ میں مشغول ہیں، ابھی باحیات ہیں۔قاضی صاحب نے یہ تذکرہ ۱۱۹۲ھ میں قلم بند فرمایا ہے۔(۱)

○○○

---

(۱) نزہۃ الخواطر:٦/ ۷۷؛ تذکرہ اعلام گوپامئو،ص:۸۶-۸۷

حضرت شاہ پیر بخش صفی پوری قدس سرہٗ

(م: ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء)

آپ پیرزادگان صفی پور میں سے تھے اور حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر کے مرید وخلیفہ اور جانشین تھے۔آپ بہت سیف زبان اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔کسی نے آپ کے ساتھ گستاخی کی اور مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔

ایسے ہی ایک عامل نے آپ کی جائداد کا روپیہ نہ دیا اور کہلایا کہ جب تک خدا کا پروانہ نہ آئے گا نہیں دوں گا، آپ نے کہلا بھیجا کہ آج کے آٹھویں دن خدا کا پروانہ آئے گا، چنانچہ آٹھویں دن لکھنؤ سے حکم آیا کہ اس عامل کو بیڑیاں لگا کر حاضر کرو، جب یہ واقعہ پیش آیا تب آپ نے کہلا بھیجا کہ تو نے خدا کے پروانے کو دیکھا!

مولانا سید شاہ عبد الرحمٰن لکھنوی قدس سرہٗ، مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کی روحانیت سے مستفیض تھے، اس لیے چاہتے تھے کہ سلسلۂ مینائیہ کی اجازت حاصل کریں، چنانچہ جب آپ لکھنؤ تشریف لے گئے تو حضرت مولانا نے آپ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

حضرت شاہ پیر بخش قدس سرہ کا وصال ۱۷؍رمضان المبارک ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء میں ہوا۔آپ نے اپنے داماد حضرت شاہ محمد کاظم (م ۴؍ربیع الآخر ۱۲۴۷ھ) کو جانشین

بنایا اور حضرت شاہ محمد کاظم نے اپنے صاحبزادے حضرت عنایت اللہ شاہ عرف ہادی میاں (م ۱۲۸۲ھ) کو جانشین مقرر کیا، جو لاولد تھے، انہوں نے اپنے ایک عزیز محمد اشرف کو اپنا جانشین بنایا لیکن وہ بیٹھ نہیں سکے، اس کے بعد سلسلہ سجادگی ختم ہوگیا۔(۱)

○○○

(۱) عین الولایت، ص: ۱۷۴-۱۷۵

حضرت شاہ غلام نصیر الدین سعدی بلگرامی قدس سرہ

(۱۱۶۴-۱۲۴۱ھ/۱۷۷۱-۱۸۲۶ء)

عارف باللہ حضرت سید شاہ غلام نصیر الدین عرف سعدی میاں بن حضرت سید شاہ غلام پیر بن سید شاہ یٰسین بلگرامی اپنے وقت کے بڑے مربی صوفی اور داعی تھے۔ آپ کے آبا و اجداد (جن کا ذکر خیر گذشتہ صفحات میں گزرا) اپنے اپنے دور کے عظیم اہل معرفت ہوئے ہیں۔

آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے گھر کے بزرگوں نے کی اور اپنے والد ماجد عارف باللہ حضرت سید شاہ غلام پیر اور عارف باللہ غوث الدہر حضرت شاہ قدرت اللہ مسولوی ثم صفی پوری کے مجاز و خلیفہ ہوئے۔

خلفا

وقت کے بڑے اور جید علما آپ کی تربیت و صحبت میں رہے اور فیض سے مستفیض ہوئے۔ بہت سارے علما و مشائخ آپ سے ارادت و خلافت اور مشائخ کی روحانی نعمتوں کو حاصل کرنے والوں میں شامل ہیں۔ خلفا کی فہرست میں دستیاب اسما درج ذیل ہیں:

(۱) قاضی شیخ احمد مجتبیٰ خوشدل گوپاموی (۱۲۳۴ھ، قاضی القضات مملکت مدراس)

(۲) علامہ قاضی محمد ارتضا علی خان بہادر (۱۲۷۰ھ، قاضی القضات مدارس)

(۳) حضرت محمد علی شاہ صفی پوری (۱۲۷۸ھ)

(۴) حضرت مولانا شیخ قدرت احمد فاروقی گوپاموی (۱۲۷۸ھ)

وصال

۲۳؍رجب المرجب ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء کو بعد نماز جمعہ لکھنؤ میں آپ کا وصال ہوا اور یکشنبہ کی رات بلگرام میں مدفون ہوئے۔

آپ کے مرید وخلیفہ افضل العلماء قاضی محمد ارتضا علی صفوی گوپاموی ثم مدراسی نے آپ کی تاریخ وصال اپنی کتاب مجموعۂ اوراد میں یوں درج کی ہے:

''وفات حضرت مرشدی ومولائی مولوی شاہ غلام نصیر الدین سعدی میاں قدس سرہٗ بتاریخ بست وسویم رجب ۱۲۴۱ھ بعد نماز جمعہ در لکھنؤ ودفن در بلگرام بہ شب یکشنبہ واقع شد۔ تاریخ تصنیفِ محمد ارتضا الصفوی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن اسلافہ''(۱)

تاریخ

إنَّ نجمَ الهُدَىٰ نَصِيْرَ الدِّينِ
مَظْهَرُ الحق سَيِّدُ العُرَفَاء
ذُو المَعَالِي بقيّةُ السَّلَف
لَا تَرَىٰ العَيْنُ مِثْلَه خَلَفًا
مَنْ بِه لَاَوْضَارٌ فِي لَحظٍ
مِنْ بِحَارِ الشُهُوْدِ مُغْتَرِفًا
مَنْ أَتَىٰ فِي حَرِيْمِ حَضْرَتِهِ
بِأَيَادِيْهِ عَادَ مُعْتَرِفًا

---

(۱) مجموعہ اوراد ووظائف (مطلا قلمی)

غَابَ عَنْ بَصَرِنَا و فَارَقَنَا
فِی غَمَامِ الفَنَاء لَاسْتَخْفٰی
صَارَ جَوُّ السَّمَاء مُظْطَلِمًا
فِی عُیُوْنِ الأَنَامِ یَا لَهَفًا
کَانَ مِصْبَاحَ مَعْبَدِ الرَّحْمٰنِ
صَرْصَرُ الحَادِثَاتِ قَدْ أَطْفیٰ
قُلْتُ تَارِیْخَ مَوْتِهٖ حَزَنًا:
مَاتَ قُطْبُ الرَّشَادِ یَا أَسَفًا
(۱۲۴۱ھ)
رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ العَالِی
سَاکِنًا عِنْدَ عَرْشِهٖ زُلْفًا(۱)

ترجمہ:

یقیناً ستارۂ ہدایت نصیر الدین، حق کے مظہر اور عارفوں کے سردار ہیں۔
اسلاف کی نشانی اور بلندیوں والے ہیں، آنکھوں نے ان کے جیسا جانشین نہیں دیکھا۔
جو لوگ گناہوں میں ڈوبے تھے، ان کی نگاہ فیض سے بحر مشاہدہ سے پینے والے بن گئے۔
جو آپ کی بارگاہ میں آیا وہ آپ کی نوازشات کا اعتراف کرتے واپس ہوا۔
آپ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور ہم سے جدا ہو کر فنا کے بادل میں

---

(۱) مجموعہ اوراد و وظائف مطلا، قلمی

روپوش ہوگئے۔

مخلوق کی نگاہوں میں آسمان کی فضا تیرہ وتاریک ہوگئی، ہائے افسوس!۔

آپ مسجد کا چراغ تھے جسے حادثات زمانہ کی تیز ہواؤں نے بجھا دیا۔

میں نے آپ کے غم میں تاریخ وصال کہی ''ہائے افسوس قطب الارشاد کا انتقال ہوگیا''۔

اللہ تعالیٰ آپ کی روح عالی کو راحت وسکون عطا فرمائے اور اپنے عرش کے پاس قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے۔

○○○

قاضی احمد مجتبیٰ خوشدل گوپاموی قدس سرہ

(۱۱۷۳-۱۲۳۴ھ/۱۷۶۰-۱۸۱۹ء)

علامہ شیخ احمد مجتبیٰ بن مصطفی علی خان بہادر بن خیر الدین فاروقی خوشدل گوپاموی، اپنے عہد کے جید عالم وفقیہ، صوفی اور مدراس کے قاضی القضاۃ تھے۔

آپ کی ولادت قصبہ گوپامؤ میں ۱۱۷۳ھ ہوئی۔(۱) ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں حاصل کی، اس کے بعد آپ نے مولانا رحیم الدین گوپاموی، مولانا غلام طیب بہاری اور علامہ حیدر علی بن ملا حمد اللہ سنڈیلوی سے متداول علوم حاصل کیے۔

ابتدائی عمر ہی میں آپ نے قرآن حفظ کرلیا تھا۔ مروجہ تعلیم کے تکملے کے بعد ۱۱۹۷ھ میں حضرت سید شاہ غلام پیر بن شاہ یٰسین بلگرامی قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ آپ نے اپنی بیعت کی تاریخ یوں کہی ہے:

بحمد اللہ بتائید سعادت — بہ بیعت برگزیدہ دستگیرم
ز ہاتف بہر تاریخ ارادت — سوالے بود مکنون ضمیرم
بلطف خود یکا یک کرد الہام — بگو خوشدل: مرید خاص پیرم

۱۱۹۷ھ

---

(۱) تذکرہ صبح وطن، ص۶۹؛ نتائج الافکار، ص: ۲۲۴

پھر پیرو مرشد کے صاحبزادے حضرت سید شاہ غلام نصیر الدین سعدی بلگرامی قدس سرہٗ سے سلاسل صفویہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔(۱)

۱۲۰۰ھ میں آپ نے مدراس کا سفر کیا جہاں نواب والا جاہ نے آپ کو آپ کے والد کے نام مصطفیٰ علی خان بہادر کے لقب سے ملقب کیا اور نواب والا جاہ نے گوپامؤ میں قائم اپنے مدرسہ کا آپ کو مدرس مقرر کیا، جہاں آپ نے طویل مدت تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۲۱۱ھ میں آپ نے پھر مدراس کا دوسرا سفر کیا اور کچھ دن قیام کر کے اپنے وطن گوپامئو واپس ہوگئے، ۱۲۱۶ھ میں آپ نے مدراس کا تیسرا سفر کیا اور اس بار نواب والا جاہ نے ترچناپلی(۲) کا آپ کو قاضی مقرر کیا، آپ ایک زمانے تک قضا کے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے اسی درمیان مدراس کے قاضی القضات علامہ محمد مستعد خان مدراسی کا انتقال ہو گیا تو نواب والا جاہ نے آپ کو ان کی جگہ قاضی القضات کے عہدے پر مقرر کر دیا۔ آپ اپنی آخری عمر تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔

آپ کی ذات علم وعرفان اور اخلاق وعادات میں یکتائے روزگار تھی۔ آپ جہاں علم وعرفان میں اپنے معاصرین پر سبقت وفوقیت رکھتے تھے، وہیں شعر وسخن میں بھی آپ اپنی پہچان خود ہی تھے۔ آپ کے علم وفضل اور شعر وسخن کے سلسلے میں صاحب نزہۃ الخواطر نے کچھ اس طرح تحریر کیا ہے:

”وكان عالماً صالحاً ديناً متواضعاً، حسن الأخلاق، حسن المحاضرة كثير المحفوظ في الشعر والأدب، شاعراً، له ديوان الشعر الفارسي في مجلد، وله قصائد بالعربية۔“ (۳)

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۹۸-۹۹؛ تذکرہ صبح وطن، ص ۶۹؛ نتائج الافکار، ص: ۲۲۵

(۲) Tiruchirappalli، مدراس (چنئی) سے ۳۲۲ کلومیٹر کے فاصلے پر صوبہ تمل ناڈ کا مشہور شہر ہے۔

(۳) نزہۃ الخواطر، ۷، ص: ۹۰۴

صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کی عربی شاعری کے متعدد نمونے بھی پیش کیے ہیں۔عربی اور فارسی میں آپ فی البدیہہ شاعری کرتے تھے، فارسی میں خوشدل تخلص کرتے تھے۔آپ کا دیوان موجود ہے۔

ذیل میں آپ کی عربی شاعری کے چند نمونے نقل کیے جاتے ہیں:

تغيرت المودة في الرجال

و شاع الحقد في أهل الكمال

قد انهدمت بأمطار الرزايا

مقاصير المروءة و النوال

و إن في الدهر ذو شرف و مجد

سوى محكوم ربات الحجال(۱)

(لوگوں میں رسم الفت بدل گئی اور صاحب کمال لوگوں میں نفرت عام ہوگئی۔

انسانیت اور جود وسخا کے محل مصیبتوں کی بارش سے منہدم ہوگئے۔

زن مریدوں کو چھوڑ کر سارے لوگ زمانے میں شرف وبزرگی والے ہیں۔)

أتقتلني بحبك يا حذام!

ومثلي لا يعنف بالكلام

أما تدري بآبائي وربي

أولئك أهل مجد واحترام

صوارمهم حتوف للأعادي

أياديهم حياة المستهام

(۱) نزہۃ الخواطر، ج:۷ ص:۹۰۴

ولاة في بلاد العز جما

حماة للجناة عن الغرام(۱)

(اے حذام! کیا تم مجھ کو اپنی محبت میں مار ڈالوگی جب کہ مجھ جیسے لوگوں سے تلخ کلامی نہیں کی جاتی۔

کیا میرے والد اور میرے مربی کو نہیں جانتی؟ وہ لوگ عظمت و بزرگی والے ہیں۔

ان کی تلواریں دشمنوں کے لیے موت کا پیغام ہیں، ان کے ہاتھ محبین کے لیے حیات بخش ہیں۔

وہ لوگ کشور عظمت و عزت کے بادشاہ ہیں اور ملزموں کو ہلاکت سے بچانے والے ہیں۔)

وصال

۹/رجب ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۹ء میں مدراس میں آپ کا وصال ہوا۔(۲)

آپ کے صاحبزادے علامہ قاضی ارتضیٰ علی صفوی خوشنود گوپاموی نے آپ کی تاریخ ''خوشدل مرحوم'' کہی۔ مولانا تراب علی خیرآبادی نے ''ضَاعَفَ اللّٰہُ أَجرَہٗ أَبَدًا'' سے تاریخ نکالی ہے، جو مزار مبارک پر مکتوب ہے۔

مدراس کے قلب میں واقع مسجد المعمور کے صدر دروازے کے بائیں جانب اپنے والد قاضی مصطفی علی خان بہادر علیہ الرحمہ کے پہلو میں آپ مدفون ہوئے، راقم مجیب علیمی کو آپ کے مزار پر انوار پر ۲۰۱۵ء میں حاضری کی سعادت نصیب ہو چکی ہے۔

○○○

(۱) نزہۃ الخواطر، ج:۷ ص:۹۰۴

(۲) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۹۹-۱۰۰؛ نزہۃ الخواطر، ۷، ص:۹۰۴

حضرت شاہ محمدی عرف غلام پیر قدس سرہٗ

(م:۱۲۵۱ھ/ ۱۸۳۵ء)

حضرت شاہ محمدی عرف غلام پیر بن حضرت شاہ نصرت اللہ قدس سرہٗ، صدیقی النسب ہیں اور سانڈی (ضلع ہردوئی) کے رہنے والے تھے۔ آپ کے اجداد میں حضرت نعمت اللہ شاہ کا نام آتا ہے جو پیر بدھنی کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ اور آپ کے والد بزرگوار، مخدوم شاہ افہام اللہ قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم افہام اللہ شاہ کے خلفا میں آپ ہی کی ذات والا صفات سے سلسلۂ صفویہ کا فیض عام وتام ہوا۔

واقعہ

ایک مرتبہ آپ سانڈی سے صفی پور اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے آرہے تھے کہ راستے میں کسی غیر آباد مقام پر قضائے حاجت کے لیے رکے، اس دوران ایک کالے سانپ نے آپ کو کاٹ لیا جس کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو گئے، اسی حال میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے دیکھا کہ ایک قسم کی پتی انہوں نے آپ کو عطا کی اور فرمایا اس کو نچوڑ کر پی لو، آپ ہوش میں آئے تو اپنے مرید سے فرمایا کہ اس گھاس کو تلاش کرو، وہ گھاس وہاں پر وافر مقدار میں موجود تھی، اسے آپ نے نچوڑ کر پی لیا اور بالکل صحت یاب ہو گئے۔ جب صفی پور پہنچے تو پیر ومرشد حضرت افہام اللہ

شاہ نے فرمایا: تم نے مددگار بہت اچھا پایا۔(۱)

آپ نے صرف حضرت مخدوم محمد حفیظ اللہ شاہ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ جن کی ذات بابرکات سے آپ کا فیضان جاری ہوا۔

وصال

حضرت غلام پیر قدس سرہ کا وصال ۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۲۵۱ھ/ ۱۸۳۵ء بروز بدھ کو ہوا۔ مزار مبارک سانڈی (ہردوئی) میں ہے۔

قطعہ تاریخ

آں غلام پیر پیرِ رہنماے
شد بہ مینو از جہانِ جاں گداز
گفت تاریخش عزیز خستہ دل
رفتہ از دنیا بہ جنت پاکباز

جانشینی

آپ کے بعد آپ کے بھائی حضرت شاہ غلام محی الدین قدس سرہٗ جو کسی دوسرے بزرگ سے فیضیاب تھے، چندروز آپ کے قائم مقام رہے۔

اس کے بعد حضرت شاہ غلام پیر قدس سرہ کے داماد حضرت شاہ علی محمد (جو حکومت کے کسی اعلیٰ منصب پر فائز تھے اور ۵۰/روپئے ماہانہ تنخواہ پاتے تھے) نے ایک روز خواب میں حضرت شاہ غلام پیر کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں: میری درگاہ خالی ہے، تم چلے آو! بالآخر حضرت شاہ علی محمد نے نوکری سے استعفی دے دیا اور صفی پور حاضر ہوکر حضرت محمد حفیظ اللہ شاہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ پھر آپ کی درگاہ پر رونق افروز ہوئے۔

---

(۱) عین الولایت، ص: ۳۲-۳۳

حضرت شاہ علی محمد قدس سرہ کا وصال ۱۲۸۲ھ میں ہوا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے اور مرید وخلیفہ حضرت شاہ علی عابد نے سجادگی کو زینت بخشی، حضرت شاہ علی عابد کو حضرت امیر اللہ شاہ بن مخدوم محمد حفیظ اللہ شاہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔(۱)

○○○

(۱) عین الولایت، ص: ۳۲-۳۳

حضرت شاہ عبدالحق محدث گوپاموی قدس سرہ

(م:۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء)

حضرت شاہ عبدالحق محدث بن حاجی ضیاء اللہ خان صفوی گوپاموی بڑے عالم اور صوفی تھے۔آپ کے علم وعرفان اور زہدوتقوی کا خلق میں بڑا شہرہ تھا۔

وقت کے جید علما سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔بحرالعلوم حضرت علامہ عبدالعلی فرنگی محلی اور علامہ شیخ عبدالقادر میلاپوری آپ کے اساتذہ میں آتے ہیں۔(۱)

تعلیم وتدریس

فرخ آباد کے نواب شوکت جنگ اور حشمت جنگ بہادر کے اتالیق کے طور پر آپ مقرر تھے۔ایک زمانے تک آپ فرخ آبا میں مسند درس وتدریس کو زینت بخشی، لیکن ایک دور ایسا بھی آیا کی ملازمت سے آپ نے اپنے آپ کو الگ کرلیا اور گوپامئو میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور فرخ آباد بحیثیت اتالیق اپنے نواسے مولانا شاہ قدرت معین الدین احمد ناظر کو روانہ کردیا۔(۲)

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی لمبی فہرست ہے۔بڑے بڑے علما آپ کے شاگردوں میں

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامو۔ص:۱۱۳

(۲) تذکرہ اعلام گوپامو۔ص:۱۱۳

ہوئے مثلا: مولوی خادم حسین ،مولوی امیر الاسلام فاروقی ،مولوی قدرت حمد گوپاموی، مولوی مقبول احمد گوپاموی اور مولوی قدرت معین الدین احمد ناظر گوپاموی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

بیعت وخلافت

آپ طریقت میں حضرت شاہ صلاح الدین صفوی گوپاموی قدس سرہ اور حضرت شاہ غلام پیر صفوی بلگرامی قدس سرہ سے فیض یاب تھے اور حضرت شاہ صلاح الدین صفوی گوپاموی کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔(۱)

جانشین

آپ کے بعد آپ کے نواسے مولانا شاہ قدرت معین الدین احمد ناظر صفوی (م: ۳۰ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ/ ۱۴اپریل ۱۸۶۲ء) جو آپ کے اور حضرت قاضی ارتضا علی صفوی گوپاموی ثم مدراسی کے شاگرد رشید اور حضرت شاہ غلام نصیر الدین سعدی صفوی بلگرامی کے مرید تھے،آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔(۲)

وصال

آپ کا وصال تہجد کی نماز میں عین سجدے کی حالت میں ۱۴ شعبان ۱۲۵۷ھ/ ۳۰ ستمبر ۱۸۴۱ء میں ہوا۔

آپ کا مزار مبارک گوپامؤ میں مخدوم اعزالدین سرخ قدس سرہ کی درگاہ میں ہے۔(۳)

○○○

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامو۔ص: ۱۱۳

(۲) تذکرہ اعلام گوپامو۔ص: ۱۷۳

(۳) تذکرہ اعلام گوپامو۔ص: ۱۱۳۔ ۱۱۴

علامہ قاضی محمد ارتضا علی صفوی گوپاموی قدس سرہ

(۱۱۹۸-۱۲۷۰ھ/ ۱۷۸۴-۱۸۵۴ء)

افضل العلماء علامہ قاضی ابوعلی محمد ارتضا خان بہادر بن قاضی احمد مجتبیٰ بن قاضی مصطفی علی خان بہادر بن خیر الدین فاروقی صفوی گوپاموی کی ولادت ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء میں گوپامؤ کی مردم خیز سرزمین میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

علوم عقلیہ ونقلیہ میں اپنے والد ماجد اور علامہ حیدر علی سنڈیلوی سے فراغ حاصل کیا۔ فن ادب اور حدیث مولانا محمد ابراہیم بلگرامی سے پڑھا۔ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی اور علامہ فضل امام خیرآبادی سے بھی استفادہ کیا۔ مشہور محدث وفقیہ علامہ محمد عابد سندی مدنی (م: ۱۲۵۷ھ) اور علامہ عمر بن عبدالکریم مکی (م: ۱۲۴۹ھ) سے اجازت حدیث حاصل کی۔

عارف باللہ سید شاہ غلام نصیر الدین سعدی بلگرامی قدس سرہٗ السامی (مرید و خلیفہ حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر قدس سرہٗ) کے دست اقدس پر بیعت کی اور سات سال ان کی صحبت وتربیت سے مستفیض ہوتے رہے، بالآخر ۱۲۲۵ھ کی ابتدا میں تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر گوپامئو واپس ہوئے اور پھر مدراس اپنے والد کے پاس روانہ ہوگئے۔ (۱)

---

(۱) نزہۃ الخواطر۔ ج: ۷، ص: ۱۰۴۰

آپ اپنی بیعت وخلافت کے بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں:

''در جناب قدوۃ العارفین حضرت مولوی سید شاہ نصیر الدین سعدی بلگرامی کہ در زمان خود نظیر نداشتند بیعت و ارادت در سلسلہ صفویہ شدہ بقدر حوصلہ خود مشقت و ریاضت کشید و خرقہ خلافت سلسلہ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ از دست مبارک ایشاں پوشیدہ در اوائل سنہ یک ہزار و دوصد و بیست و پنج ہجری۔''(۱)

قدوۃ العارفین حضرت مولانا سید شاہ نصیر الدین سعدی بلگرامی جو اپنے عہد میں بے نظیر تھے، کی خدمت اقدس میں سلسلہ صفویہ میں بیعت وارادت کا شرف حاصل ہوا اور اپنے حوصلے کے مطابق محنت ومجاہدہ کرنے کے بعد ۱۲۲۵ھ کی شروعات میں آپ کے دست مبارک سے سلسلۂ چشتیہ قادریہ سہروردیہ اور نقش بندیہ کا خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

مرشد سے آپ کا قلبی تعلق

اپنے پیرومرشد سے آپ کو گہری عقیدت اور قوی نسبت حاصل تھی، اس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رباعی

دستم بگرفت فیض عام سعدی
مستم از جرعہ ز جام سعدی
گم نامم و نیست غیر سعدی نامم
زان روز کہ حرز جان است نام سعدی (۲)

---

(۱) نتائج الافکار، ص:۲۴۱

(۲) مجموعہ اوراد و وظائف مطلا قلمی۔

(ترجمہ: سعدی کے فیض عام نے میری دست گیری کی۔ میں سعدی کے جام کے ایک گھونٹ سے مست ہوں۔

میں گم نام ہوں اور اسی دن سے سعدی کی نسبت کے علاوہ اور کوئی نام نہیں جس دن سے ان کا نام نامی میرے لیے حرز جاں ہے۔)

رباعی

از بس کہ بہ دل بود ہوائے سعدی
ناید نظرم بجز لقائے سعدی
خوشنود ز فخر سر کشیدم بفلک
سودم چو جبین خود بپائے سعدی (۱)

(ترجمہ: چونکہ میرے دل میں سعدی کی محبت بہت زیادہ تھی اس لیے میری نگاہوں میں سعدی کی صورت کے علاوہ کوئی صورت نہیں آتی۔

خوشنود! میرا سر فخر سے آسمان تک بلند ہو گیا جب میں نے اپنی جبیں سعدی کے قدموں میں رکھ دی۔)

رباعی

خفاش نبیند ار جمال سعدی
باشد چہ قصور در کمال سعدی
خوشنود منم کہ عندلیب مستم
از گلشن حسن لایزال سعدی (۲)

---

(۱) نتائج الافکار۔ ص: ۲۴۱ و مجموعہ اوراد و وظائف مطلا، قلمی۔

(۲) مجموعہ اوراد و وظائف مطلا، قلمی۔

(ترجمہ: چمگادڑ اگر سعدی کے جمال کو نہ دیکھ سکے تو سعدی کے کمال کا کیا قصور۔ خوشنود! میں تو سعدی کے حسن لا یزالی کے گلشن کا مست بلبل ہوں۔)

حضرت قاضی صاحب نے اپنے مرشد کے وصال کا ذکر کیا اور عربی میں اپنے قلبی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے تاریخ وصال تحریر کی ہے جو حضرت شاہ غلام نصیر الدین سعدی قدس سرہ کے تذکرے کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

علم وتقویٰ سے معمور زندگی

آپ کی ذات علم وعرفان اور زہد وتقویٰ میں یکتا تھی۔ آپ اپنی تمام تر علمی مصروفیات کے ساتھ سلسلے کے اوراد و وظائف کے نہایت پابند تھے۔ علما، طلبہ اور سالکین وطالبین کی تربیت وتعلیم فرمانے کے ساتھ آپ اپنے مشائخ کی روش کے مطابق خلق خدا کی خدمت بھی کرتے تھے۔

صاحب نتائج الافکار نے آپ کے کمالات ومعمولات کو یوں قلم بند کیا ہے:

شایان شان طریقے سے درس وتدریس میں مشغول رہے، آپ کی ذات والا صفات علوم عقلیہ ونقلیہ کا گنجینہ ہے، آپ کے متبرک اوقات اصول وفروع کے دقائق وحقائق کے انکشاف میں صرف ہوتے ہیں، میدان فضیلت وخوبی میں عقل سلیم کی بنیاد پر یکتا اور فضل وکمال میں علمائے زمانہ کے درمیان ممتاز ہیں۔ اپنے زمانے میں عجیب وغریب کمالات اور نادر فنون میں منفرد اور بے مثال ہیں۔ محاسن ومکارم اخلاق کے جامع اور اپنے لطائفِ کلام کی وجہ سے آفاق میں مشہور ہیں۔ آپ کی تصنیفات شریفہ اطراف واکناف عالم میں معروف اور آپ کی تالیفات مبارکہ مدارس میں متداول ہیں۔(۱)

---

(۱) نتائج الافکار۔ص:۲۴۱،۲۴۲

مدراس کا سفر

۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں مدراس گئے، جہاں آپ کے والد ماجد قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔ والد ماجد کے بعد آپ اس اہم منصب پر فائز ہوئے۔ منصبی مصروفیات کے علاوہ درس و تدریس سے وابستہ رہے اور تلامذہ کی ایک عظیم جماعت یادگار چھوڑی۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کے بارے میں تحریر کیا ہے:

"كان رحمه الله من كبار العلماء، انتهت إليه رئاسة العلم و التدريس بمدراس، انتفع به جمع كثير من العلماء، وله مصنفات مفيدة ممتعة.."(۱)

(ترجمہ: آپ رحمہ اللہ کبار علما میں سے تھے۔ مدراس میں مجلس علم و تدریس کی رونق آپ پر ختم تھی۔ علما کی کثیر جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا نیز آپ کی متعدد مفید تصنیفات ہیں۔)

فارسی شاعری

آپ کا سینہ سوزش عشق سے لبریز اور آپ کی طبیعت موزونیت سے پر تھی جس کی وجہ سے آپ کے اندر کا عاشق شعر و سخن کی زبان میں کبھی کبھی فارسی، عربی اور ہندی میں گویا ہو جاتا تھا۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

"ایں فقیر کہ اصلاً حوصلۂ شعر و شاعری ندارد، گاہ در ہندی و گاہے در فارسی و گاہے در عربی چیزے گفتہ"(۲)

(ترجمہ: درحقیقت اس فقیر میں شعر و شاعری کا حوصلہ نہیں ہے، پھر بھی کبھی کبھی

---

(۱) نزہۃ الخواطر۔ ۳/ ۱۰۴۰

(۲) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۱۲۳-۱۲۴

ہندی، فارسی اور عربی میں کچھ کہہ لیتا ہے۔)

آپ کا ضخیم دیوان گوپامئو اور آزاد لائبریری (علی گڈھ) میں موجود ہے۔(۱)

آپ کا ایک فارسی سلام جو کم و بیش سو شعروں پر مشتمل ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک سے آپ کے والہانہ تعلق کا مظہر ہے، اس کے ابتدائی چند اشعار پیش ہیں:

السلام ای محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم　　السلام ای دلیل حق طلبی
السلام ای مہ سپہر جلال　　السلام ای شہ سریر کمال
السلام ای امام اہل صفا　　السلام ای ضیاء بزم ہدی
السلام ای نجات بخش عقاب　　السلام ای شفیع روز حساب
السلام ای رسول اصل وجود　　السلام ای نبی صاحب جود
السلام ای خلیل رب جلیل　　السلام ای ظہور خلق جمیل
السلام ای خبیر راز اللہ　　السلام ای حبیب عالی جاہ
السلام ای خلاصۂ عالم　　السلام ای کریم بحر کرم
السلام ای شہ زمین و زمان　　السلام ای فروغ کون و مکان
السلام ای سرور غمگینان　　السلام ای رحیم مسکینان
السلام ای منور ظلمات　　السلام ای لب تو آب حیات
السلام ای شہیر فی الآفاق　　السلام ای مجسم اخلاق
السلام ای فدای روی تو ماہ　　السلام ای گدای کوی تو شاہ
ارتضا با خضوع و عجز تمام　　می فریسد ز ہند بر تو سلام

(۲)

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۱۷۰

(۲) مجموعہ اوراد و وظائف مطلا، قلمی، ص: ۱۰۹ تا ۱۱۱

فارسی غزل

سوزش دل چہ قیامت اثری پیدا کرد
ریخت اشکی کہ ز چشمم شرری پیدا کرد

شد چنان سینہ مشبّک ز خدنگ تو کہ دل
بہر نظارہ زہر رخنہ دری پیدا کرد

قصد صید دل ما بود کہ صیّاد ازل
چون تو نازک بدنی خوش کمری پیدا کرد

وای بر بیکسی این دل شوریدہ کہ یار
داشت ربطی کہ بہ او، با دگری پیدا کرد

نیست خوشنود سزاوارِ ملامت ناصح
دل وجان باخت بہ عشق وہنری پیدا کرد(۱)

ترجمہ: سوزش دل نے کیسی قیامت کی تاثیر پیدا کی، ایسے آنسو بہائے کہ میری آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے۔

تمہارے تیر سے سینہ اس طرح چھلنی ہو گیا کہ دل نے تماشے کے لیے ہر سوراخ سے ایک دروازہ کھول دیا۔

صیاد ازل ہمارے آہوئے دل کا شکار کرنا چاہتا تھا، اس لیے اس نے تمہارے جیسے نازک بدن اور خوش کمر کو پیدا کیا۔

اس دل مضطر کی بے کسی پر افسوس، کہ اس کے محبوب کو جیسا اس کے ساتھ تعلق تھا، وہ اس نے دوسرے کے ساتھ پیدا کر لیا۔

---

(۱) نتائج الافکار، ص: ۲۴۳

ناصح! خوشنود ملامت کے لائق نہیں ہے، اس نے تو عشق میں دل و جان نثار کر کے ایک ہنر حاصل کر لیا۔

ایک شعر اور ملاحظہ ہو:

دانۂ سبحہ مگردان زاہد
إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَاحِد (۱)

ترجمہ: زاہد! تسبیح کے دانے مت پھیر، بلاشبہہ اللہ معبودِ برحق ایک ہے۔

آپ کی عربی شاعری

آپ کے دیوان میں عربی شاعری کے اعلیٰ نمونے بھی موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک قصیدہ سلامیہ ہے جو ۵۰ ؍اشعار پر مشتمل ہے، اس کے ابتدائی چند اشعار پیش ہیں:

سلام بر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سَلَامٌ عَلَىٰ أَحْمَدَ الْمُرْسَلِ   سَلَامٌ عَلَى الْأَجْمَلِ الْأَكْمَلِ
سَلَامٌ عَلَىٰ زُبْدَةِ الْعَالَمِيْنَ   سَلَامٌ عَلَىٰ نُخْبَةِ الْمُتَّقِيْنَ
سَلَامٌ عَلَىٰ أَشْرَفِ الْكَائِنَاتِ   سَلَامٌ عَلَىٰ صَاحِبِ الْبَيِّنَاتِ
سَلَامٌ عَلَىٰ أَفْضَلِ الْأَنْبِيَا   سَلَامٌ عَلَىٰ سَيِّدِ الْأَصْفِيَا
سَلَامٌ عَلَىٰ خَاتِمِ الْمُرْسَلِيْنَ   سَلَامٌ عَلَىٰ شَافِعِ الْمُذْنِبِيْنَ
(۲)

اس کے علاوہ ایک درج ذیل قصیدہ نعتیہ ہے:

---

(۱) تذکرہ صبح وطن، ۶۸

(۲) مجموعہ اوراد و وظائف مطلا قلمی

قصیدہ نعتیہ

أيا خير الوري روحی فداكا　　بحقك لا و لا أهوى سواكا

الام يهيم في كسب المناهي　　بقلب مستهام إرتضاكا

أعن عبدا ذليلا مستعينا　　وليس له معين من عداكا

أغثني يا شفيع المذنبينا　　بخلاق كريم إجتباكا

(۱)

(ترجمہ: اے مخلوق میں سب سے بہترین ذات! میری جان اور روح آپ پر قربان۔آپ کی شان وعظمت کی قسم، میں آپ کے سوا کسی سے اتنی محبت نہیں کرتا۔

محبت کرنے والا دل رکھتے ہوئے آپ کا ارتضا کب تک گناہوں کا ارتکاب کرتا رہے گا۔

اس خاسار مدد کے طلب گار بندے کی دست گیری کیجیے۔آپ کے سوا کوئی اس کا معین ومددگار نہیں۔

اے شفیع المذنبین! جس نے آپ کو مجتبیٰ اور مصطفیٰ بنایا، اسی ذات کا واسطہ آپ میری دست گیری فرمائیے۔)

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

ذات پاک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو جیسی نسبت حبّی حاصل تھی، اس کا کچھ اندازہ قارئین کو آپ کی مذکورہ عربی وفارسی نعتوں سے ہو گیا ہوگا۔

آپ نے درود شریف پر مستقل رسالہ التحفة المرضية والصلاة الارتضائية على خير البرية صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلم بند فرمایا اور متعدد صلات وسلام کے صیغے

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص:۱۲۵

تالیف کیے۔ نیز اپنی متبرک کتاب منحۃ السراء (جو اسمائے حسنیٰ کی شرح میں ہے) میں حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمائے مبارکہ کی بھی عالمانہ و عارفانہ شرح فرمائی۔ مجموعۂ وظائف میں آپ کا تالیف کردہ ایک درود مبارک صلوٰۃ المبشر بالقبول کے عنوان سے موجود ہے، جسے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا۔ اس کی فنی اور لسانی خوبیاں بھی قابلِ دید ہیں۔ اس درود شریف سے متعلق واقعۂ بشارت شیخ نے بہ دست خود عربی میں تحریر فرمایا ہے۔

مولانا محمد قدرت حلیم عمری گوپاموی نے اپنی کتاب دلائل النجاۃ فی السلام و الصلاۃ میں اس درود پاک کو درج کیا ہے۔ مذکورہ کتاب میں وہ درود شریف ”صلوات المبشر بالقبول“ کے عنوان سے (ص ۳۱ تا ۴۰) موجود ہے۔ مولانا محمد قدرت حلیم اس واقعے کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”حضرت مولانا الحاج شاہ محمد ارتضا علی خان صفوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ تحقیق کہ دیکھا میں نے بیچ شب مبارک پندرہویں ربیع الاول کے ۱۲۳۹ ہجری میں اس طرح پر کہ میں کھڑا ہوں احاطہ میں ایک دیوار کے جو مانند دائرہ کے ہے ٹیکا لگا کے اُس پر، مشغول ہوں درود بھیجنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہیں اوپر مرکز کے اور دست مبارک میں آپ کے اوراق ہیں یہ درودوں کے، پس التفات کیا حضور نے میری طرف اور دیے مجھ کو وہ اوراق تحسین کرتے ہوئے، خوشخبری دیتے ہوئے ساتھ حُسنِ قبولیت کے۔ پس بیدار ہوا میں حمدِ خدا کرتا ہوا نعمتِ قبول حاصل ہونے پر اور درود بھیجتا ہوا اوپر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے کے۔ امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ گردانے اس کو ذریعۂ نافعہ اُس دن کہ نفع نہ

دیوے جس روز مال اور بیٹے، بطفیل نبی امین مامون کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"(۱)

تاریخ گوئی

آپ کو تاریخ گوئی میں بھی ملکہ کاملہ حاصل تھا۔آپ کے استاد بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی قدس سرہ جن سے آپ نے مدراس میں علم تصوف کے علاوہ چند اہم کتابیں پڑھی تھیں،ان کی تاریخ وصال یوں نظم کی:

شَیْخُنَا وَ اُسْتَاذُنَا عَبْدُ العَلِي

صَارَ مُرْتَحِلًا إِلَیٰ دَارِ الجِنَان

اِهْتَدَیٰ عَقْلِي إِلَیٰ تَارِیخِهِ

مِثْلُهٗ بِاللّٰهِ لَا یَأْتِي الزَّمَان

۱۲۲۵ھ

(ترجمہ:ہمارے شیخ اور استاد حضرت عبد العلی جب سوئے جنت روانہ ہوئے تو میری عقل نے تاریخ وصال کی طرف میری رہنمائی کی۔اللہ کی قسم!اب زمانہ ان جیسا نہیں لاسکے گا۔)

نیز فارسی میں مادۂ تاریخ کہی:بزیر زمین رفت گنج علوم (۱۲۲۵ھ)(۲)

آپ نے اپنے والد بزرگوار قاضی احمد مجتبیٰ خوشدل گوپاموی کی یہ تاریخ رقم کی:

رخت بر بست زین جہان فنا

چون کہ قاضی القضاۃ بحر علوم

فکر کردم بسال تاریخش

---

(۱) مجموعۂ وظائف (مطلا قلمی)؛دلائل النجاۃ فی السلام والصلاۃ،ص ۴۰

(۲) عربی ادب میں اودھ کا حصہ،ص:۹۹

شدہ الہام خوشدل مرحوم (۱)

۱۲۳۴ھ

علمی خدمات

قاضی ارتضیٰ علی خان صفوی علیہ الرحمہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔مختلف اسلامی علوم فنون پر عربی اور فارسی میں آپ کی دو درجن سے زائد تصانیف موجود ہیں اور آپ کے فتاوی کا ایک مجموعہ بھی مکتبہ آصفیہ،حیدرآباد میں محفوظ ہے۔آپ نے میر زاہد، صدرا اور ملا جلال جیسی ادق کتابوں پر فاضلانہ حواشی قلم بند فرمائے۔ ہم ذیل میں آپ کی کتب ورسائل اور فتاوی کا ذکر کرتے ہیں:

(۱)إزاحة الأوهام عن مسألة الكلام (علم الکلام،عربی)

(۲)اهتداء الناسك لأداء المناسك (فقہ،فارسی)

(۳)تنبيه الغفول في إثبات إيمان آباء الرسول ﷺ،(عقیدہ، فارسی، آپ کے شاگرد نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔)

(۴)التعليقات على "شرح السلم" لملا حمد الله السنديلوي (علم المنطق،عربی)

(۵)تصريح المنطق (علم منطق،عربی، یہ مختصر و جامع رسالہ ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء اور ۱۳۳۳ھ میں مدراس سے شائع ہو چکا ہے۔اور کیرالا کے مدارس میں آج بھی داخل نصاب ہے۔متعدد بار کیرالا میں بھی شائع ہو چکی ہے۔اس کے دو جدید اڈیشن راقم مجیب علیمی نے مرکز الثقافة السنية کی لائبریری میں دیکھے ہیں۔)

(۶)تحفہ اعظمیہ (تذکرہ،فارسی)

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو،ص ۱۰۰

(۷)التحفة المرضية والصلاة الارتضائية على خير البرية صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۸)حاشية على مقدمة مير زاهد ملا جلال (عربی، مطبوعہ، ۱۲۴۴ھ اور ۱۲۶۶ھ)

(۹)حاشية على التهذيب (علم منطق، عربی)

(۱۰)حاشية على شرح "هداية الحكمة" للشيرازي (فلسفہ، عربی)

(۱۱)رسالہ طریقہ بیعت (تصوف، فارسی)

(۱۲)شرح الزاهدية على الرسالة القطبية۔

(۱۳)شرح چہل کاف (اورادواذکار، فارسی)

(۱۴)شرح الحاشية الزاهدية على الرسالة القطبية (علم منطق، عربی، ۱۲۶۶ھ میں چھپ چکی ہے۔)

(۱۵)شرح قصیدہ بردہ "المراصد الارتضية فی الكواكب المضيئة" (ادب، فارسی)

(۱۶)شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور المسمى بتيسير المعسور (عقیدہ، عربی)

(۱۷)شرح الحاشية الزاهدية على جلالية التهذيب۔(منطق، عربی)

(۱۸)"شرح أسماء الله الحسنى المسمى بمنحة السراء في شرح الدعاء المسمى بكاشف الضراء۔ یہ عربی رسالہ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء اور ۱۳۴۳ھ میں دائرۃ المعارف، حیدرآباد سے اور ۲۰۰۷ء میں دارالکتب العلمیہ، بیروت سے شائع ہوا۔

(۱۹) فوائد سعدیہ (انتخاب ''مجمع السلوک والفوائد''، تصوف، فارسی)

(۲۰) فرائض ارتضائیہ (میراث، فارسی)

(۲۱) مواہب سعدیہ (اورادواذکار، عربی/ فارسی)

(۲۲) مقدمہ عین العلم

(۲۳) مقدمة في علم المعاني و البيان،

(۲۴) مقدمة مير زاهد على شرح المواقف (علم منطق، عربی)

(۲۵) مجمع الاعمال (تصوف، عربی۔)

(۲۶) مدارج الاسناد (اسناد حدیث، عربی)

(۲۷) مکتوبات ارتضائیہ (اس کو ان کے شاگرنے جمع کیا، فارسی)

(۲۸) مجموعہ فتاوی ارتضائیہ، اس کو آپ کے شاگرد نے جمع کیا ہے جو مندرجہ ذیل اہم موضوعات پر لکھے گئے چالیس سے زائد فتاوی ورسائل پر مشتمل ہے:

رساله إرتضاء الرحمن فی تفسیر احکام القرآن، فتوی عدم ثبوت سیادت اولاد سیده ازغیر سید، فتوی جواز نداء، مسئلہ معدوم النظير بنبي صلى الله عليه وسلم، قصہ حریق مسجد شریف نبوي صلی اللہ علیہ وسلم، خطبہ درمدح قصیده، مسئلہ مدت رضاع، جوابات اعتراضات فرقہ جدیده، جوازیا شیخ عبد القادر شیئا لله، جوابات ردالردفرقہ جدیده، جوابات عدم جواز متعہ، جواب مسئلہ خالق افعال، مسئلہ وقوع افطار عندالغروب، جواب تقلیب اوراق درنماز تراویح، مسئلہ تحقیق صلوۃ وتر، جواب مسئلہ مطالبہ زوجہ بعد خلوت صحیح مہر از زوج، حاشیہ بر بحث طہر علی شرح الوقایہ، حاشیہ برمطول، عدم جواز جبر بالنکاح، عدم انعقاد نکاح باوجود ایجاب وقبول الطرفین، عدم جواز تصرف

کنیز بعدانہ،عدم جوازشراء اولاد ذمیان، تحقیق صدقہ فطر،عدم جواز حقہ درحالف روزہ،عدم جواز بیعت زوجہ بہ استرضاء زوج، عدم جواز اجارہ درخت نارجیل بہ سیندی کشیدن ،فتوی درعدم تصرف کردن رومال تصویر داردنوشتہ آیات،فتوی جواز نماز جمعہ در مساجد متعددہ بمذہب حنفیہ، تحقیق مسئلہ خلق القرآن علی شرح العقائد الجلالي،فتوی درگفتن ''أنا مؤمن أن شاء اللہ''، رسالہ تکملة فی تحقیق المسلمة، رسالہ دررد مہدویہ، مسئلہ تلویث مساجد،فتوی در بیان عدم جواز خضاب سیاہ، جواز لباس گیرو، رسالہ اعراس انبیاواولیا، رسالہ مناسک حج ،وغیرہ۔(۱)

(۲۹) نقود الحساب،(ریاضی،فارسی)

(۳۰) النفائس الارتضية على الرسالة العزيزية المعروف بميزان البلاغة للشاه عبد العزيز الدهلوي، (بلاغت،عربی، یہ رسالہ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں دائرہ المعارف، حیدرآباد سے شائع ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ کیرالہ میں متعدد بار شائع ہوا ہے۔ دو سے زائد مطبوعہ نسخے راقم مجیب علیمی نے جامعہ مرکز ثقافہ سنیہ کی لائبریری میں دیکھے ہیں۔ یہ کتاب آج بھی کیرالہ کے مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے۔) وغیرہ۔

آپ کی تصنیفات کے اس جائزے سے آپ کے تبحر علمی اورزبان وبیان پرآپ کی قدرت اورکامل دسترس کا بہ آسانی اندازہ ہوتا ہے۔آپ کے تلامذہ میں عرب وعجم کے اکابر علما شامل ہیں۔ ان سب کا ذکر راقم مجیب علیمی نے اپنی پی ایچ ڈی کے تحقیقی

---

(۱) اس مجموعہ فتاوی کا خطی نسخہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی، حیدرآباد میں داخلہ نمبر: ۱۵۵۴ /کتاب نمبر: ۹۷ کے تحت محفوظ ہے، جو تقریبا ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ راقم السطور نے اس مجموعہ کو دیکھا ہے اور ۳۶۴ صفحات راقم کے پاس محفوظ بھی ہے۔

مقالے میں کیا ہے۔اردو میں آپ کی حیات وخدمات پر ایک علمی و تحقیقی کتاب ترتیب دینے کا ارادہ ہے۔ان شاء اللہ اس میں سب پر تفصیلاً کلام کیا جائے گا۔

سفر آخرت

حج بیت اللہ سے واپسی کے وقت ۷ رشعبان المعظم ۱۲۷۰ھ/ ۵ رمئی ۱۸۵۴ء بروز جمعہ کو جہاز ہی میں آپ کا وصال ہوا۔آپ کے شاگرد علامہ سید قادر بادشاہ قادری نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جہاز کے تمام عمال اور مسافر شریک جنازہ ہوئے اور پھر نعش کو سمندر کے سپرد کر دیا گیا۔

حسن اتفاق اس جہاز کے پیچھے ایک دوسرا جہاز آرہا تھا جس کے کپتان قاضی صاحب کے مخلص مرید محمد سعید مسقطی تھے، جب وہ جہاز مقام حدیدہ پر لنگرانداز ہوا تو دیکھا کہ ایک نعش سمندر میں تیر رہی ہے، جو بالکل تروتازہ تھی، جس کو دیکھنے کے لیے اہل جزیرہ عوام وخواص مرد وزن سب جمع ہوگئے۔محمد سعید مسقطی نے نعش کو پہچان لیا اور لوگوں سے بتایا کہ یہ ایک بہت بڑے عالم کی نعش ہے جو مدراس کے قاضی القضات تھے، چنانچہ تمام لوگوں نے نہایت احترام کے ساتھ اس نعش کو نکال کر وہیں حدیدہ میں صالحین کے قبرستان میں تجہیز و تکفین کے بعد دفن کیا۔(۱)

مادۂ تاریخ وَالعَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِین اور ھُوَ خَاتَمُ الفُقَھَاءِ ہے۔(۲)

○○○

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو،ص ۱۲۷؛ فہرس الفہارس، ۱/ ۴۲۳-۴۲۴؛ نزہۃ الخواطر، ۷،ص: ۱۰۴۰-۱۰۴۱

(۲) تذکرہ اعلام گوپامئو،ص: ۱۲۷

حضرت مولانا قدرت احمد گوپاموی قدس اللہ سرہ

(م:۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء)

علامہ شیخ قدرت احمد بن عنایت احمد بن شرف الحق فاروقی گوپاموی، اپنے وقت کے بڑے جید عالم اور صوفی تھے۔

آپ کی ولادت اور پرورش گوپامئو میں ہوئی۔ علامہ عبدالحق گوپاموی سے آپ نے مروجہ علوم حاصل کیے اور عارف باللہ حضرت شاہ نصیر الدین سعدی بلگرامی سے بیعت کی اور اجازت وخلافت پائی۔(۱)

آپ کو درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور شعر وسخن میں اس دور کی ممتاز شخصیتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

تصنیفات

منطق، حکمت اور طب کی منتہی کتب پر آپ نے نہایت معتبر حاشیے لگائے جو مطبوعہ ہیں۔ فارسی زبان میں خلاصۃ الانساب (۱۲۶۶ھ) نامی کتاب تحریر کی جس میں گوپامئو کے فاروقی حضرات کا شجرہ نسب محفوظ کیا۔(۲) علم العروض والقوافی پر ایک رسالہ کافل العروض (۱۲۳۸ھ) لکھا۔ طب پر بہج الحذاقت (۱۲۵۰ھ) اور

---

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۱۴۵

(۲) نزہۃ الخواطر، ۷/ ۱۰۶۷

اردو میں فقہ احمدی آپ سے یادگار ہے۔(۱)

آپ کا وصال اپنے وطن گوپامئو میں ۱۲۷۸ھ میں ہوا اور وہیں جھنڈا والا باغ میں مدفون ہوئے۔(۲)

○○○

(۱) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۱۴۶-۱۴۷

(۲) تذکرہ اعلام گوپامئو، ص ۱۴۶

حضرت حبیب اللہ شاہ صفوی قدس سرہ

(م: ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء)

آپ کا نام رمضان خان تھا۔ پیر و مرشد حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ نے آپ کو حبیب اللہ شاہ لقب عطا کیا۔ آپ بانگرمئو کے رہنے والے تھے، آپ کے آبا و اجداد افغان تھے۔

اجازت وخلافت کے بعد آپ اجمیر شریف حاضری کے لیے جا رہے تھے، راستے میں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ تمھیں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں واپس ہو جانا چاہیے ع

ہم دران جاست ہرچہ می طلبی

ترجمہ: تم جس چیز کے طالب ہو، وہیں ہے!

چنانچہ آپ واپس اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو گئے اور پھر پیر و مرشد کے حکم پر سیتل گنج کی ایک مسجد میں نشست اختیار کی، بعض لوگوں کو آپ سے پرخاش ہوئی لیکن پیر و مرشد کی توجہ سے وہ حضرات تائب ہوئے اور آپ سے معذرت خواہ ہوئے۔

بالآخر آپ کے چند مسکین محبین نے مل کر ایک مکان بنا دیا جہاں آپ مقیم ہو گئے۔

خلفا

(۱) حضرت حسین شاہ میواتی۔

(۲) حضرت امام شاہ میواتی۔

(۳) حضرت خلیل اللہ شاہ (صاحب زادہ) سیتل گنج۔

(۴) حضرت سید محب اللہ شاہ۔

(٦) حضرت سید اکرام اللہ شاہ۔

(۷) حضرت امام اللہ شاہ افغان بانگرمئو۔

(۸) حضرت عاشق اللہ شاہ عرف رحیم اللہ افغان بانگرمئو۔

(۹) حضرت علیم اللہ شاہ افغان۔

(۱۰) حضرت عزیز اللہ شاہ افغان۔

(۱۱) حضرت وجیہ اللہ شاہ میواتی، اٹاوہ۔

(۱۲) حضرت قاضی محب اللہ شاہ بھٹ گاؤں۔

آپ صاحب اہل وعیال ہونے کے باجود تارک ومتوکل اور صاحب وجد سماع بزرگ تھے۔ اپنے پیر ومرشد کے وصال کے وقت آپ موجود تھے۔(۱)

وصال

آپ کا وصال ۲۰ ررجب ۱۳۰۴ھ/ ۱۵راپریل ۱۸۸۷ء میں ہوا۔(۲) مزار مبارک سیتل گنج میں ہے۔

○○○

---

(۱) مخزن الولایت والجمال، ص: ۱۰۸

(۲) بیان التواریخ، ص: ۴۸

حضرت خلیل اللہ شاہ طبیب الہ آبادی قدس سرہ

(م: ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء)

حضرت شاہ خلیل اللہ عرف مولانا خلیل الدین خان طبیب لکھنوی ثم الہ آبادی قدس سرہٗ اصلاً کشمیر کے ایک معزز و ممتاز گھرانے کے فرد تھے۔ خان آپ کو خطاب میں ملا تھا۔ آپ کی ولادت لکھنؤ میں ۱۹ یا ۲۵ رمحرم الحرام ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں ہوئی۔(۱) عربی و فارسی علوم کی تکمیل لکھنؤ میں ہی ہوئی۔ طب و حکمت میں مولوی حکیم ہدایت اللہ صفی پوری کے شاگرد رشید تھے۔(۲) آپ بہت با صلاحیت عالم اور مشہور زمانہ حکیم تھے۔

ابتدا میں صوفیہ کے معتقد نہیں تھے اور کچھ شبہات رکھتے تھے، مگر تصوف سے لگاؤ تھا۔ مشیت الٰہی سے حضرت مخدوم شاہ خادم صفی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور سارے شبہات دور ہو گئے اور آپ کے دست اقدس پر بیعت کی اور منزلِ مراد کو پہنچے۔

۱۲۸۳ھ میں پیر و مرشد نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور خلیل اللہ شاہ لقب مقرر فرمایا۔ اجازت و خلافت کے بعد آپ نے بہت چاہا کہ ترک و تجرید اختیار کر لیں لیکن مرشد گرامی نے اجازت نہیں عطا کی اور فرمایا:

---

(۱) دیوان طبیب، مقدمہ از مولانا اقبال حسین اقبال الہ آبادی، ص ۵

(۲) سوانح اسلاف، ص ۔۔

اسی لباس میں رہ کر اپنے کام سے غافل مت رہو، پھر جیسی میری مرضی ہوگی ویسا تم سے ظاہر ہوگا۔(۱)

پیرومرشد کے حکم سے آپ لکھنؤ سے الہ آباد منتقل ہو گئے اور یہاں آپ کا دریائے فیض موجزن ہوا۔

ایک شخص نے خواب میں مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ کو دیکھا کہ آپ نے ان کی صورت دکھا کر فرمایا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرو، چنانچہ وہ حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوا۔(۲)

بانی مدرسہ سبحانیہ (الہ آباد) مولانا شاہ عبد الکافی الہ آبادی (م ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) کے صاحبزادے مولانا قاری ولی محمد صاحب الہ آبادی (م ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء) کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب ذکر کرتے تھے کہ جناب حکیم خلیل الدین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے، میں ان کی عیادت کو گیا، وہ فرمانے لگے کہ خدا کا شکر ہے اس بیماری میں ۲۱/فاقوں سے ایسا تصفیہ حاصل ہو گیا ہے کہ میری نگاہوں کو دیوار وغیرہ کے حجابات مانع نہیں۔(۳)

آپ کے مریدین ومتوسلین کی ایک بڑی تعداد تھی، جن میں سے متعدد حضرات شرفِ خلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ اردو فارسی کے نغز گو شاعر تھے، طبیب تخلص کرتے تھے۔

حکیم سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی (۱۳۴۰ھ) نے ''گلِ رعنا'' میں اکبرالہ آبادی کے استاد مولوی وحید الدین وحید الہ آبادی کے ذکر میں لکھا ہے:

---

(۱) مخزن الولایت، ص: ۱۲۴

(۲) مخزن الولایت، ص: ۱۲۵

(۳) دیوان طبیب، مقدمہ (مولانا اقبال حسین اقبال الہ آبادی)، ص ۱۲

’’پہلی مرتبہ جو مجھ کو سفر کا اتفاق ہوا تو میں الٰہ آباد گیا، اس وقت چودہ پندرہ برس کا سن تھا، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وحید میاں کی شاعری کا غلغلہ بلند تھا، یوں تو منشی غلام غوث خاں بیخبر، مولوی غلام امام شہید، محمد جان حسرت، حکیم خلیل الدین خان وغیرہ سبھی اپنے اپنے رنگ میں خوشگو سمجھے جاتے تھے۔‘‘(۱)

تصنیفات

(۱) ارشاد المریدین شرح ہدایت المریدین (۲) حقیقت محمدی (۳) نسخہ جات طب (۴) دیوان اشعار (مطبوعہ)

وصال

آپ کا وصال ۲۱/ شعبان ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء کو ہوا۔ الٰہ آباد میں ہی آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔(۲)

○○○

---

(۱) گلِ رعنا، ص: ۴۸۸

(۲) دیوان طبیب، مقدمہ (مولانا اقبال حسین اقبال الٰہ آبادی)، ص: ۱۴

حضرت مراد اللہ شاہ قدس سرہ

(م:۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)

حضرت مراد اللہ شاہ قدس سرہ کا نام مدار بخش تھا اور آپ قصبہ محمدی، لکھیم پور کھیری کے شیوخ سے تھے۔ طالب علمی کے دور میں ہی آپ اپنے رشتے کے بھائی رجب علی سے حضرت مخدوم شاہ خادم صفی قدس سرہ کا تذکرہ سن چکے تھے اور اسی زمانے میں حضرت صاحب سے ملاقات اور بیعت کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا، وہ اشتیاق پروان چڑھتا رہا یہاں تک کے آپ حضرت صاحب کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔

بیعت کے پانچ سال بعد حضرت صاحب نے آپ کو فقیر بنایا اور پھر ۱۲۸۶ھ میں اجازت وخلافت سے سرفراز کیا اور لطف اللہ شاہ نام عطا فرمایا اور پھر اپنی حیات مبارکہ کے آخری دور میں لطف اللہ شاہ سے نام تبدیل فرما کر مراد اللہ شاہ رکھ دیا۔

آپ اپنے پیر و مرشد کی ہر ممکن خدمت کرتے اور سفر و حضر میں اکثر اپنے مرشد کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ صفی پور کی سرزمین پر جوتا پہننا بے ادبی خیال کرتے جس کی وجہ سے ہمیشہ وہاں ننگے پاؤں رہتے تھے۔

حضرت پیر و مرشد قدس سرہ جب وقت مرض الموت میں تھے، اس وقت آپ نے کسی کام سے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو مرشد گرامی نے آپ کو اجازت نہیں دی۔

حضرت مخدوم شاہ خادم صفی قدس سرہ نے اپنے مرید وخلیفہ حضرت مراد اللہ شاہ

کے بارے میں فرمایا:

''مراد اللہ مرد ہیں اور کام کے آدمی ہیں اور ہمارے بڑے رفیق ہیں'' (۱)

حضرت مراد اللہ شاہ ان سعادت مند نفوس سے ہیں جن کو ان کے پیر و مرشد نے اپنے وصال کے بعد حضرت عین اللہ شاہ عرف خلیل میاں کے معرفت سلام کہلا یا اور پیغام بھیجا۔

آپ اپنے وطن میں ایک مسجد میں قیام پذیر ہوئے اور دعوت و ارشاد میں مصروف ہوگئے۔آپ صاحب وجد و سماع تھے۔ ہر ماہ گیارہویں کی نیاز دلاتے اور اپنے پیر و مرشد کا عرس کرتے تھے۔(۲)

خلفا

آپ سے متعدد حضرات کو اجازت و خلافت ملی۔ درج ذیل حضرات کا ہمیں علم ہوسکا:

(۱) حضرت ابوعلی شاہ (داماد و جانشین)

(۲) حضرت ہدایت شاہ عرف سید حشمت علی (رامپور)

(۳) حضرت صادق علی شاہ

(۴) حضرت مولانا شاہ افتخار الحق رہتکی (کلکتہ)

(۵) حضرت مضبوط شاہ

(۶) حضرت بندے علی شاہ

(۷) حضرت غلام حسین شاہ

---

(۱) مخزن الولایت۔ص:۱۵۶

(۲) مخزن الولایت۔ص:۱۵۶-۱۵۷ ملخصا

وصال

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک قصبہ محمدی شریف ضلع لکھیم پور میں ہے۔ مادۂ تاریخ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا (سورۂ فرقان: ۷۶) ہے۔ آپ کے داماد و خلیفہ حضرت ابو علی شاہ آپ کے جانشین ہوئے۔

○○○

حضرت یقین اللہ شاہ قدس سرہ

حضرت یقین اللہ شاہ کا نام سید قمر علی تھا۔آپ پنجاب کے رہنے والے تھے۔۱۱ر سال کی عمر میں طلب علم کی غرض سے اپنا وطن چھوڑا۔جب آپ شہر لکھنؤ میں تحصیل علم کے سلسلے میں قیام پذیر تھے اور شرح جامی کی تعلیم لے رہے تھے، اس وقت حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ کا شہرہ سن کر ملاقات کے لیے صفی پور شریف حاضر ہوئے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور پھر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔آپ کو تقریباً ۱۲۶۶ھ میں خلافت ملی۔

مرشد گرامی کے حکم کے مطابق آپ نے لکھنؤ کے محلہ معظم نگر میں خانقاہ بنائی اور وہیں متوکل ہو کر قیام پذیر ہو گئے۔

آپ صاحب وجد و سماع بزرگ تھے اور ہر ماہ کی گیارہویں کو حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی نیاز کرتے تھے۔چونکہ ۱۱ر ربیع الآخر کو صفی پور اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اس لیے اس ماہ ۲۵ ویں کو فاتحہ کرتے۔

خلفا

آپ کے مریدین کی تعداد کافی تھی، جن میں سے کئی حضرات اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔چند اسما ذیل میں درج ہیں:

(۱) حضرت شیخ رفیق اللہ شاہ، ساکن محلہ رجب گنج، لکھنؤ

(۲) حضرت شیخ علیم اللہ شاہ، ساکن سرسینڈی قریب بیواڑہ

(۳) حضرت سید نثار اللہ شاہ، ساکن گڑھی سنجر خان، ملیح آباد

(۴) حضرت سید حقیقۃ اللہ شاہ، ساکن لکڑی منڈی، لکھنؤ

(۵) حضرت شیخ روح اللہ شاہ، ساکن یاسین گنج لکھنؤ

(۶) حضرت شیخ نسیم اللہ شاہ، ساکن دہلی

(۷) حضرت شیخ خلیل اللہ شاہ، ساکن اٹاوہ

(۸) حضرت شاہ رحمت اللہ خان، ساکن پیشاور

(۹) حضرت وزیر اللہ شاہ جوگی، ساکن رام نگر، لکھنؤ (۱)

آپ کے سلسلے میں مزید تفصیلات دستیاب نہیں ہوسکیں۔آپ کا سلسلہ جاری ہے۔

○○○

---

(۱) مخزن الولایت، ص: ۱۰۸-۱۰۹

صاحبِ سرّ قل ھو اللہ شاہ عبد الغفور محمدی قدس سرہ

(۱۲۳۵-۱۳۲۴ھ/۱۸۱۹-۱۹۰۶ء)

مجدد سلسلۂ صفویہ، قطب العالم مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ کے عظیم الشان خلفا میں حضرت شاہ قل ھو اللہ محمدی معروف بہ قاضی عبد الغفور صفوی محبوب یزدانی قدس سرہٗ کا اسم گرامی بھی بہت ممتاز نظر آتا ہے۔

آپ کے جد اعلیٰ قاضی عبد اللطیف کاکوروی رحمہ اللہ بادشاہ اکبر کے فرمان سے قصبہ کاکوری کی سکونت ترک کر کے قصبہ منڈیاؤں (لکھنؤ) کے عہدۂ قضا پر فائز ہوئے۔ قضا کا عہدہ نسلاً بعد نسلٍ آپ کے خاندان میں رہا۔

یہ خانوادہ خلیفۂ سوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے۔ آپ کے والد ماجد قاضی غلام حضرت بن قاضی غلام غوث رحمہما اللہ فقرا نواز، ذی علم اور گوشہ نشین بزرگ تھے۔ لکھنؤ کے ایک بزرگ حضرت شاہ نعیم زماں قدس سرہٗ سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں بیعت تھے۔

ولادت باسعادت

حضرت واقفِ سرِّ قل ھو اللہ شاہ کی ولادت سے پہلے آپ کے والدین کی کئی اولاد بچپن ہی میں فوت ہوئیں۔ ایک روز ایک مجذوب بزرگ منڈیاؤں میں وارد ہوئے اور آپ کے والد بزرگوار کے دولت کدے پر قیام پذیر ہوئے۔ انھوں نے دورانِ قیام

آپ کے والد ماجد سے فرمایا کہ اب تک جس قدر اولاد فوت ہوئیں ان کا غم نہ کریں۔اب اللہ تعالیٰ آپ کوایسی اولاد عطافرمانے والا ہے جونہ صرف آپ کے خاندان بلکہ ایک عالم کوروشن کرے گا۔چنانچہ اس پیشین گوئی کے تھوڑے عرصے بعد ۱۲۳۵ھ/ ۲۰-۱۸۱۹ء میں آپ اس خاکدان گیتی پرتشریف لائے۔ولادت کے وقت ہی سے انوارسعادت نمایاں تھےاور پیشانی نورِولایت سے منورتھی۔عہدِطفولیت میں ہی مردانِ خداآپ کےروشن مستقبل اوراعلیٰ مقام ومرتبے پرفائزہونے کی بشارت دیتے۔

ابتدائی حالات وتعلیم

شرفا کی رسم کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر میں شروع ہوئی اور پھرمولوی اعظم علی کرسوی رحمہ اللہ (کرسی ضلع بارہ بنکی) جومنڈیاؤں میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دے رہے تھے، کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کیا۔بچپن سے ہی والدین کی اطاعت و فرماں برداری کے پابنداورکھیل کوداورلغویات سے مکمل احترازکرتے۔لایعنی کاموں میں اپنےاوقات ہرگزضائع نہ کرتے۔

اعلیٰ تعلیم کے لیےاحباب کے ہمراہ لکھنؤتشریف لے گئےاوروہاں علومِ ظاہری کے حصول میں مشغول ہوگئے۔

لکھنؤمیں اس وقت حضرت شاہ نیازبے نیاز بریلوی قدس سرہٗ کے مریدوخلیفہ حضرت شاہ شمس الحق قدس سرہٗ قیام پذیرتھے۔ان کا طریقہ تھا کہ بالاخانے پررہتے اور ہفتہ میں صرف جمعرات کو عام لوگوں سے ملاقات کرتے اورانہیں فیض یاب فرماتے۔لیکن حضرت اقدس بلاقیدِیوم ووقت جب بھی تشریف لے جاتے فوراًسیڑھی لگواکربالاخانہ پرطلب فرمالیتے۔

لکھنؤمیں حصولِ تعلیم کے دوران ہی آپ کے والد ماجدکی وفات ہوگئی۔چوں کہ آپ گھرمیں سب سے بڑے تھےاس لیے والد ماجد کے بعد امورخانہ داری کی

ساری ذمہ داری آپ پر آ پڑی، لہٰذا سلسلۂ تعلیم منقطع ہو گیا۔ دورانِ تعلیم لکھنؤ میں ہی آپ نے درس دینا بھی شروع فرما دیا تھا۔

بیعت

جیسا کہ ذکر ہوا کہ آپ کے والد ماجد درویش صفت بزرگ تھے۔آپ نے اپنے صاحبزادے کو یہ نصیحت فرمائی تھی:

''جس فقیر کی صحبت میں ماسویٰ اللہ کا خیال سوخت ہو اور دل خود بخود اللہ اللہ کرنے لگے، وہ اللہ والا ہے، انھیں کو ولی اللہ کہا جاتا ہے،انھیں کی صحبت، اطاعت اور محبت سے اللہ تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔''

والد بزرگوار کی یہ نصیحت آپ کے قلب پر ایسی نقش ہوئی کہ ہمہ وقت یہی دھیان رہنے لگا اور خدا طلبی کا جذبہ دن بدن بڑھتا رہا۔جس فقیر کو دیکھتے اس کی خدمت میں مؤدب حاضر ہوتے اور خیال فرماتے کہ والد ماجد کی بتائی بات پیدا ہوئی کہ نہیں۔

۱۲۶۰ھ میں آپ کسی ضرورت سے قصبہ رسول آباد (بارہ بنکی) تشریف لے گئے۔وہاں ایک بزرگ حضرت شاہ نیاز حسین بانگرموی قدس سرہٗ (مرید وخلیفۂ حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی) کا ذکر سنا تو اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ان کی خدمت میں خدا طلبی کا جذبہ اور بڑھ گیا، چنانچہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ایک روز انھوں نے فرمایا کہ قاضی صاحب میں صفی پور شریف اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہر ماہ گیارہویں شب کو آپ فاتحہ ومحفل کا انعقاد فرماتے ہیں جس میں برادرانِ طریقت حاضر ہوتے اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔

قدوۃ الکاملین مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ کا اسم گرامی سن کر آپ کو بھی ملنے کا اشتیاق ہوا اور شاہ صاحب موصوف کے ہمراہ چلنے کا قصد ظاہر فرمایا۔شاہ صاحب موصوف نے برضا ورغبت قبول فرمالیا۔

چنانچہ حسب وعدہ آپ ان کے ساتھ صفی پور شریف کے لیے سواری ہونے کے باوجود پا پیادہ روانہ ہوئے اور ان سے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی خدمت میں سر کے بل جانا چاہیے۔ وہاں پہنچ کر حضرت قدوۃ العارفین مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ کے جمال جہاں آرا سے دیدہ ودل کو شادکام کیا اور پہلی مجلس ہی میں بیعت کی درخواست کر دی جو شرف قبولیت سے مشرف ہوئی۔ دو روز قیام فرما کر ضروری تعلیمات حاصل کیں، پھر مرشد کی اجازت سے وطن واپس تشریف لے گئے اور ہمیشہ کے لیے پیرو مرشد کی تعلیم وتلقین کے مطابق مشغولیت اختیار کی۔

نکاح

ہر ماہ گیارہویں میں پیادہ پا پیرومرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور اکتساب فیض فرماتے۔ ایک حاضری کے موقع پر پیرومرشد نے آپ سے ارشاد فرمایا:

”قاضی صاحب! اب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور سنت ادا کرنی چاہیے۔ خاندان میں جو بزرگ ہوں ان سے کہیے کہ آپ کو نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔“

چنانچہ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کی وساطت سے جناب خلیل الرحمن رحمہ اللہ رئیس کسمنڈی، لکھنو کی دختر نیک اختر سے ۱۲۷۱ھ میں آپ کا عقد مسنون ہوگیا۔

اجازت وخلافت

کچھ عرصے بعد پیرومرشد نے آپ کو اپنی خدمت میں رکھ کر خاص تعلیمات ارشاد فرمائیں اور حقائق ومعارف کی عقدہ کشائی فرمائی۔ بزرگوں کی تصنیفات خاص طور سے حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہٗ کے دیوان کا درس دیا۔

بالآخر ۲۰ محرم الحرام ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء کو خلافت واجازت سے نوازا اور تاج مبارک، مصلیٰ اور تسبیح عطا فرما کر مقام ارشاد پر فائز فرمایا۔

رشد وہدایت

خلافت کے بعد آپ نے مکمل ترک دنیا کر دیا۔ لکھنؤ کا قیام ترک فرما کر اپنے وطن منڈیاؤں (ضلع لکھنؤ) کی ایک قدیمی مسجد میں متوکل ہو کر قیام کیا۔ خاندانی جائداد بھائیوں میں تقسیم فرما دی اور خود متوکلانہ گوشہ نشین ہو کر شب و روز یادِ الٰہی میں لگ گئے۔

کچھ عرصے بعد پیر و مرشد نے رشد وہدایت کی خاطر بارہ بنکی میں آپ کا قیام مقرر فرمایا۔ بارہ بنکی کے محلہ رسول پور میں ایک غیر آباد مسجد میں آپ نے قیام فرمایا، جو بعد میں ''مسجد قل ہو اللہ شاہ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ نے اس غیر معروف جگہ سے رشد وہدایت کا وہ عظیم کارنامہ انجام دیا جو سنہرے حروف میں ذکر کرنے کے قابل ہے۔ گھر کے تمام افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ برادران، صاحبزادگان اور دیگر عزیز واقارب سب کامل و مکمل ہوئے۔

ارشادات

ذیل میں چند ارشادات بغرض استفادہ نقل کیے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ''تذکرۃ الاصفیا'' (حصہ دوم) مؤلفہ محترم درویش نجف علیمی رحمہ اللہ (۱۳۴۹-۱۴۳۱ھ/ ۱۹۳۰-۲۰۱۰ء) کی طرف رجوع کریں۔

* ذمائم (بری عادتوں) کو ترک کرو اور حمائد (اچھی عادتوں) کو اختیار کرو۔

* اپنے اوقات کو فضولیات میں ضائع نہ کرنا چاہیے۔ ہر وہ فکر و عمل فضول ہے جس کا آخرت میں کوئی فائدہ متصور نہ ہو۔ وقت ایک انمول سرمایہ ہے اسے خرچ کر کے آخرت کی زادِ راہ جمع کرنی چاہیے۔

* اللہ تعالیٰ اپنی معرفت و عبادت کے سوا کچھ نہ پوچھے گا۔ پھر ایسے کام سے غافل رہنا جس کی جواب دہی کرنی ہے کہاں کی عقل مندی ہے؟

* پیر و مرشد کو جو کچھ کرتے دیکھے اس کو اختیار نہ کرے بلکہ جو حکم ہو اُس پر عمل کرے۔

* جو لوگ محفل سماع میں اہل وجد کے اٹھنے بیٹھنے پر اُن کی موافقت کرتے ہیں وہ صالحین میں شمار ہوتے ہیں۔

* باطنی مشغولی کو سب پر مقدم رکھنا چاہیے، اس میں ایسی محویت ہو کہ سب کچھ فراموش ہو جائے۔

* جن لوگوں کو نصیحت تلخ (کڑوی) معلوم ہوتی ہے ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور غم واندوہ سے نجات نہیں ملتی۔

خلفا

آپ نے ۴۰ رسے زائد نفوس قدسیہ کی تعلیم و تربیت فرما کر انہیں خلافت واجازت کی نعمت عطا فرمائی۔ چند مشہور حضرات کے اسما یہاں درج ہیں:

(۱) حضرت مخدوم شاہ مشہود صفی محمدی عرف شاہ عبدالصمد (خلف اکبر و جانشین اول) (۱۳ر ذی الحجہ...)

(۲) حضرت مخدوم شاہ محراب صفی محمدی عرف شاہ عبدالشکور (خلف اوسط و جانشین دوم)(۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء- ۶ر ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ/ ۶ر اگست ۱۹۵۴ء)

(۳) حضرت مخدوم شاہ شمشاد صفی محمدی عرف شاہ غلام صفی (خلف اصغر) (م ۲۰ر رمضان ۱۳۶۳ھ/ ۱۰ر ستمبر ۱۹۴۴ء)

(۴) حضرت مخدوم شاہ موجود صفی محمدی (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) کرسی، بارہ بنکی

(۵) حضرت مخدوم شاہ محمد صفی عرف پیر سید عبید اللہ قادری بغدادی (۲۳ر صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) از اولاد غوث اعظم قدس سرہٗ۔ (کلکتہ)

(۶) حضرت مخدوم شاہ ذوالفقار صفی (چاٹگام، بنگلہ دیش)

(۷) حضرت مخدوم شاہ عارف صفی محمدی (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۳ء) سید سراواں، الہ آباد

وفات

عمر شریف قریب ۹۰ ؍سال کی ہوگئی، کبر سنی کے سبب صحت خراب رہنے لگی، مریدین اور متوسلین کے اصرار پر بغرض علاج لکھنؤ تشریف لے گئے لیکن افاقہ نہ ہوا، بالآخر اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور ۲۲ ؍جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ/ ۱۴؍ جولائی ۱۹۰۶ء کو رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ بارہ بنکی شریف کے محلہ رسول پور میں آپ کی مسجد سے متصل خانقاہ میں آخری آرام گاہ بنی۔

جانشینی

حضرت مخدوم قل ہواللہ شاہ قدس سرہٗ کے وصال کے قریب آپ کے ایک خلیفہ نے جرأت کر کے عرض کیا کہ حضور! صاحبزادگان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یہ سوال حضور والا کو پسندیدۂ خاطر نہ ہوا، ناگواری کے ساتھ فرمایا: اتنے روز فقیر کے ساتھ کیا گھاس کھودتے رہے؟ ان خلیفہ صاحب کے دریافت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ صاحبزادگان میں کس کے لیے سجادگی کا خیال ہے؟ مگر آپ کے نزدیک ان رسمی معاملات کی کوئی اہمیت نہ تھی، اصل شے جو خلوص وللّٰہیت ہے، ہر سہ صاحبزادگان میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ چنانچہ آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کیے بغیر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت مخدوم شاہ مشہود صفی محمدی عرف شیخ عبدالصمد قدس سرہٗ (خلیفہ وخلفِ اکبر) کو تمام اہل سلسلہ نے جانشین منتخب کیا۔

حضرت شاہ مشہود صفی قدس سرہٗ کے صاحبزادے حضرت شاہ سلطان صفی قدس سرہٗ (کسمنڈی لکھنؤ) اپنے جد امجد کے محبوب اور منظور نظر پوتے اور مرید وخلیفہ تھے۔ ان کا وصال اپنے والد بزرگوار کی حیات مبارکہ میں ہی ہو گیا۔

مخدومنا حضرت شاہ مشہود صفی قدس سرہٗ نے اپنے وصال سے قبل اپنے برادر عزیز مخدومنا حضرت شاہ محراب صفی عرف شیخ عبدالشکور قدس سرہٗ (۱۳۷۳ھ/

۱۹۵۴ء) کو منڈیاؤں سے بلا کر جانشین مقرر فرمایا اور برادر اصغر مخدومنا حضرت شاہ شمشاد صفی عرف غلام صفی قدس سرہٗ کو منڈیاؤں بھیج دیا۔

حضرت شاہ محراب صفی قدس سرہٗ کی حیات میں ہی آپ کے برادرِ خرد حضرت مخدوم شاہ شمشاد صفی قدس سرہٗ (۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء) کا منڈیاؤں شریف میں وصال ہو گیا۔ چونکہ تینوں حضرات کی اولاد ذکور باقی نہیں رہیں لہٰذا حضرت شاہ محراب صفی قدس سرہٗ نے اپنے برادرِ گرامی حضرت شاہ مشہود صفی قدس سرہٗ کے نواسے اور اپنے مرید وخلیفہ حضرت نعیم اللہ شاہ عرف پیارے میاں رحمہٗ اللہ (م ۱۹۸۸ء) کو جانشین بنایا اور اپنے نواسے حضرت نثار احمد قدوائی عرف شاہا میاں کو تولیت عطا فرمائی۔ بعد میں حضرت شاہا میاں صاحب پاکستان ہجرت کر گئے اور پھر وہیں سے امریکہ منتقل ہو گئے۔

اب حضرت پیارے میاں صاحب کے بڑے صاحبزادے جناب منیر الدین چشتی صفوی صاحب جانشین ہیں۔

○○○

حضرت شاہ محمد عزیز اللہ عزیز صفی پوری قدس سرہ

(۱۲۵۹-۱۳۴۷ھ/ ۱۸۴۳-۱۹۲۸ء)

حضرتِ عزیز صفی پوری، میر منشیانِ اودھ کے خیر خلف اور ان کے علمی وادبی کمالات وروایات کے نہ صرف امین وحفیظ بلکہ ان اقدار میں روحانی اعتبار سے ممتاز اور منفرد شخصیت کا نام ہے۔

آپ کا پیدائشی نام محمد ولایت علی ہے۔ ولادت ۶/صفر ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء کو اپنے ننہال صفی پور میں ہوئی۔ پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت لکھنؤ میں ہوئی جہاں آپ کے آباؤ اجداد اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ والد ماجد منشی محمد یحییٰ علی خان (م ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء)، بادشاہ اودھ محمد علی شاہ (۱۷۷۷-۱۸۴۲ء) اور واجد علی شاہ (۱۸۲۲-۱۸۸۷ء) کے دور میں اخبار گشتی کے داروغہ رہے اور جد امجد امیر الانشاء میر منشی ثابت علی خان بہادر، غازی الدین حیدر شاہ (۱۷۶۹-۱۸۲۷ء) اور نصیر الدین حیدر شاہ (۱۸۰۳-۱۸۳۷ء) کے وقت میں میر منشی رہے اور پر دادا امین الانشاء رونق علی خان، نواب سعادت علی (۱۷۵۲-۱۸۱۴ء) کے پورے عہد میں اور غازی الدین حیدر کے آغاز عہد تک میر منشی اور ان کے دست راست رہے۔(۱)

---

(۱) شاہانِ اودھ کی تاریخ ہائے ولادت ووفات وکی پیڈیا سے ماخوذ ہے۔

سلسلۂ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے- آپ کی والدہ ماجدہ، شیخ محبوب عالم صفوی (ازمخدوم زادگان صفی پور) کی صاحب زادی تھیں۔ اس طرح آپ نسباً صدیقی اور حسباً فاروقی تھے۔ آپ کے آباواجداد کا قیام پہلے قنوج میں تھا پھر قصبہ ملانواں (ضلع ہردوئی) میں رہا۔ پھر کئی پشتوں سے شاہان اودھ کے دربار سے وابستہ ہونے کی وجہ سے لکھنؤ میں اقامت گزیں رہے- غدر میں جب لکھنؤ کی قسمت نے پلٹا کھایا اور عمارات شاہی کے ساتھ آپ کا مسکن بھی برباد ہو گیا تو آپ اپنے نانہال صفی پور تشریف لائے اور یہیں اقامت پذیر ہوئے-

آپ کا شمار ان مشاہیر میں امتیازی شان کا حامل ہے جو علاوہ ارباب قال ہونے کے اصحاب حال بھی رہے ہیں- بچپن میں ہی والد ماجد نے حضرت مولانا شاہ فتح علی قدس سرہ (م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء) کے دست مبارک پر بیعت کرا دیا تھا- حضرت مولانا شاہ فتح علی، مولانا سید شاہ عبد الرحمن لکھنوی (۱۲۴۵ھ) کے مرید و خلیفہ اور جانشین تھے-

تعلیم

آپ کا نشرہ (رسم بسم اللہ خوانی)، مولانا عبد الوالی فرنگی محلی قدس سرہ (م ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۳ء) نے کرایا تھا۔ خود رقم فرماتے ہیں:

> میری بسم اللہ لکھنؤ میں ہوئی تھی۔ جناب والد مرحوم نے بسم اللہ میں حضرت شاہ مولانا عبد الوالی قدس سرہٗ اور جناب مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کو فرنگی محل سے بلوایا تھا۔ مولانا عبد الوالی نے میری بسم اللہ کی تھی۔ ان کی برکت سے میں حرف آشنا ہو گیا، جاہلِ بحت [محض] نہیں رہا۔(۱)

---

(۱) سوانح اسلاف، ص: ۹۷

ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی پھر چند سال مولانا محمد حسن بنگالی سے زیر تعلیم رہے، بعد میں مولانا محمد رضا بانگرموی اور مولانا شمس الدین لکھنوی (مرید مولانا سید عبد الرحمٰن لکھنوی) سے تعلیم حاصل کی- طب و حکمت کی تعلیم مولانا حکیم ہدایت اللہ صفی پوری (م ۱۲۸۳ھ) سے پائی-سن ۱۲۸۶ھ میں آپ کے مرشد برحق حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا اور عزیز اللہ شاہ لقب عطا کیا-

سخن فہمی اور سخن سرائی کا جو ملکہ فطرت نے آپ کو ودیعت کیا تھا، اس کا اعتراف آپ کے ہم عصر اکابر نے بھی کیا- ابتدائی زمانہ میں چند فارسی نثر و نظم میرزا غالب کو بغرض اصلاح دکھائی جسے انھوں نے پسند کیا-

جب آپ نے قصیدہ مرآت الصنائع لکھا تو اسے بھی میرزا غالب کی خدمت میں بھیجا، جسے غالب نے نہ صرف پسند کیا بلکہ صنعت تجنیس میں ایک مطلع کا اضافہ بھی کیا اور خود بھی اس زمین پر قصیدہ کہنے کی خواہش کا اظہار کیا- (تفصیل، تعارف کتب کے ضمن میں آرہی ہے-) آپ کے حالات میں ڈاکٹر احسان علی صفی پوری رقم طراز ہیں:

"آپ ہمیشہ ہر سنت اور مستحب پر نظر رکھتے اور مسائل شرعیہ کو بہت تحقیق فرماتے تھے۔ باوجود علم اور آگاہی و یادداشت، ہر قسم کے فتاوے مستند علما کے جمع فرماتے اور مسائل ضرور یہ پیش نظر رکھتے تھے۔اور ہر ایک مسئلہ کو ایسا حل کرتے تھے کہ دوسروں کو دل جمعی ہوجاتی کہ ہر عالم نہ سمجھا سکتا۔ اکثر اکابر علما آپ کے پاس تشریف لائے۔بالخصوص مولانا حاجی عبدالباری صاحب [فرنگی محلی] رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی مولانا عبدالماجد صاحب-بی اے- دریابادی اور مولانا وصی علی صاحب جامع العلوم کانپوری ملیح آبادی غیرہم۔اور آپ سے فیض روحی بھی حاصل کیا۔"(۱)

---

(۱)ضمیمہ:تنبیہ المعتدی المناع، ڈاکٹر احسان علی صفی پوری، ص:۵۔

تصانیف

عمر کا اکثر حصہ خدمت خلق، رشد وہدایت اور تصنیف وتالیف میں بسر ہوا- آپ کی تصانیف کی مجموعی تعداد ۴۰ سے زائد ہے، جن میں سے اکثر مطبوع ہیں- اختصار کے پیش نظر ہم ان کا تفصیلی تعارف قلم انداز کر رہے ہیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

عربی

(۱) مقدمة مخزن الولاية والجمال (مطبوعہ) (۲) مُنشأت العزيز۔ (غیر مطبوعہ)

فارسی نظم

(۱) اعجاز التواریخ۔ عنوان کتاب ہی سن تالیف (۱۳۳۰ھ) اور فن کا مشعر ہے-

(۲) بیان التواریخ۔ اس کا بھی عنوان سن تالیف (۱۳۱۱ھ) اور فن کا مشعر ہے- اس کے حوالے سے خود رقم طراز ہیں:

> ''اس میں پہلے چند قواعدِ تاریخ، نثر میں ہیں؛ اس کے بعد قطعات تاریخ؛ اور اس میں سو [۱۰۰] تاریخ کے قریب ایسی ہیں کہ فکر طلب اور مشکل ہیں، جس کا جی چاہے کہہ دیکھے اور آزمالے- ع
>
> اہلِ سخن گم شدند قدر شناسی نماند''(۱)

فن تاریخ گوئی میں آپ کو جیسا ملکہ حاصل تھا، اس پر آپ کی یہ دونوں کتابیں شاہد عدل ہیں-

(۳) دیوان ختم فکر فارسی۔ آخر عمر کی تصنیف ہے- اس میں وہ کلام شامل ہیں جو دیوان فارسی کے طبع ہونے کے بعد وقتاً فوقتاً ہوتے رہے-

---

(۱) سوانح اسلاف: ص ۱۱۹؛ ادبی پریس، لکھنؤ

(۴) دیوان عزیز۔ عزیز تخلص کا ضخیم فارسی دیوان ہے۔

(۵) دیوان نعت محبوب۔

(۶) دیوان نور تجلی (نعتیہ دیوان)۔

(۷) دیوان ولایت۔ ولایت تخلص کا ضخیم فارسی دیوان ہے۔

(۸) مراۃ الصنائع۔ تقریبا ۱۵۰/ اشعار پر مشتمل نعتیہ قصیدہ ہے، جس میں صنائع کا التزام ہے۔ مطلع، براعت استہلال میں ہے:

بہ طفیل محمد مختار ﷺ   زستم بگذر اے پری رخسار

یہ قصیدہ آپ نے ۱۲۷۸ھ میں قلم بند کیا اور اپنے استاد میرزا غالب کو ارسال کیا۔ غالب نے اپنے پسندیدہ اشعار کو صاد سے مزین کیا اور خود بھی اسی وزن و قوافی میں قصیدہ کہنے کی خواہش ظاہر کی اور ایک مطلع صنعت تجنیس میں اپنی جانب سے بڑھایا: (۱)

اے ہزار از ہوای روئے تو زار   وی تتار از بلاے موئے تو تار

مثنویات فارسی

(۱) اعجاز محمدی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادوں کا واقعہ قصص الانبیاء سے نظم کیا ہے۔

(۲) جذبۂ عشق۔ حضرت طاؤس کی زبان سے ایک مرد خدا کے قربان ہونے کا قصہ ہے۔

(۳) جلوۂ حسن۔ عاشقانہ مضامین پر مشتمل ہے۔

(۴) حسرت دل۔ نعتیہ مثنوی ہے جس میں ذوق وشوق کی باتیں ہیں۔

(۵) خبر خیبر۔ خیبر کا واقعہ روایات صحیحہ سے نظم کیا۔

---

(۱) مرآت الصنائع: ص ۱۸؛ ابو العلائی اسٹیم پریس، آگرہ۔ ۱۳۳۲ھ

(۶) ذکرِ جمیل ۔ (ایک قصے کو نظم کیا۔)

(۷) رمز الشہادتین ۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے رسالہ سر الشہادتین کا منظوم ترجمہ ہے۔

(۸) شعلۂ محبت ۔ عاشق و معشوق کے خاکستر ہونے کا قصہ ہے۔

(۹) فتح مبین ۔ ضخیم مثنوی ہے، جس میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غزوات کو مدارج النبوۃ سے نظم کیا ہے، جو زبان و بیان پر آپ کی قدرت کا بین ثبوت ہے۔

(۱۰) ماہ شب افروز ۔ معجزۂ شق القمر کو نظم کیا ہے۔

(۱۱) مقصد الابرار ۔

نثر فارسی

(۱) ارمغان ۔ (۲) پیشکش شاہجہانی ۔

(۳) پنج رقعہ ولایت ۔ ابتدائی دور کی تصنیف ہے، جسے آپ نے ارادت خاں واضح کے پنج رقعے کے طرز پر تحریر کیا اور ادبی و فنی جواہر پارے اس میں بکھیرے۔ غالب کی خدمت میں اسے آپ نے ارسال کیا تھا، جسے انھوں نے پسند کیا اور تعریف کی ۔ غالب نے جواب میں جو مکتوب لکھا وہ یہاں رقم کیا جاتا ہے:

''خان صاحب عنایت مظہر، سلامت! آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ اوراقِ پنج رقعہ نظر فروز ہوئے۔ خوشامد فقیر کا شیوہ نہیں، نگارش تمہاری پنج رقعۂ سابق کی تحریر سے لفظاً و معناً بڑھ کر ہے۔ اُس میں یہ معانی نازک اور الفاظ آب دار کہاں؟ موجد سے مقلد بہتر نکلا۔ یعنی تم نے خوب لکھا۔ ع

نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد زِ اوّل نجات کا طالب غالب'' (۱)

---

(۱) سوانح اسلاف (ص: ۱۲۲، ۱۲۳) غالب کے خطوط (۴/ ۱۴۴۵)

(۴) مخزن الولایت والجمال۔ سن تالیف (۱۲۸۶ھ) کتاب کے نام سے ہی عیاں ہے- اپنے پیرو مرشد کے ملفوظات اور حالات پر مشتمل اس فارسی تصنیف کا مقدمہ آپ نے عربی زبان میں قلم بند فرمایا- آخری باب میں پیرو مرشد کے ۴۲ خلفا کا بھی مختصر تذکرہ تحریر کیا- عربی مقدمے و خاتمے کو چھوڑ کر بقیہ کتاب کا اردو ترجمہ آپ کے دست گرفتہ مولوی خصلت حسین صابری نے کیا جو ۱۹۶۳ء میں پاک اکیڈمی، کراچی سے شائع ہوا-

(۵) نثرہ۔ (۶) نگارش عاری۔ (۷) نور ہان۔

اردو دواوین

(۱) ختم فکر اردو۔ اردو دیوان شائع ہونے کے بعد جو کلام وقتاً فوقتاً ہوتے رہے، ان کا مجموعہ ہے-

(۲) نظم دل فریب۔ غزلوں کا مجموعہ-

(۳) طور تجلی۔ نعتیہ غزلوں پر مشتمل ہے-

(۴) نور ولایت۔ صوفیانہ غزلوں پر مشتمل ہے-

اردو نثر

(۱) اشعار الاشعار۔ عروض کے بیان میں مختصر اور مفید رسالہ ہے-

(۲) ایمان الغربا۔

(۳) تعلیم المخلصین۔ اپنے متوسلین کے لیے پند و نصائح پر مشتمل مختصر اور مفید رسالہ ہے-

(۴) تنبیہ المعتدی المناع۔ قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کے مسئلہ سماع پر مشتمل رسالہ **إبطال دعوی الإجماع** کا اردو ترجمہ ہے-

(۵) ذکر الحبیب۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولود مبارک پر مشتمل ایک عمدہ اور جذب و شوق سے سرشار رسالہ ہے-

(۶) سوانح اسلاف۔ تاریخی نام ''خواب وخیال دنیا'' ہے، جس سے سن تالیف (۱۳۲۱ھ) برآمد ہوتا ہے- آپ نے اپنے آباءواجداد، اساتذہ، متعلقین اوران امرا، ادبا اور شعرا کا ذکر کیا ہے جن سے آپ کے آباء کے یا بذات خود آپ کے مراسم رہے۔ اودھ واطراف کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے- شاہان اودھ اور بہت سے غیر معروف درویشوں کے احوال بھی جمع کردیے ہیں- اردو کی خودنوشت سوانح میں اس کا شمار بھی اولین کتب میں ہوگا-

(۷) عقائدالعزیز -اسے آپ نے مشائخ کبار، سلف صالحین اور بالخصوص سلسلۂ خادمیہ صفویہ نظامیہ چشتیہ کے پیران عظام کے عقیدوں کے مطابق تصنیف فرمایا ہے۔ ''عقائدالعزیز'' کے اب تک پانچ ایڈیشن منظرعام پر آچکے ہیں۔ ایک طویل عرصے کے بعد مکرمی حضرت شاہ نوازش محمد فاروقی عرف صمدی میاں (سجادہ نشین خانقاہ صفویہ) نے اس کارخیر کی طرف توجہ فرمائی اور پھر راقم السطور حسن سعید صفوی نے اس پر جدید اسلوب تحقیق پر کام کیا اور دارالاشاعت خانقاہ صفویہ، صفی پور شریف کے زیراہتمام ۲۰۱۷ء/ ۱۴۳۸ھ میں اس کی پانچویں بار طباعت ہوئی ہے، جو ۳۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۸) عین الولایت۔ سلسلہ صفویہ نظامیہ چشتیہ کے بزرگوں کے حالات پر مشتمل پہلی اردو تصنیف ہے- کتاب کا آخری باب صفی پور میں آرام فرما بزرگوں کے تذکرے پر مشتمل ہے- اولین طباعت نول کشور سے ہوئی، بعد میں متعدد مرتبہ مختلف مطابع سے شائع ہوتی رہی- ۲۰۱۶ء میں اس کا آفسیٹ ایڈیشن دارالاشاعت خانقاہ صفویہ صفی پور شریف سے شائع ہوا-

(۹) فوائدالمصادر۔ فارسی قواعد پر مشتمل یہ مختصر رسالہ طلبہ کے لیے بہت مفید ہے، جس میں اساتذہ کے اشعار سے شواہد اور مثالیں پیش کی ہیں-

علاوہ ازیں تین شعری مجموعے؛ شان عزیز، عرفان عزیز اور نغمۂ شفاعت آپ کے مریدین ومتوسلین نے آپ کے دواوین سے منتخب کر کے شائع کیے ہیں۔ آخر الذکر دونوں کتابیں مولانا محمد خصلت حسین صابری صاحب کی مرتب کردہ ہیں۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی، نواب مولانا محمد حبیب الرحمن خان شیروانی، نواب مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی اور پروفیسر ابواللیث وغیرہ مشاہیر کی تقدیم وتاثر شامل کتاب ہیں۔

آپ اپنے تخلص کے حوالے سے خود رقم فرماتے ہیں:

پہلی تصنیفات میں سب جگہ میرا تخلص ولایت ہے۔ سنہ بارہ سو چھیاسی [۱۲۸۶] ہجری میں حضرت مرشد برحق نے مجھ کو فقیر کیا اور عزیز اللہ شاہ نام رکھا، جب سے میں نے تخلص بھی بدل ڈالا۔ اب عزیز تخلص ہے۔ دونوں میں دیوان فارسی ہیں۔(۱)

خلفا

آپ کے خلفا کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت شاہ خادم علی خلف اصغر حضرت شاہ احمد اللہ عرف مولوی احمد علی قدس سرہٗ (خلیفۂ حضرت قطب العالم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ) آپ اوّل خلیفہ تھے۔

(۲) حضرت شاہ خادم محمد بن شاہ الطاف محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ۔ آپ نہایت منظور نظر اور چہیتے مرید وخلیفہ تھے۔

(۳) حضرت شاہ دانش علی سجادہ نشین مجھگواں شریف۔ آپ حضرت شاہ خادم محمد رحمہ اللہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت شاہ خادم محمد کے وصال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق آپ سے تعلیم پائی اور آپ نے اپنی طرف سے اجازت بھی عطا کی اور شاہ

---

(۱) سوانح اسلاف: ص ۱۱۸

فیض خادم لقب رکھا۔

(۴) حضرت شاہ عزیز الحق رحمۃ اللہ علیہ (پیرزادہ صفی پور)۔آپ کا بھی وصال پیرومرشد کی حیات میں ہوگیا۔آپ کا لقب شاہ عزیز خادم تھا۔

(۵) حضرت شاہ لطف حسین صاحب ساکن موسر ضلع بارہ بنکی۔آپ کا لقب شاہ الطاف خادم تھا۔

(۶) حضرت شاہ رحمت اللہ عرف رمضان علی صاحب ساکن باڑی ضلع اوناؤ۔

(۷) حضرت شاہ سید باسط علی (کدورہ)۔آپ نواب کدورہ کے پیش دست تھے۔

(۸) حضرت شاہ اکرام الحق صاحب باشندہ بانکی پور پٹنہ جو پھلواری شریف میں کسی بزرگ کے مرید تھے۔آپ نے ان کو بھی اجازت دے کر لقب اکرام اللہ شاہ رکھا۔

(۹) حضرت شاہ طالب صفی (پیشاور، پاکستان)۔آپ حضرت قل ہواللہ شاہ قدس سرہ (بارہ بنکی شریف) کے مرید وخلیفہ تھے۔آپ نے بھی ان کو اجازت دی۔

(۱۰) شاہ احسان خادم معروف بہ ڈاکٹر حاجی محمد احسان علی صفی پوری

علاوہ ان حضرات کے ایک صاحب کو بذریعۂ تحریر بھی اجازت عطافرمائی ہے۔ ان کا نام احمد اللہ شاہ ہے۔آپ حضرت قل ہواللہ شاہ قدس سرہ کے خاندان میں مرید تھے۔گوالیار میں ساکن تھے۔(۱)

وصال

آپ کی عمر مبارک اٹھاسی سال کی ہوئی۔ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ مطابق ۲ جولائی ۱۹۲۸ء کو وصال ہوا۔

واقعۂ وصال کے متعلق ڈاکٹر احسان علی راقم ہیں:

---

(۱) ضمیمہ: تنبیہ المعتدی المناع، ڈاکٹر احسان علی صفی پوری، ص: ۱۱-۱۲۔

’’دو ماہ دس یوم علیل رہے۔شروع میں کوئی خاص شکایت نہ تھی کمر درد تھا کسی وقت کم ہو جاتا پھر بتدریج بڑھ گیا۔غذا برائے نام رہ گئی۔وہ بھی کسی وقت کم کسی وقت نہ ہوتی۔ایک روز درد میں زیادتی تھی۔مجھ سے فرمایا کہ میرے مرشد برحق کے مزار پر جاؤ اور عرض کرو کہ اپنے کرم اور محبت سے بلا لیجئے اور سختی کو دور فرمایئے۔جو کچھ تم کو وہاں سے القا ہو، مجھ سے کہو۔میں نے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر عرض کیا، مجھ کو القا ہوا: **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ**۔ میں نے یہی جواباً آ کر عرض کر دیا۔آپ نے فرمایا کہ سچ کہا تو نے۔اس دن سے درد کم ہو گیا اور وہ شدت بے چینی نہیں رہی۔

۱۲ رمحرم کی صبح کو فرمایا کہ آج محرم ختم ہو گیا کل جو چاہے کرنا۔صفی پور میں یکم محرم سے ۱۷ رمحرم تک محفل سماع نہیں ہوتی ہے چونکہ آپ کا وصال ۱۳ رمحرم کو ہوا اس لئے اس فرمان سے اس امر کا اشارہ تھا کہ آج سیوم محرم ہو گیا، کل میرے جنازہ کے ساتھ سماع ہو اور اشارۃً اور کنایۃً اپنے وصال کی اطلاع تھی جو ہم لوگوں کو بعد وصال خبر ہوئی۔

رات کو تین بجے اس فقیر کو یاد فرمایا۔جب یہ فقیر حاضر ہوا تب فرمایا کہ دیکھو، اب نبض نہیں ہے اور ہم جاتے ہیں۔یہ فرما کر چند ضربیں الا اللہ کی لگائیں پھر وقت دریافت فرمایا۔فقیر نے عرض کیا کہ سوا تین بجے ہیں تھوڑی دیر کے بعد پھر چند ضربیں الا اللہ کی لگائیں پھر وقت دریافت فرمایا۔فقیر نے عرض کیا کہ ساڑھے تین بجے ہیں اب صبح صادق کا وقت نزدیک تھا عین صبح صادق کے وقت آپ داہنی کروٹ لیٹے تھے کہ یکایک اپنے مرشد برحق کا نام ’’خادم صفی محمدی‘‘ لیا اور ’’الا اللہ‘‘ [کہہ کر] سیدھے ہو گئے اور جان بحق تسلیم

ہوئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ۔''(۱)

مزار مبارک صفی پور میں آپ کے پیر و مرشد کی خانقاہ میں جانب مشرق ہے۔

آپ کا فارسی اور اردو کلام آج بھی ہند و پاک کے قوال بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور صاحبان ذوق کیف و مستی میں سرشار نظر آتے ہیں۔

بطور نمونہ آپ کا کچھ منظوم کلام درج کیا جاتا ہے:

(۱)

مصطفیٰ خاطَبنِی بِالکرَمِ وَالرَغَبِ　　كَيفَ لَا أَرقُصُ حُباً بِهُجومِ الطَّرَبِ

خَبَّرَ اللّٰهُ بِلَولاکَ فَطُوبَاهُ لَنا　　بَشَّرَ آدمُ شِيثاً فَنَبِیٌّ بِنَبِی

أَفضَلُ العالَمِ بِالشَّأنِ فَلا مِثلَ لَه　　أَكرَمُ النَّاسِ بِغُرِّ الحَسَبِ وَالنَّسَبِ

فَضَّلَ العُرْبَ تَوَلّاهُ بِفَضلٍ كافٍ　　قَالَ: إِنِّی عَرَبِیٌّ لِوِلاءِ العَرَبِ

أَدرِکِ اللَّذَّةَ يَا شَيخُ وَذُق مِن شِعرِی　　ما أَقولُ بِثنائِهٖ كَحُلوِّ الرُطَبِ

أُدْعُ يَا سَامِعُ بِالحُبِّ مُحِبًّا لِعَزِيز

أُسمِعُ النَّعتَ بِشَوقٍ وَبِه يُسمَعُ بِی

(۲)

إِنَّنِي عبدٌ ذليلٌ يا نبيَّ الهاشمي　　أنت محبوبٌ جميلٌ يا نبيَّ الهاشمي

آه مِن نفسٍ وَ مِن أعمالِها يا مصطفیٰ　　فَاشْفِنی إني عليلٌ يا نبي الهاشمي

كيف يأتي مِثلُک بدرٌ منيرٌ في الوجود　　إنَّ هذا مُستَحِيلٌ يا نبي الهاشمي

ليس في قلبي بِتَصمِيمٍ و إيمانٍ سواک　　قِصَّتي فصلٌ طويلٌ يا نبي الهاشمي

قد مَضَى الأَيَّامُ فَاشْفَعْ للعَزيزِ المُفتقِر

عُمرُه الفَانِي قليلٌ يا نبي الهاشمي

---

(۱) ضمیمہ: تنبیہ المعتدی المناع، ڈاکٹر احسان علی صفی پوری، ص: ۱۲-۱۴۔ ملخصاً

(۳)

دو عالم بہ کاکل گرفتار داری | بہر مو ہزاران سیہ کار داری
ز سر تا بہ پا رحمتی یا محمد ﷺ | نظر جانب ہر گنہگار داری
دو ابروے پُرخم چون شمشیرِ عریان | دو چشمِ فسون ساز و عیّار داری
جمالِ درخشندہ، برقِ تجلی | لبِ نوش داروے بیمار داری
اداے تو بے زخم در خون تپاند | کہ نادیدہ عشاق بسیار داری
عزیز! اللہ اللہ کہ از کفرِ عشقش | نہان در تہِ خرقہ زنّار داری

(۴)

قَدْ ظَهَرَ الْمُصْطَفٰی صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه | جَاءَ نَبِیُّ الْوَرٰی صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه
عارضِ او دل رُبا، کاکل او جاں فزا | گفت ثنایش خدا صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه
عَلَّمَنَا بِالصَّفَا، أَیَّدَنَا بِالْوَفَا | نَوَّرَنَا بِالْهُدٰی صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه
شاہدِ افلاکیاں، پاک تر از خاکیاں | پیش رَوِ انبیا صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه
بر ہمہ احسانِ او، در ہمہ برہانِ او | خاکِ رہش جانِ ما صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه
از اثرش سینہ ہا، معدنِ گنجینہ ہا | صاف چوں آئینہ ہا صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه
بندۂ عشقم عزیز، گرچہ نہ دارم تمیز | وِردِ من است ایں دعا صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْه

(۵)

مجھے عشق نے یہ سبق دیا کہ نہ ہجر ہے، نہ وصال ہے
اسی ذات کا میں ظہور ہوں، یہ جمال اسی کا جمال ہے
وہی صورت اور وہی آئینہ، یہ خیال دل سے جو جائے نہ
تو وہ روبرو ہے ہر آئینہ، یہی شان، شانِ کمال ہے
ازل و ابد ہے وہ آپ ہی، کوئی اور اس کے سوا نہیں

وہی آپ لَیسَ کَمِثلِہٖ، وہی آپ اپنی مثال ہے
مری بندگی ہے تو بس یہی، کہ کروں میں اپنی ہی بندگی
یہی ذکر ہے، یہی فکر ہے، یہی حال ہے، یہی قال ہے
میں فدائے مرشدِ پاک ہوں، درِ بارگاہ کی خاک ہوں
وہ سما کے مجھ میں یہ کہتے ہیں کہ عزیزؔ! غیر، محال ہے

(٦)

مصحفِ پاک ہے کونین میں حجت تیری — حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اطاعت تیری
کُنتُ کَنزاً سے ہویدا ہے حقیقت تیری — نورِ بے کیف کا آئینہ ہے صورت تیری
جس نے دیکھا تجھے اللہ کو پہچان لیا — سرِّ توحید کی مثبت ہے رسالت تیری
حشر میں ہوگی تری شانِ معظم ظاہر — پیشتر جائے گی فردوس میں امت تیری
جان دیتے ہیں تری راہ میں مرنے والے — فرض ہے مذہبِ عشاق میں سنت تیری
نورِ حق کیوں نہ سما جائے ترے دل میں عزیزؔ — کیسے محبوب پر آئی ہے طبیعت تیری

(٧)

سب کو دل سے بھلا دیا تم نے — شاہ خادم یہ کیا کیا تم نے
وہ جمالِ جمیل دکھلا کر — کھول دی شانِ کبریا تم نے
لطف سے، شوق سے، محبت سے — کن اداؤں سے دل لیا تم نے
صفحۂ دل پہ تھا خدا کا نام — لکھ دیا اس پہ حاشیہ تم نے
کھینچ کر میرے دل کو اپنی طرف — دے دیا ذوقِ بے ریا تم نے
جس کو چاہا بنا دیا فوراً — محرمِ سرِّ اولیا تم نے
خاکِ در ہو کے میں عزیزؔ ہوا — کر دیا مجھ کو کیمیا تم نے

○○○

سلطان العارفین شاہ عارف صفی محمدی قدس سرہ

(۱۲۷۸-۱۳۲۰ھ/ ۱۸۶۱-۱۹۰۳ء)

سلطان العارفین حضرت مخدوم شاہ عارف صفی محمدی صفوی عرف شیخ امیر علی چشتی نظامی، الٰہ آباد کے ایک قصبہ، سید سراواں کے مشہور ومعروف عثمانی زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء کے قریب ہوئی۔ والد ماجد شیخ وارث علی (م ۱۳۳۰ھ/ 1912ء) علاقے کے مشہور رؤسا میں سے تھے۔

آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ سوم امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والدہ ماجدہ سیدہ عظیم النساء (م ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء) مخدوم جہانیاں حضرت سید جلال الدین بخاری قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھیں۔

آپ فخر خاندان، فخر عصر اور علم ومعرفت میں یکتائے روزگار ہوئے۔ آپ کے فضل وکمال کا اعتراف معاصرین ومتأخرین سب کو تھا۔ مؤلف ’’مرآت جلالی‘‘ رقم طراز ہیں:

’’مخدوم حضرت امیر علی شاہ [حضرت شاہ عارف صفی محمدی] ساکن سید سراواں ضلع الٰہ آباد، شیخ عثمانی ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ شیخ بہاؤ الدین سپہ سالار غزنی کے رہنے والے تھے، ہمراہ حضرت سید قطب الدین محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے، بغرض جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے اور قلعۂ کڑا کو فتح کیا تھا اور محی الدین پور چرو اضلع الٰہ آباد میں قیام فرمایا۔ جملہ شیخ زادے سید سراواں

آپ کی اولاد سے ہیں، جو اِس وقت صاحب اقتدار ہیں۔ حضرت امیر علی شاہ اسی خاندان میں تھے، معرفت میں یگانۂ روزگار ہوئے۔" (۱)

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم گھر کے بزرگوں سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لیے سید سراواں کے مقتدر علما مولانا سید ابومیاں اور مولانا منظور حسین رحمہما اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے علوم ظاہری میں فراغت حاصل کی۔ ۱۶ ؍سال کی عمر میں رسمی علوم کی تکمیل کی۔ آپ کا فارسی واردو دیوان آپ کے اعلیٰ علمی ذوق کا بین ثبوت ہے۔

اخلاق و عادات

بچپن ہی سے آپ عمدہ اخلاق و عادات سے مزین تھے۔ ذہانت، سنجیدگی، اطاعت شعاری، غربا پروری، منکسر المزاجی اور رحم دلی آپ کا خاصہ تھا۔ والدین کی اطاعت اور اساتذہ کے ادب واحترام میں مثالی نمونہ تھے۔ زمانۂ طالب علمی میں شفقت ورحم دلی کا یہ عالم تھا کہ ہم سبق طلبہ میں جو کمزور ہوتے اُن کو سبق یاد کراتے، سمجھاتے اور مشقی کاموں کی انجام دہی میں اُن کی مدد فرماتے۔ ہر شخص کی فلاح و بہبود ہمیشہ پیش نظر رہتی تھی۔ جو لوگ آپ سے بغض و حسد رکھتے اُن سے بھی خندہ روئی سے ملتے اور ضرورت پڑنے پر ہر طرح کی مدد فرماتے اور کبھی کسی کی دل آزاری گوارا نہ فرماتے۔

جذبۂ خدا طلبی و بیعت

تعلیم کے بعد والد ماجد نے زمینداری کے کاموں میں لگانا چاہا، لیکن آپ کی طبیعت سے یہ کام بالکل مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ رعایا اور زمینداروں کے مابین صورتِ حال دیکھ کر آپ کا دل موروثی زمینداری سے متنفر تھا، اس لیے ملازمت کی

---

(۱) مرآت جلالی، ص: ۶۶ طبع دوم، کراچی ۱۹۹۹ء

طرف آپ کی طبیعت مائل ہوئی، چنانچہ آپ محکمۂ پرمٹ سے ملحق ہوکر ضلع بارہ بنکی میں تعینات ہوئے۔ دینداری، خداترسی اور للّٰہیت کا وہ جذبہ جو قسام ازل نے آپ میں ودیعت فرمایا تھا، جوش زن ہوا۔ بچپن ہی سے شرع شریف کے پابند ہو گئے تھے۔ مرشد کامل کی طلب ہوئی۔ اسی دوران حضرت حاجی وارث علی شاہ قدس سرہٗ کا نام نامی سنا تو زیارت کے مشتاق ہوئے اور بارہ بنکی میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر حال باطن بیان کیا اور بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے سر جھکایا اور کچھ دیر بعد فرمایا:

''مالک عنقریب آپ کو بلند مراتب پر فائز فرمانے والا ہے، البتہ آپ کا حصہ میرے پاس نہیں، بلکہ حضرت قل ھواللہ شاہ صاحب کے پاس ہے، آپ انھیں کی خدمت میں حاضر ہوں۔''

قطب عالم واقف سرّ قل ھواللہ شاہ عبدالغفور محمدی صفوی قدس سرہٗ (۱۲۴۳ھ-۱۳۲۴ھ) بارہ بنکی میں ہی محلہ رسول پور میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کے یہاں ہر ماہ گیارہویں شب کو فاتحہ اور محفل سماع منعقد ہوتی تھی جس میں آپ کے خلفا، مریدین ومعتقدین حاضر ہوتے تھے۔

حضرت سلطان العارفین اسی ماہ کی گیارہویں کو اپنے اردلی جناب بہادر خاں کو ہمراہ لے کر حضرت قطب عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عشا کی نماز آپ کی اقتدا میں ادا کی اور بعد نماز عشا محفل میں شریک ہو گئے۔ اکتساب فیض کا سلسلہ فجر تک چلا۔ فجر کی نماز حضرت قطب عالم قدس سرہٗ کی اقتدا میں پڑھ کر آپ اپنے مقام واپس تشریف لائے، لیکن بے قراری اور اضطراب نے دوبارہ خدمت میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ آپ نے غسل کیا اور شیرینی ہمراہ لے کر پیر ومرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ فرائض منصبی مکمل کر کے آپ ہمیشہ پیر ومرشد کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور تعلیم وتلقین حاصل کرتے۔

اجازت وخلافت

پیرومرشد کی تعلیمات کے مطابق مجاہدات بھی شروع فرمادیے، کچھ عرصے بعد ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اب کامل یکسوئی سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بالآخر سلوک کی تکمیل فرما کر حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ نے ۱۱/رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ مطابق ۷/اگست ۱۸۸۱ء کو اجازت وخلافت عطا فرمائی اور ''شاہ عارف صفی'' کے لقب سے ملقب فرمایا۔

اس وقت عمر شریف ۲۰/سال تھی۔

اجودھیا میں استقامت

پیرومرشد نے آپ کو اجودھیا کی مسجد میں متوکلاً علی اللہ استقامت گزیں ہونے کا حکم فرمایا، چنانچہ آپ بارہ بنکی سے براہِ راست وہاں منتقل ہو گئے اور وہیں ریاضت و مجاہدے میں مشغول ہو گئے۔

والدین کریمین اور گھر کے دیگر افراد کو آپ کی فرقت وجدائی نہایت گراں گزر رہی تھی، بالخصوص والدہ ماجدہ، جن کے آپ منظور نظر تھے، وہ آپ کی جدائی کے صدمے سے پریشان اور مضمحل ہوتی جا رہی تھیں۔ چنانچہ آپ کے نانا نے آپ کی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لے کر بارہ بنکی شریف حاضری دی اور آپ کی والدہ کی صورتِ حال آپ کے پیرومرشد گرامی کے حضور میں عرض کی۔

وطن واپسی

آپ کے مرشد گرامی حضرت مخدوم قل ہو اللہ شاہ قدس سرہ نے آپ کو وطن واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور گھر کے بجائے حضرت سید السادات محمد حقانی سہروردی قدس اللہ سرہٗ کے مزار مبارک کے پاس رہنے کا حکم دیا اور دن میں ایک دفعہ والدہ صاحبہ کی زیارت کے لیے گھر جانے کا حکم فرمایا۔

آپ پیر و مرشد کے حسب حکم واپس تشریف لائے اور حضرت مخدوم سید محمد حقانی قدس سرہٗ (۱) کے مزار مقدس کے قریب اِملی کے درخت کے سائے میں ایک جھونپڑی ڈال کر اس میں قیام کیا اور ریاضت و مجاہدے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت سید السادات کے مزار پر آپ نے جس جگہ سالہا سال ریاضت و عبادت کی، اس متبرک مقام پر آپ کے خلف اصغر حضرت مخدوم شاہ احمد صفی خادم محمد قدس سرہٗ نے ایک چھوٹی مسجد تعمیر کرادی تھی، جو اب منہدم ہو کر تعمیر نو کی متقاضی ہے۔

رجوع خلق و فیض رسانی

آٹھویں صدی ہجری میں جس مقام پر سید السادات حضرت محمد حقانی سبزواری قدس سرہٗ نے شمع ہدایت روشن فرمائی تھی، اسی مقام پر ایک طویل عرصے کے بعد سلطان العارفین شاہ عارف صفی محمدی -قَدَّسَ اللّٰهُ رُوحَہٗ- سے دوبارہ ہدایت و معرفت، علم و آگہی اور امن و محبت کا سرچشمہ جاری ہوا۔ خلق خدا جوق در جوق اِس سرچشمۂ حیات سے سیرابی حاصل کرنے لگی۔ مختصر سی مدت میں سیکڑوں افراد دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ حضرت سلطان العارفین نے تیرہویں صدی کے اواخر میں خانقاہ قائم فرمائی تھی اور صرف بیس بائیس سال کی مختصر مدت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جو عموماً مدت دراز میں بھی لوگوں کو نصیب نہیں ہوتے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

---

(۱) سید السادات حضرت مخدوم میر سید محمد بن علی بن علاء حقانی سبزواری قدس اللہ سرہٗ سبزوار (ایران) سے تشریف لائے اور حضرت مخدوم سید شعبان الملۃ جھونسوی قدس اللہ سرہٗ (م ۷۶۰ھ/ ۱۳۵۹ء) کی صحبت سے مستفیض ہوئے اور آپ کے مرید و خلیفہ اور داماد ہوئے۔ آپ نے اپنے شیخ کے حکم سے موضع سید سراواں کو خرید کر آباد فرمایا اور اس مقام کو اپنے رشد و ارشاد کے انوار و فیوض سے منور و متبرک فرمایا۔ آپ کا وصال تقریباً ۷۸۰ھ/ ۱۳۸۹ء میں ہوا۔ آپ کے مزار پُر انوار سے فیض کا ایک دریا جاری ہے، جس سے نہ صرف قرب و جوار بلکہ دور دراز کی خلقِ خدا سیراب ہو رہی ہے۔ (منبع الانساب، خطی؛ نزہۃ الخواطر:)

پیرومرشد کی بارگاہ میں مقبولیت

حضرت پیرومرشد کی بارگاہ میں آپ کی فنائیت وخودسپردگی کے بہت سے واقعات ہیں۔آپ کے حق میں آپ کے پیرومرشد نے ایک موقع پر فرمایا:

''جو کچھ عارف صفی کریں گے عین مرضی میری ہے۔''

اور ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''عارف صفی کا ہاتھ عین میرا ہاتھ ہے۔(یَدُہٗ کَیَدِیْ)''

آپ کے پیرومرشد گرامی نے ایک مرتبہ آپ کو اطلاع فرمائی کہ فلاں تاریخ کو میں عرس کے موقع پر صفی پور شریف پہنچ رہا ہوں،آپ بھی وہاں آجاتے تو اچھا رہتا۔حسبِ فرمائش مقررہ تاریخ پر آپ صفی پور شریف حاضر ہوگئے۔حضرت اقدس آپ کو ہمراہ لے کر اپنے پیرومرشد حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس اللہ سرہٗ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوئے۔حضرت اقدس پیرومرشد و دیگر حضرات اندرون روضہ تشریف لے گئے مگر آپ مؤدب دست بستہ باہر چوکھٹ پر کھڑے رہے۔تھوڑے وقفے کے بعد حضرت روضہ شریفہ سے باہر تشریف لائے اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:''ماشاءاللہ ماشاءاللہ! آپ کو سرکار کی بارگاہ سے''لاہوتی''اور''محبوب الٰہی گیسو دراز'' کا لقب عطا ہوا ہے۔''

پھر برادران طریقت میں جن حضرات سے ملاقات ہوتی،سب سے فرماتے کہ ان سے ملیے،انھیں سرکار کی بارگاہ سے لقب ملا ہے۔

تصانیف

آپ سے نظم ونثر اردو و فارسی میں چند تصنیفات بھی معرض وجود میں آئیں،جن کے اسما یہاں درج ہیں:

۱۔گنجینۂ اسرار (فارسی) ۲۔مرآۃ الاسرار (اردو) ۳۔مثنوی معرفت (فارسی) ۴۔دیوان فارسی ۵۔دیوان اردو ۶۔دیوان ہندی

خلفا

آپ نے متعدد افراد کو اجازت وخلافت سے نوازا۔ چند مشہور حضرات یہ ہیں:

(۱) حضرت مخدوم شاہ صفی اللہ محمدی عرف شاہ نیاز احمد عثمانی (خلف اکبر و جانشین اول)

(۲) حضرت شاہ ظہور اللہ محمدی عرف سید عبداللطیف (۱۳۶۴ھ) پرخاص (کوشامبی)

(۳) حضرت شاہ نعمت اللہ محمدی عرف مولانا سید محمد امین بخاری (۱۳۶۰ھ، کلکتہ)

(۴) حضرت شاہ علیم اللہ محمدی عرف عبدالعلی (۱۳۴۹ھ، نیم سرائے، الہ آباد)

(۵) حضرت شاہ نعیم اللہ محمدی عرف خان بہادر حافظ محی الدین صدیقی (لکھنؤ)

(۶) حضرت شاہ حجت اللہ صفوی عرف سید رحمت علی (۱۳۴۵ھ، بھانے مئو)

(۷) حضرت شاہ بشیر اللہ صفوی عرف بشیر الدین (چھیتے مئو)

تعلیمات

ذیل میں حضرت سلطان العارفین کے چند ارشادات پیش ہیں، جو تذکرۃ الاصفیا (حصہ سوم) سے ماخوذ ہیں:

* اگر تمہارا اَثر دوسروں پر نہ پڑے تو کم از کم دوسروں کا اَثر تم پر تو نہ پڑے۔

* خرقۂ درویشی، اللہ کے شیروں کا لباس ہے۔ جو شخص اس لباس کو پہنے اس کو اللہ کا خوف کرنا چاہیے۔ ایک ٹکڑا روٹی کے لیے در بدر ہو کر اس (فقر و درویشی) کو ذلیل نہ کرانا چاہیے۔ اس کو پہن کر مرد خدا بننا چاہیے نہ کہ طالب دنیا۔

* والدین کی خدمت کو ترک کرنا، خدا کے قہر کا سبب ہوتا ہے۔

* دوسروں کی حاجت روائی کرے لیکن اپنی حاجت دوسروں کے سامنے پیش نہ کرے۔

* طریق عشق میں دلیل و برہان کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ حکم خدا و رسول و مرشدین مجتہدین کافی ہوتا ہے۔

* کسی سے اپنی عزت کی خواہش نہ رکھے تا کہ دل پر نورِ الٰہی وارد ہو۔

وصال

سلطان العارفین قدس سرہٗ نے صرف ۴۱/۴۲ سال کی عمر پائی۔ عاشورۂ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ/ اپریل ۱۹۰۲ء کے بعد سے سلسلۂ امراض شروع ہوا اور طبیعت دن بہ دن مضمحل ہوتی گئی۔ وقتی افاقہ ہوتا لیکن مکمل آرام نہ ہوا۔ بالآخر ۱۸/ذوالقعدۃ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۶/فروری ۱۹۰۳ء سہ شنبہ کے روز بوقت صبح صادق آپ واصل بحق ہوئے۔

آپ کا وصال آپ کے پیر و مرشد کی حیات میں ہوا۔ جس وقت آپ نے پردہ فرمایا اس وقت آپ کے پیر و مرشد نے فرمایا: ''آج میری کمر ٹوٹ گئی۔''

آپ کے حسب خواہش آپ کے معالج، الٰہ آباد کے مشہور عالم و طبیب مولانا حکیم سید مسیح الدین قادری رحمہ اللہ (۱۳۳۳ھ) نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مزار مبارک خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں شریف میں مرجعِ خلائق ہے۔

قطعۂ تاریخ

از حضرت نعیم اللہ شاہ عرف خان بہادر حافظ محیی الدین لکھنوی

شاہِ عارف صفی ولیِ حق — زین جہان چون بہ اوجِ قدس رسید
بود مستِ الست ہموارہ — زان شرابِ طہور سیر چشید
در مقامِ حریمِ مقعدِ صدق — جلوۂ حق بہ دیدۂ حق دید
ہیژدہ بود از مہِ ذیقعد — صبحِ صادق چو روئے فجر دمید
سالِ وصلش چو جستم از ہاتف — از وفورِ طرب چو گل خندید
ترکِ حرفِ دوئی نمود سپس — گفت: قربِ عظیم سالِ مجید
نظم کرد این نعیم از سرِ صدق — بہرِ انعام و اختصاصِ مزید

اولاد امجاد

سلطان العارفین کے اخلاف میں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔

(۱) محتسب العارفین مخدوم شاہ صفی اللہ محمدی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی نیاز احمد اور لقب صفی اللہ شاہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۸؍رمضان ۱۳۰۵ھ مطابق ۹؍جون ۱۸۸۸ء شنبہ کے روز ہوئی۔ حضرت سلطان العارفین کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے اور آپ کے مرید وخلیفہ اور جانشین ہوئے۔ اکابرِ سلسلہ نے آپ کو اپنے خانوادے کا ''شیرنر'' کہہ کر مخاطب کیا۔

۲۸؍شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۲؍اپریل ۱۹۵۵ء جمعہ کے روز وصال فرمایا۔ پسماندگان میں چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی زوجہ جناب سید مجیب احمد صاحب مرحوم (مدفون کراچی) تھے۔ صاحب زادگان کے اسما حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت شاہ نہال عارف عرف حکیم آفاق احمد (۱۹۰۹-۲۰۰۱ء، خانقاہ عالیہ عارفیہ)

۲۔ جناب صابر حسین صاحب (۱۹۱۷-۱۹۸۲ء، کراچی، پاکستان)

۳۔ جناب امتیاز احمد عثمانی ملقب بہ شاہ الہام صفی (۱۹۲۸-۲۰۱۱ء، کراچی)

۴۔ مخدومی جناب انیس احمد عثمانی مدظلہ (پ: ۱۹۳۲ء، ساکن کراچی)

(۲) حجۃ العارفین مخدوم شاہ احمد صفی محمدی خادم محمد صفوی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی خادم محمد عرف ریاض احمد ہے۔ ولادت باسعادت ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے وصال کے وقت آپ ۶-۷ سال کے تھے۔ والد ماجد سے شرف بیعت حاصل تھا اور اجازت وخلافت اپنے برادر گرامی سے تھی۔ اپنے اسلاف کی سیرت وصورت کے مکمل آئینہ دار تھے۔ اپنے بزرگوں کی روش سے بال برابر بھی تجاوز گوارا نہ تھا۔ برادر گرامی کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے۔

طویل مدت تک خلق خدا کو فیض یاب فرمانے کے بعد ۱۵؍محرام الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۶؍دسمبر ۱۹۷۹ء پنجشنبہ کے روز دار باقی کی جانب کوچ فرمایا۔

جانشینی

حضرت مخدوم شاہ احمد صفی محمدی خادم محمد صفوی قدس سرہ نے اپنے بھتیجے وخلیفہ مخدومی حکیم شاہ آفاق احمد صاحب رحمہ اللہ کے صاحب زادے مخدومنا ومولانا عارف باللہ شاہ احسان اللہ محمدی صفوی معروف بہ شیخ ابوسعید حفظہ اللہ ورعاہ کو حضرت سلطان العارفین کے عرس مبارک کے موقع پر ۱۸/ذوالقعدۃ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۱/ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو بیعت فرما کر اجازت وخلافت سے نوازا اور اپنا جانشین مقرر کیا۔

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

آپ کی ولادت اپنے آبائی وطن سید سراواں (ضلع الہ آباد) میں ۵/محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲/اگست ۱۹۵۷ء بروز جمعہ کو ہوئی۔

والد ماجد حکیم آفاق احمد عثمانی (۱۹۰۹-۲۰۰۱ء) نبیرۂ سلطان العارفین مخدوم شاہ عارف صفی محمدی صفوی قدس سرہ، ایک حاذق حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ دل درویش بھی تھے۔ حضرت داعی اسلام نے والد ماجد اور خانوادہ کے اکابر کی آغوش میں تربیت پائی۔ آپ کی پرورش وتربیت میں سب سے اہم نام آپ کی خالہ محترمہ اہلیہ جناب شکیل احمد عثمانی (۱) رحمہا اللہ تعالیٰ کا ہے۔

---

(۱) حضرت شکیل احمد عثمانی (۱۹۱۷-۳/مارچ ۲۰۱۵ء) بن شیخ صفات اللہ (۱۹۴۰ء)، سید سراواں کے شرفا میں ایک ممتاز ومنفرد نام ہے۔ اپنے اعلیٰ ذوق، شائستگی اور ذوق وشوقِ عبادت میں مثال تھے۔ آپ کے برادر گرامی جناب طفیل احمد شمیمی (۱۹۰۳-۱۹۵۰ء) بلند پایہ ادیب وشاعر تھے اور حضرت اصغر گونڈوی (۱۹۳۶ء) کے خاص فیض یافتگان میں سے تھے۔ حضرت شکیل احمد عثمانی کا عقد ان کی حقیقی پھوپھی زاد بہن منفوسہ بی بی بنت شیخ مسعود احمد عثمانی رحمہا اللہ سے ہوا۔ منفوسہ بی بی (م ۲۸/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء) اپنی خوش خُلقی، سلیقہ مندی اور اقربا پروری وغربا نوازی کی وجہ سے پورے خاندان میں معزز ونیک نام تھیں۔ آپ چوں کہ لاولد تھیں اس لیے اپنی بڑی بہن زوجہ حضرت حکیم آفاق احمد کے چوتھے صاحبزادے (مرشد گرامی شیخ ابوسعید مدظلہ) کو اپنا بیٹا مان کر ان کی پرورش فرمائی اور ان کی تعلیم وتربیت اور ناز برداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

ابتدائی تعلیم اور میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں قدم رکھا، یہاں P.U.C. کرنے کے بعد بی اے آنرس (فارسی زبان وادب) سے ملتحق ہوئے اور ۱۹۸۰ء تک تعلیمی مشغولیت جاری رکھی۔ علی گڑھ کے دوران تعلیم ہی آپ کے والد ماجد کے حقیقی عم مکرم حجۃ العارفین شاہ خادم محمد احمد صفی محمدی صفوی نے سلطان العارفین مخدوم شاہ عارف صفی محمدی کے عرس مبارک کے موقع پر بیعت فرما کر سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے نوازا اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء میں آپ نے خانقاہ عالیہ عارفیہ کے احاطے میں جامعہ عارفیہ کی بنیاد رکھی جس نے ایک علمی، فکری، روحانی اور تعمیری ادارے کی حیثیت سے ملک و بیرون ملک اپنی شناخت قائم کی۔ ۲۰۰۸ء میں آپ نے شاہ صفی اکیڈمی قائم کی جس کے تحت اسلامیات خصوصاً تصوف پر قدیم وجدید لٹریچر کی اشاعت جاری ہے۔ علاوہ ازیں آپ درجنوں مدارس کی سرپرستی اور اعانت فرما رہے ہیں۔ مساجد کی تعمیر، غربا پروری اور علمی و تحقیقی کاموں سے آپ کو خاص شغف ہے اور آپ کا شب و روز انھی کاموں سے عبارت ہے۔

عہدِ ارشاد حضرات مشائخ خانقاہ عالیہ عارفیہ

(۱) حضرت سلطان العارفین: ۱۲۹۸ تا ۱۳۲۰ھ/ ۱۸۸۵ تا ۱۹۰۳ء

(۲) حضرت محتسب العارفین: ۱۳۲۰ تا ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۰۳ تا ۱۹۵۵ء

(۳) حضرت حجۃ العارفین: ۱۳۷۴ تا ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۵۵ تا ۱۹۷۹ء

(۴) حضرت داعی اسلام: ۱۴۰۰ تا حال/ ۱۹۷۹ تا حال

اللہ رب العزت حضرت پیرومرشد گرامی کا سایۂ عاطفت دراز فرمائے۔

چمنے کہ تا قیامت گل او بہار بادا
صنمے کہ بر جمالش دو جہان نثار بادا

○○○

حضرت شاہ شمشاد صفی محمدی عرف غلام صفی قدس سرہ

(۱۲۸۸-۱۳۶۳ھ/۱۸۷۱-۱۹۴۴ء)

آپ قدوۃ العارفین حضرت مخدوم شاہ قل ہو اللہ محمدی صفوی عرف شیخ عبدالغفور بارہ بنکوی کے خلفِ اصغر تھے۔ والدِ بزرگوار نے آپ کو اپنے پیرومرشد کے جانشین حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف امیر احمد صفوی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کرایا، تعلیم وتربیت اور تلقین والد ماجد نے خود فرمائی اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر لکھنؤ کے محلہ بادشاہ نگر میں استقامت کا حکم فرمایا، چنانچہ ابتدا میں آپ نے وہاں متوکلاً علی اللہ قیام کیا۔

آپ اپنے والدِ بزرگوار کی طرح بہت خلیق، منکسر المزاج اور بُردبار تھے اور احکام شرعیہ وآدابِ طریقت کے بے حد پابند تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور نہایت نرمی سے ہم کلام ہوتے۔ لوگوں کی گفتگو کو بہت غور اور اطمینان سے سماعت کرتے اور تسلی بخش جواب سے نوازتے۔ ہر وقت آداب کا خیال رکھتے، حتی کہ حاضر وغائب ہر شخص کا نام لیتے وقت شروع میں بھیا اور آخر میں صاحب ضرور لگاتے، خواہ وہ عمر و مرتبے میں بہت کم ہوتا۔ آپ کی نرم کلامی اور سحر بیانی سے لوگ مسحّر ہوجاتے تھے۔ جب آپ ہم کلام ہوتے تو ہر شخص گوش برآواز رہتا کہ آپ مزید کیا فرمائیں گے۔ نہایت سادگی پسند تھے اور نمود ونمائش سے مکمل پرہیز کرتے تھے۔

آپ کی توجہ میں بہت اثر تھا۔ ایک مرتبہ سید سراواں شریف عرس کے موقع پر تشریف فرما تھے۔ ایک ان پڑھ خاتون حاضر خدمت ہوئی، جس کا نوجوان لڑکا قریب ہی فوت ہوا تھا، جس کی وجہ سے وہ خاتون بہت غمزدہ تھی، اس نے اپنے لڑکے کی وفات کا ذکر آپ سے کیا اور بے تاب ہوکر رونے لگی، آپ نے تسلی دیتے ہوئے بہت شفقت سے اس سے فرمایا کہ دنیا میں جو آتا ہے، اس کو بہر صورت جانا ہے، اتنے انبیا اور اولیا دنیا میں تشریف لائے لیکن وہ حضرات بھی دنیا سے رخصت ہو گئے، پھر ہم تم کس شمار میں ہیں! آج نہیں تو کل سب کو جانا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی جو ہوا، پریشان نہ ہونا چاہیے، صبر وسکون نہ کھونا چاہیے، جہاں جانا ہے وہاں کی تیاری میں لگا رہنا چاہیے۔

اس قسم کی باتیں بیان کیں اور باطن سے اس پر ایسی توجہ فرمائی کہ جب وہ خاتون آپ کے پاس سے رخصت ہوئی اور دوسری خواتین کے پاس گئی تو کہنے لگی کہ میاں صاحب نے مجھ کو ایسا سمجھایا کہ میں سب بھول گئی، میرا دل اطمینان سے بھر گیا، اب میں اللہ کی یاد میں ہی زندگی گزاروں گی۔

آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ جاں نثار صاحبان استطاعت متوسلین کے باوجود ساری عمر کچے مکان میں معمولی چھپر کے نیچے رہ کر گزاری اور کسی سے ایک پیسہ بھی طلب نہیں کیا۔ اکثر فاقوں کی نوبت آجاتی مگر آپ مع اہل خانہ صبر وشکر کے ساتھ رہتے اور کسی پر ظاہر نہ فرماتے۔

کوئی مہمان آجاتا تو بلاسود قرض لے کر مہمان نوازی فرماتے اور جب فتوحات حاصل ہوتیں تو قرض ادا کرتے۔ معاملات خصوصاً لین دین میں بہت صفائی رکھتے اور اس کی سخت تاکید بھی فرماتے تھے۔

آپ کو سماع کا بے حد ذوق تھا، عالمِ وجد وکیف میں رقص بھی فرماتے تھے۔

خلفا

(۱) حضرت مواہب اللہ شاہ عرف خادم علی میاں (داماد)، صفی پور شریف
(۲) حضرت عنایت اللہ شاہ عرف منشی فضل کریم صاحب (بیگم سرائے، الہ آباد)

وصال

آپ کا وصال ۲۰؍رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ/ ۱۰؍ستمبر ۱۹۴۴ء بروز یکشنبہ ہوا۔ مزار مبارک آپ کے عم مکرم حضرت شاہ محبوب صفی قدس سرہٗ کے پہلو میں پھلواری شریف منڈیاؤں (جانکی پورم، لکھنؤ) میں ہے۔(۱)

حضرت شاہ رحمت صفی عرف شیخ محمد اجمل قدس سرہٗ

آپ کے بعد آپ کے چھوٹے داماد حضرت شاہ رحمت صفی عرف شیخ محمد اجمل قدس سرہٗ جانشین ہوئے۔ حضرت شاہ محمد اجمل بن محمد وجیہ رحمہما اللہ کسمنڈی کلاں (لکھنؤ) کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والدین تکیہ کاظمیہ کاکوری شریف سے نسبت ارادت رکھتے تھے، آپ نے بھی ابتدا میں وہاں کے بزرگوں سے تعلیم پائی۔ بعد میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں مولوی تک تعلیم حاصل کی۔ فارسی کی اچھی لیاقت رکھتے تھے، بہ قدر ضرورت عربی سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔

آپ حضرت مواہب اللہ شاہ عرف خادم علی میاں سے بیعت ہوئے اور انہیں سے اجازت وخلافت پائی۔ آپ کا عقد حضرت شاہ شمشاد صفی قدس سرہٗ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا، اس طرح اپنے پیر ومرشد کے ہم زلف بھی ہوئے۔

اجمل میاں صاحب فقر وتوکل اور سادگی میں نمونۂ اسلاف تھے۔ احکام شرع اور آداب طریقت پر سختی سے کاربند تھے اور متعلقین کو بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے۔

---

(۱) تذکرۃ الاصفیا: ۲/ ۱۶۷-۱۸۰

ایک یادگار ملاقات

آخری زمانے میں آپ پر استغراق کا عالم رہا ۲۰۱۱ء میں مولف کتاب اپنے مرشد گرامی حضرت داعی اسلام کے ہمراہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دینے کے بعد، جانکی پورم منڈیاؤں، حضرت اجمل میاں علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت آپ صاحب فراش تھے اور آپ پر استغراقی کیفیت غالب تھی۔ جب آپ کے صاحبزادے محترمی محمد میاں صاحب نے بتایا کہ حضرت داعی اسلام آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ آپ کہاں تھے؟ ہم آپ کا حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب کی درگاہ میں انتظار کررہے تھے۔

جواب میں مرشد گرامی نے فرمایا کہ ہم بھی درگاہ حضرت مخدوم شاہ مینا میں ہی تھے، آپ کہاں تھے؟ اس پر حضرت اجمل میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم مسجد میں تھے۔ یہ کہا اور پھر آپ نے کروٹ لی اور خاموش ہو گئے۔

ابھی یہ یادگار ملاقات اختتام پذیر ہی ہوئی تھی کہ تیز بارش ہونے لگی، مکان کچا تھا، فقر و توکل کی شہادت دے رہا تھا، چھپر ٹپکنے لگا، کھڑے ہونے کی محفوظ جگہ نہ تھی۔ اس وقت دل و دماغ حضرت اجمل میاں قدس اللہ سرہ کی بزرگی اور زہد و توکل کی شہادت دے رہے تھے۔

جب بارش کچھ تھمی تو حضرت مرشد گرامی کا اشارہ ہوا اور ہم لوگ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ واپسی میں مرشد گرامی نے فرمایا کہ حضرت اجمل میاں ہمارے شیخ تربیت ہیں، ان کی مجلسی گفتگو سے نفس کی تربیت ہوتی ہے۔اس وقت ان پر استغراق کا غلبہ ہے۔

وصال

حضرت شاہ اجمل میاں کا انتقال ۹ رشعبان ۱۴۳۲ھ/ ۱۲ر جولائی ۲۰۱۱ء کو ہوا۔ خانقاہ مجوبیہ پھلواری شریف منڈیاؤں میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت اجمل میاں نے مرشد گرامی داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی کے مشورے پر اپنے پوتے مکرمی مولانا محمد عمران صفوی کو ۶/ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ/ ۱۹/ فروری ۲۰۱۰ء کو بیعت فرما کر اجازت وخلافت عطا کی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ مراسمِ خلافت کی ادائیگی حضرت اجمل میاں صاحب نے حضور داعی اسلام کے دست مبارک سے ہی کرائی۔

○○○

حضرت سید محمد احسان علی عرف کملی شاہ صفوی قدس سرہ

(۱۲۵۷-۱۳۵۵ھ/ ۴۲-۱۸۴۱-۱۹۳۶ء)

حضرت سید محمد احسان علی بن سید معصوم علی کی ولادت تقریبا ۱۲۵۷ھ/ ۴۲-۱۸۴۱ء میں یوپی کے معروف شہر میرٹھ میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب ایران کے مشہور بزرگ اور سلاطین صفویہ کے جد اعلیٰ سید صفی الدین اردبیلی (۶۵۰ - ۷۳۵ھ) کے واسطے سے رسول گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ والد بزرگوار سید معصوم علی بھی صاحب نسبت بزرگ تھے اور حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی کے دست گرفتہ تھے۔(۱)

علوم ظاہری اور طب کی تکمیل کے بعد آپ فوج میں داخل ہوئے اور بہت جلد ترقی کر کے رسالدار کے عہدے پر پہنچے۔ نوجوانی میں عشقِ مجازی میں گرفتار ہو گئے، یہ عشق بزرگوں کے فرمان المَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃ (مجاز، حقیقت کا پل ہے) کے عین مطابق آپ کے لیے عشق حقیقی کا سبب بنا، والد ماجد کے حکم پر حضرت عین اللہ شاہ عرف خلیل میاں کی خدمت میں صفی پور شریف حاضر ہوئے، پیر و مرشد کی نسبتِ عالیہ کا فیض ملتے ہی دل کی دنیا بدل گئی۔ ۱۸ر سال تک شب و روز پیر و مرشد کی خدمت کرتے رہے اور راہِ سلوک طے کرتے رہے۔ بالآخر کامل و مکمل ہو کر اجازت و

---

(۱) انوار احسانیہ، ص ۳۷۔ مؤلفِ انوارِ احسانیہ سے سید معصوم علی میرٹھی کو مخدوم شاہ خادم صفی محمدی کا خلیفہ لکھنے میں غلطی واقع ہوئی ہے۔ حضرت صاحب کے صرف ۴۲ر خلفا تھے، جن کے اسما و احوال آپ کے ملفوظات میں درج ہیں، اس کتاب میں بھی ان کے اسما (ص: ۱۶۷ تا ۱۶۹) درج کیے جا چکے ہیں۔

خلافت سے سرفراز ہوئے اور ’’کملی شاہ‘‘ لقب عطا ہوا۔ پھر پیر و مرشد کی طرف سے سیر و سیاحت کا حکم ہوا، آپ نے مختلف شہروں میں جا کر وہاں آرام فرما بزرگوں کی زیارت کی اور کسب فیض کیا۔

حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا، اس کے بعد بغداد شریف حاضر ہوئے اور ایک عرصے تک قیام کیا۔ صاحبِ سجادہ حضرت سید ابراہیم بن سید مصطفیٰ قادری بغدادی قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت بھی حاصل ہوئی۔

آپ کے پیر و مرشد حضرت عین اللہ شاہ خلیل میاں کی آپ پر خاص نظرِ عنایت رہی۔ پیر و مرشد نے آپ سے فرمایا تھا کہ ’’ہمارا تمہارا ساتھ قیامت تک رہے گا‘‘۔(۱)

آپ کا وصال یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ/۲۱؍جولائی ۱۹۳۶ء بروز سہ شنبہ کو چونا بھٹی سائن (ممبئی) میں ہوا۔ وہیں آپ کی خانقاہ میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت شاہ نعیم اللہ عرف عین اللہ شاہ رحمہ اللہ
(۱۳۴۷-۱۴۲۸ھ/۱۹۲۸-۲۰۰۷ء)

حضرت بابا عین اللہ شاہ بن حضرت کملی شاہ رحمہا اللہ اپنے دادا پیر کی دعاؤں کا ثمرہ تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے عالمِ پیری کی اولاد ہیں۔ والد کے یہاں ۱۴؍ بیٹے ہوئے جن میں سوائے آپ کے سب کا کم سنی میں انتقال ہو گیا۔

بابا عین اللہ شاہ ۸؍سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت والد ماجد کے مرید و خلیفہ حضرت حبیب اللہ شاہ عرف منشی محمود قدس سرہٗ (م: ۵؍ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء) نے فرمائی اور سخت ریاضت و مجاہدے کے بعد بیعت فرما کر اجازت و خلافت عطا کیا۔ حضرت سید شاہ ضیاء الدین رحمانی نقش بندی (پ:

---

(۱) انوارِ احسانیہ، ص ۸۲

۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء) روایت کرتے ہیں:

''حضرت بابا سید عین اللہ شاہ صفوی نے اس کمترین سے جدہ میں فرمایا تھا کہ مجھ کو حضرت سید شاہ یٰسین قلندر (م ۱۱۶۶ھ بلگرام) سے فیض اویسی حاصل ہے۔''

بابا نے مرشدان عظام کی توجہ اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے وہ کمال حاصل کیا کہ خلق خدا کے مرجع ہو گئے۔ آپ کی ذات سے بمبئی و اطراف میں بڑی تعداد میں لوگ فیض یاب ہوئے۔ جن حضرات کو آپ سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے، وہ آپ کے حُسنِ خلق، جذبۂ ایثار، خدمتِ خلق اور استغنا و بے نیازی کے معترف و مدّاح ہیں۔ حضرت سید شاہ ضیاءالدین رحمانی رقم طراز ہیں:

''راقم الحروف کا تقریباً ۳۰/سال (۱۹۷۷-۲۰۰۷) کا ساتھ رہا ہندوستان کے علاوہ جدہ میں بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، حضرت [بابا عین اللہ شاہ] کی دلنشیں گفتگو نے ہمیشہ مسحور اور گرویدہ رکھا۔ اثنائے گفتگو آیات قرآنی، احادیث رسول اور ملکی سیاست، طب، علم جفر، علم الاعداد، روحانیت، تاریخ، سائنس، علم الحیوانات، شجر کاری سے متعلق معلومات، جڑی بوٹیوں کے فوائد، عالمی سیر و سیاحت کے تذکرے، ارض مقدس اور در حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی وجدانہ کیفیات کے واقعات، بزرگان دین کے آستانوں کی قدم بوسیاں، زندگی میں رونما ہونے والے مختلف حادثات، دیگر مذاہب کی اہم شخصیات سے ملاقاتوں کی یادیں، مشاہیر عالم کے حالات، لاعلاج امراض کا درمان، خود اپنے لیے، ساتھ میں دوسروں کے کام آنے والے طبی مشورے اور نسخے، روحانی علاج، اسی دوران کچھ پند و نصائح اور احتیاطی تدابیر، فارسی اور اردو اشعار کا برمحل استعمال؛ غرض صدہا موضوعات پر حضرت بابا کا بے تکان اظہار خیال۔ اس طرح محویت میں کئی گھنٹے ان کی صحبت میں گذر جاتے، لیکن

اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔‘‘(۱)

مرشد گرامی داعی اسلام سے آپ کی متعدد ملاقاتیں تھیں۔ ہر دو حضرات ایک دوسرے سے بے حد محبت اور تعظیم فرماتے رہے۔

بابا عین اللہ شاہ کا وصال یکم رجب ۱۴۲۸ھ/ ۱۶/ جولائی ۲۰۰۷ء بروز دوشنبہ کو ہوا۔ والد ماجد کی خانقاہ میں ہی آپ کا مزار ہے۔

بابا کے صاحبزادے سید جاوید مصطفیٰ صاحب مخلوقِ خدا کی خیر خواہی اور غربا پروری میں اپنے والد بزرگوار کے نقشِ قدم پر ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے ہیں: سید محمد تقی اور سید احسان جامی۔ مؤخر الذکر اپنے جد امجد کے جانشین ہیں۔

بابا کے خلفا میں سے چند حضرات کے اسما درج ہیں:

جناب سید شاہ نذیر الدین محیی الدین (پونہ، مہاراشٹر)، مکرمی جناب انعام اللہ شاہ عرف حاجی مقصود حسین صفوی (ساکن پریل ممبئ)، حافظ شاہ خلیل (نگینہ، بجنور)، جناب عبد الرزاق بابا (امریکہ)، خواجہ عبد الکریم بن خواجہ سلیمان قادری (۲)۔

---

(۱) الاحسان-۶، ص ۱۹۳

(۲) الاحسان-۶، ص ۱۹۸

حضرت ہدایت شاہ صفوی رام پوری قدس سرہ

(م: ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء)

حضرت ہدایت شاہ کا نام سید حشمت علی عرف ننھے میاں ہے۔ حضرت ہدایت شاہ کی ولادت رامپور میں ہوئی، وہیں پرورش پائی۔ آپ سیدنا امام زید شہید رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ والد ماجد حافظ سید ظہور علی صاحب بھی صالحین میں سے تھے۔

حضرت سید حشمت علی عرف ننھے میاں مرشد کامل کی تلاش میں مرادآباد ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے فرمایا کہ آپ کا حصہ حضرت مراداللہ شاہ کے پاس ہے، چنانچہ آپ قصبہ محمدی شریف (لکھیم پور) حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت ارادت سے مشرف ہوکر سخت مجاہدے اور ریاضت کے مراحل سے گزرے۔ شیخ نے تکمیل سلوک فرما کر اجازت وخلافت سے نوازا اور ہدایت شاہ لقب عطا کیا۔ آپ سے شہر رامپور و اطراف میں خلقِ خدا کو خوب فیض پہنچا۔ آپ کا وصال ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ مزار مبارک خانقاہ صفویہ ہدایتیہ رام پور میں ہے۔

حضرت ہدایت شاہ کے بعد ان کے بھتیجے اور مرید وخلیفہ حضرت سید محبوب علی شاہ (م ۱۳/ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) جانشین ہوئے۔ اب حضرت سید محبوب علی شاہ کے صاحبزادے اور مرید وخلیفہ قاضی شہر وخطیب جامع مسجد رامپور مولانا مفتی سید احمد علی عرف خوشنود میاں چشتی صفوی حفظہ اللہ سے سلسلۂ ارشاد جاری ہے۔ ○○○

حضرت شاہ دانش علی علیہ الرحمہ

(۱۳۰۰-۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)

خانقاہ حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس اللہ سرہٗ (مجھگواں شریف) کے سجادہ نشین حضرت شاہ فیض خادم عرف دانش علی بن شیخ مصاحب علی رحمہ اللہ خانقاہ صفویہ کے بارہویں سجادہ نشین حضرت شاہ خادم محمد صفوی کے مرید وخلیفہ تھے، نیز آپ کو اپنے دادا پیر حضرت مخدومنا شاہ محمد عزیز اللہ عزیز صفی پوری سے بھی خلافت حاصل تھی۔

صاحبزادگان

(۱) حضرت شاہ عارف علی علیہ الرحمہ (۲) حضرت شاہ آصف علی مدظلہٗ

وصال

حضرت دانش علی میاں کا وصال ۷ جمادی الاولی ۱۳۸۲ھ/ ۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ آپ کا مزار مجھگواں شریف میں مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ کی درگاہ شریف میں ہے۔

حضرت شاہ عارف علی علیہ الرحمہ

(م ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء)

حضرت سلطان عارف علی شاہ علیہ الرحمہ کو ان کے والد ماجد اور پیر ومرشد حضرت شاہ دانش علی علیہ الرحمۃ نے بارہ تیرہ سال کی عمر میں اجازت وخلافت سے نواز کر جانشین

مقرر فرما دیا تھا۔

آپ اپنے زمانے کی ایک منفرد شخصیت تھے جو بظاہر تعلیم یافتہ نہیں تھے مگر باطنی خوبیوں اور خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ظاہری حسن و جمال اور انسانوں کے دکھ درد کو محسوس کرنے والے قلب کے مالک تھے۔ ایثار و قربانی کا جذبہ غالب تھا۔ یہ وہ خوبیاں تھیں جن کو دیکھ کر دیندار سے لے کر دنیا دار تک، عوام و خواص، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، بڑے بڑے ادبا، شعرا اور ریسرچ اسکالرس آپ پر پروانہ وار نثار تھے۔

اردو کی مایہ ناز ناولسٹ قرۃ العین حیدر (۱۹۲۷-۲۰۰۷ء) بھی آپ کی خوبیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ عینی آپا نے اپنے مخصوص ادبی اسلوب و زبان میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز انہوں نے اپنے فوٹو البم ''کف گل فروش'' میں حضرت عارف میاں کے ساتھ گزرے کچھ لمحات کو تصویر کی زبانی قید بھی کیے ہیں۔

اپنی مشہور زمانہ کتاب ''گردش رنگ چمن'' میں سلطان محمد عارف علی میاں صاحب کے بارے میں جو چند مضامین انہوں نے قلم بند کیے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) مارٹین کوٹھی (۲) بن ساگر کے باسی (۳) دریائے نور (۴) روم و تبریز (۵) جنگل میں جگنو (۶) قطب ستارہ وغیرہ۔

حضرت عارف میاں اگرچہ بظاہر تعلیم یافتہ نہ تھے مگر صوفیہ کرام کے فارسی اردو اشعار، ہندی دوہے اور چوپائیاں کافی تعداد میں حفظ تھے۔ قرۃ العین حیدر اپنا مشاہدہ یوں تحریر کرتی ہیں:

> ''ان کو بے شمار اردو فارسی اشعار یاد ہیں۔ اور رامائن کی چوپائیاں اور کبیر کے دوہے۔ ایک سہ پہر حجرے میں فرش پر لیٹے رومی کے اشعار سنا رہے تھے، ہم نے پوچھا: آپ نے فارسی ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہے! کہنے لگے: ''ارے ہم نے اردو ے کون سی پڑھی ہے جو فارسی پڑھتے!'' یقین نہ آیا، بعد میں عربی

باجی سے پوچھا، وہ بولیں: ''راجہ صاحب! اسے علم لدنی کہتے ہیں۔''

حضرت عارف میاں رحمہ اللہ اسم بامسمّٰی تھے۔ معرفت الٰہی سے لبریز اور اللہ کے بندوں کے شریک غم بھی تھے۔ مال و اسباب سے ان کی مدد تو کرتے ہی تھے، ساتھ ہی ان کو معرفت خداوندی سے روشناس کراتے اور رحمت الٰہی سے قریب تر کرنے کی ہمہ وقت کوشش کرتے۔ قرۃ العین حیدر مزید لکھتی ہیں:

''ایک دیہاتی مسلمان حجرے میں داخل ہوا۔ میاں کے قدموں میں بیٹھ کر اپنی داستان الم بیان کرنے لگا۔ سر جھکائے سنا کیے پھر آہستہ سے بولے۔ دیکھو بندر کے بچے کی طرح جو اپنی ماں کو پکڑے رہتا ہے اپنے رب کو پکڑے رہو۔ بلی کا بچہ دیکھا ہے نا! کس طرح اپنے آپ کو اپنی ماں کے سپرد کر دیتا ہے؟ وہ اسے اپنے دانتوں میں دبوچے پھرتی ہے، بچھڑا تھن سے منہ لگاتا ہے اُسے فوراً ماں کا دودھ مل جاتا ہے۔ میاں اس دیہاتی سے اسی کی زبان میں بات کر رہے تھے۔ بہر حال زبردست ماہر نفسیات ہیں۔ یہ صوفیا صدیوں سے عوام کے لیے سائیکٹرسٹ کا فریضہ انجام دیتے ہی رہے ہیں۔ باقی روحانیت وغیرہ اپنے پلے نہیں پڑتی۔''(۱)

وصال

حضرت عارف میاں کا انتقال ۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ کو ہوا۔ دوسرے روز مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ کے احاطۂ درگاہ میں مدفون ہوئے۔

○○○

---

(۱) گردش رنگ چمن، ص: ۵۴۱-۵۴۲

حضرت شاہ سجاد حسین خیرآبادی علیہ الرحمہ

(۱۳۳۵-۱۴۲۰ھ/ ۱۹۱۷-۱۹۹۹ء)

حضرت شاہ سجاد حسین علیہ الرحمہ درگاہ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس اللہ سرہٗ کے تیرہویں سجادہ نشین تھے۔آپ کی ولادت ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء وخیرآباد شریف میں ہوئی۔آپ کے دادا حاجی حسین خیرآبادی صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کا نام سجاد حسین رکھا۔(۱) آپ کی عمر ابھی تین سال ہی تھی کہ والد محترم حضرت شاہ نیاز حسین علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا۔(۲)

آپ کا نسب تیرہ پشتوں کے بعد حضرت وارث الانبیاء والمرسلین مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی قدس سرہٗ کے حقیقی بھائی حضرت شیخ ابو محمد قدس سرہ سے ملتا ہے:

شاہ سجاد حسین بن شاہ نیاز حسین بن حاجی حسین بن امام علی بن شیخ احمد علی بن شیخ مزمل بن شیخ مکمل بن شیخ عظمت اللہ بن دیوان مصطفی بن میاں محی الدین بن شیخ کمال الدین بن حضرت مخدوم سراج الاسلام محمود بن حضرت شیخ ابو محمد (برادر حقیقی حضرت مخدوم شیخ سعد الدین) بن مخدوم قاضی شیخ بڈھن رحمہم اللہ تعالیٰ۔(۳)

---

(۱) سجاد سعد، ص:۶۱

(۲) سجاد سعد، ص:۶۱

(۳) سجاد سعد، ص:۶۲

بیعت واجازت

۹/سال کی عمر میں آپ حضرت شاہ دانش علی میاں (مجھگواں) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ۱۲سال کی عمر میں انہوں نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز کیا۔(۱)

اولاد

آپ کے ۴ صاحبزادے اور ۷ صاحبزادیاں تھیں لیکن تمام صاحبزادگان کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا، ایک صاحبزادی بھی جلد رخصت ہوگئی، ۶ صاحبزادیاں باقی رہیں جن کو آپ نے اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا، ان کی اولاد آپ کا نام روشن کررہی ہیں۔

حضرت شاہ سجاد حسین علیہ الرحمہ کی ان صاحبزادیوں سے ۶/نواسے اور ۹ نواسیاں ہوئیں، جن میں سب سے بڑے مکرمی حضرت محمد ضیاء علوی دام ظلہٗ بن مرحوم مبین علوی ہیں۔ آپ شعروسخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ 'قوس قزح' اور 'قوسین' کے نام سے آپ کے دوشعری مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔

ان کے بعد حضرت شیخ نجم الحسن عثمانی عرف شعیب میاں مدظلہٗ بن مرحوم شمس الحسن عثمانی ہیں، جو آستانہ شریفہ حضرت مخدوم شیخ سعدالدین خیرآبادی قدس سرہ کے موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

حضرت سجاد میاں کے پاس صرف ڈھائی بیگھے زمین تھی جس میں آپ کاشتکاری کرتے اور اسی سے اپنے معاش کا انتظام فرماتے، زمین کی آمدنی سے آپ نے اپنی بچیوں کی پرورش کی، آپ نہایت زاہد ومتوکل تھے، آپ کی زاہدانہ اور متوکلانہ زندگی اخلاف کے لیے نمونۂ عمل ہے۔

---

(۱) سجاد سعد، ص: ۳۰

خلفا

۱۔جناب شاہ عبدالکریم علیہ الرحمہ (سلطانپور)

۲۔جناب سید ضیاءعلوی (خیرآبادشریف)

۳۔جناب شیخ نجم الحسن عثمانی عرف شعیب میاں (سجادہ نشین خیرآبادشریف)

۴۔جناب عشرت علی چشتی (خیرآبادشریف)

وفات

حضرت شاہ سجاد حسین علیہ الرحمہ کا وصال ۱۸؍صفر ۱۴۲۰ھ/ ۳؍جون ۱۹۹۹ءکو ہوا۔حضرت مخدوم صاحب کے روضہ مبارکہ سے متصل اندرون سماع خانہ جنوب مغرب کی جانب آپ کی تدفین ہوئی۔(۱)

○○○

(۱) سجاد سعد،ص:۱۴۷

باب پنجم

سلسلہ صفویہ کے فیض یافتہ علما و مشائخ

عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس اللہ سرہ

(۱۱۵۸-۱۲۲۱ھ/ ۱۷۴۵-۱۸۰۶ء)

سلسلۂ عالیہ قلندریہ کے معروف بزرگ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر بن شاہ محمد کاشف چشتی کاکوروی خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری شریف کے بانی ہیں۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نسباً علوی تھے۔

آپ کے آبا واجداد میں نہایت اولوالعزم اولیا اور علما گزرے ہیں- آپ کے جداعلیٰ حضرت مخدوم قاری نظام الدین معروف بہ شیخ بھکاری (۱) سلسلۂ قادریہ کے مشہور بافیض بزرگ ہیں۔

شاہ محمد کاظم قلندر صوفی وعارف ہونے کے ساتھ بلند پایہ عالم، قادر الکلام شاعر اور ماہر موسیقی بھی تھے۔

---

(۱) آپ کی ولادت ۸۹۰ھ میں ہوئی- آپ مولانا ضیاء الدین محدث مدنی کے شاگرد اور حضرت مخدوم سید ابراہیم ایرجی کے خلیفہ تھے- اکبر بادشاہ آپ سے ملاقات کرنے آتا تھا اکبر کا داماد یعقوب سلطان آپ کا مرید تھا- آپ صاحب تصانیف بزرگ تھے- اصول حدیث، تصوف پر آپ کی کتابیں موجود ہیں- آپ کے مفصل حالات کشف المتواری فی حال نظام الدین القاری (مصنفہ حضرت شاہ تراب علی قلندر) میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر حافظ شبیب انور علوی نے اس مفید کتاب کو اردو ترجمہ اور تعلیقات کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ ۸/ذی قعدہ ۹۸۱ھ کو حضرت شیخ بھکاری کا وصال ہوا۔ مزار مبارک کاکوری میں ہے-

ولادت اور تعلیم و تربیت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷؍رجب المرجب ۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء کو کاکوری ہی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حافظ عبد العزیز اور مولانا محمد حمید الدین کاکوروی سے حاصل کی۔ ملا غلام یحییٰ بہاری اور ملا حمد اللہ سنڈیلوی سے تکمیل علوم فرمائی۔ روحانی کمالات کے حصول کی خاطر اپنے پیرومرشد حضرت سید شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی (۱) کی خدمت میں دس سال گزارے۔ پھر شیخ نے آپ کو سلاسل سبعہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور ''صاحبِ سرّ'' اور ''عارف باللہ'' کے لقب سے ملقب کیا۔

عالم معاملہ میں آپ نے قطب العالم مخدوم شاہ مینا لکھنوی اور حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہما سے اخذ فیض کیا۔ (۲)

مخدوم گرامی حضرت مولانا حافظ شاہ تقی انور قلندر کاکوروی (پ: ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء) رقمطراز ہیں:

''ایک بار آپ نے حضرت مخدوم شاہ صفی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی، انہوں نے آپ کو ایک تسبیح اور سلسلۂ چشتیہ و دعائے سیفی کی اجازت دی۔'' (۳)

اولاد

(۱) حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر (خلف اکبر و جانشین) (۱۱۸۱-۱۲۷۵ھ)

(۲) حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر (۱۱۸۵-۱۲۲۶ھ)

---

(۱) کلیدِ عرفاں حضرت سید شاہ باسط علی بن شاہ محمد ماہ قلندر (۱۱۱۴-۱۱۹۶ھ)، سلسلہ قلندریہ کے عظیم مشائخ میں سے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف بزرگ تھے، آپ کا مزار مبارک موضع دملگڈھ پھول پور (الہ آباد) میں ہے۔ آپ کے خلفا میں شاہ محمد کاظم قلندر، شاہ عبد القادر جون پوری، شاہ فضل علی، شاہ حفیظ اللہ میٹھوی وغیرہم تھے۔ تفصیل کے لیے اذکار الابرار (از شاہ تقی حیدر قلندر) دیکھیں۔

(۲) تذکرۂ حبیبی، ص: ۹۳

(۳) تذکرۂ گلشن کرم، ص: ۳۰

(۳) حضرت شاہ حکیم باسط قلندر (م ۱۲۳۵ھ)

تصانیف

(۱) رسالہ معمور داشتن اوقات (حضرت شاہ تراب علی قلندر نے مطالب رشیدی میں اسے مکمل نقل فرمایا ہے۔)

(۲) نغمات الاسرار معروف بہ سانت رس (بھاشا زبان کی ٹھمریوں وغیرہ میں حقائق و معارف کا بیان ہے۔ اس کا اردو ترجمہ وشرح حضرت مولانا حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر قلندر (م ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) نے فرما کر شائع کیا۔)

(۳) مکتوبات (مریدین وطالبین کے نام آپ کے فارسی مکاتیب کو حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) نے جمع فرما کر مفاوضات (۱۳۲۸ھ) کے نام سے شائع کرایا۔)

وصال

ترسٹھ سال کی عمر میں ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء کو آپ نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔(۱) مزار مبارک تکیہ شریفہ کاکوری میں ہے۔

آپ کو اپنے مشائخ سے روحانی سلاسل کی صورت میں جو نعمتیں حاصل ہوئیں وہ تمام آج بھی آپ کی نسبی و روحانی اولاد میں جاری وساری ہیں۔

○○○

---

(۱) الاحسان اردو- ۲، ص: ۲۹۸

مولانا شیخ احمد انوار الحق فرنگی محلی قدس اللہ سرہ

(۱۱۵۰-۱۲۳۶ھ/ ۱۷۳۷-۱۸۲۱ء)

مولانا شیخ احمد انوار الحق بن مولانا شیخ احمد عبد الحق فرنگی محلی رحمہا اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے متبحر عالمِ دین اور با فیض و باکمال عارف وصوفی تھے۔ آپ کے والد ماجد کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔

حضرت مولانا انوار الحق علوم ظاہری میں ملا محمد حسن فرنگی محلی اور مولانا احمد حسین فرنگی محلی کے شاگرد رشید تھے اور بحر العلوم ملا عبد العلی فرنگی محلی سے منتہی کتب کا درس لیا اور ان کے اجلۂ تلامذہ میں شامل تھے۔ والد ماجد سے طریقت کی تعلیم لی اور سترہ سال کی عمر میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کے خلیفہ وجانشین ہوئے۔ آپ نے پوری عمر توکل وتبتّل میں بسر کی۔ (۱)

صفوی فیضان آپ کو غوث الدہر حضرت شاہ قدرت اللہ صفی پوری قدس سرہ سے پہنچا اور آپ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی۔ (۲)

آپ کا وصال ۲۶ شعبان المعظم ۱۲۳۶ھ/ ۲۹ مئی ۱۸۲۱ء بروز سہ شنبہ ہوا۔

○○○

---

(۱) نزہۃ الخواطر: ۳/ ۹۲۹

(۲) افضل الشمائل ترجمہ احسن الخصائل شرح عمدۃ الوسائل، مولانا محمد قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی، ص: ۱۸

مولانا سید شاہ عبدالرحمن لکھنوی قدس اللہ سرہ

(۱۱۶۱-۱۲۴۵ھ/ ۱۷۴۸-۱۸۳۰ء)

حضرت مولانا کا آبائی وطن سندھ ہے، بچپن میں ہی خاندانی طریقے کے مطابق سید محمد صالح نبیرۂ سید محمد محسن شاہ رحمہا اللہ (از اولاد حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ) سے بیعت کی۔ وطن کے علماء ومشائخ سے انیس سال کی عمر تک استفادہ کیا اور پھر مزید علم کی طلب میں وہاں سے کوچ کیا، پہلے قصبہ خیر پور میں حافظ محمد فاضل جو کبارِ علما میں سے تھے، کی خدمت میں رہ کر چار سال تک کتب متوسطات کی تکمیل کی وہاں سے فراغت کے بعد قرب وجوار کے دیگر اساتذہ سے تحصیل علم کے بعد دہلی کا رخ کیا اور وہاں فخرِ جہاں حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ کے مدرسے میں حاضر ہوئے اور حضرت کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کی بارگاہ سے اجازت پا کر رام پور روانہ پہنچے، بحر العلوم ملا عبدالعلی فرنگی محلی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر تکمیل علم کی اور فرغت کے بعد استاد کی ہی اجازت سے درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ نے سیاحت خوب فرمائی اور متعدد مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ ۱۲۰۵ھ میں سفر حجاز کیا، فریضۂ حج ادا کی ادائگی کی اور وہاں کے بزرگوں سے فیضیاب ہوئے۔ محرم ۱۲۰۶ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے اور کافی روز وہاں قیام کیا۔

آپ پر وحدۃ الوجود کا غلبہ تھا، اس نسبت سے اہل علم آپ کو موحّد کے لقب سے

بھی جانتے ہیں۔ اس موضوع پر آپ نے چار رسالے بھی تصنیف فرمائے:

جهد المقل، کاسرۃ الاسنان، کلمۃ الحق اور مفتاح التوحید۔

سلسلہ عالیہ صفویہ میں آپ کو حضرت مخدوم شاہ پیر بخش صفی پوری قدس سرہٗ (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

خانوادۂ صفویہ کے دو اکابر شیوخ کو آپ کی صحبت وتربیت حاصل ہوئی: حضرت مخدوم شاہ غلام زکریا (جو آپ کے خلیفہ ومجاز بھی تھے۔) اور حضرت مخدوم شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہما۔

حضرت مخدوم شاہ محمد حفیظ اللہ قدس سرہ آپ کے متعلق فرماتے تھے کہ ہم نے پوری عمر میں ایک فقیر کو دیکھا ہے۔ نیز آپ ہی کا ارشاد ہے کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی رہے ہوں گے۔(۱)

آپ کے سوانح وملفوظات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب انوار الرحمٰن لتنویر الجنان فارسی زبان میں آپ کے مرید وخلیفہ مولانا محمد نور اللہ رحمہ اللہ کی مؤلفہ ہے۔

آپ کا وصال ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۵ھ/ ۳۰ اپریل ۱۸۳۰ء بروز جمعہ ہوا۔ مزار مبارک لکھنؤ میں ہے۔

○○○

---

(۱) عین الولایت، ص:۳۸

حضرت مولانا سید عبداللہ سنڈیلوی قدس اللہ سرہ

حضرت مولانا سید عبداللہ بن زین العابدین حسینی سنڈیلوی اپنے زمانے کے کبار علماء میں سے تھے۔ آپ نے علومِ متداولہ کی تعلیم علامہ کمال الدین فتحپوری اور ملا حمداللہ سنڈیلوی سے حاصل کی۔ نزہۃ الخواطر میں ہے:

"الشيخ العالم الفاضل عبد الله بن زين العابدين الحسيني السنديلوي أحد العلماء المبرزين في الفقه والأصول والكلام." (۱)

تکملۂ علوم کے بعد آپ نے مسند تدریس کو زینت بخشی اور ایک مدت تک علوم اسلامیہ کی خدمت کی، پھر شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالباسط امیٹھوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ صفویہ نظامیہ کے عظیم صوفی بزرگ عارف باللہ حضرت شاہ قدرت اللہ صفوی قدس سرہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد آپ خلوت نشین ہو گئے۔ آخری عمر میں آپ مجذوب ہو گئے تھے۔ (۲) تذکرہ علمائے ہند میں ہے:

"بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر و بروز جمعہ وقت نماز جمعہ حالت مجذوبانہ بروی طاری

---

(۱) نزہۃ الخواطر، ۶، ص: ۷۵۵

(۲) نزہۃ الخواطر، ۶، ص: ۷۵۵

می شد، سوئے این دو روز در بقیۂ ایام سالکانہ بسر می برد۔"(۱)

ترجمہ: جمعرات کو بعد نماز عصر اور جمعہ کو نماز جمعہ کے وقت آپ پر جذب کی حالت طاری ہو جاتی تھی، ان دو دنوں کے علاوہ باقی ایام سلوک میں گزرتے۔

آپ کا مزار سنڈیلہ کے امرہرہ باغ قبرستان میں ہے۔

○○○

(۱) تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۰۳

حضرت مولانا شوکت علی سنڈیلوی قدس اللہ سرہ

(۱۲۳۴-۱۳۲۰ھ/ ۱۸۱۸-۱۹۰۲ء)

حضرت مولانا حافظ شاہ شوکت علی بن چودھری مسند علی سنڈیلوی، اپنے وقت کے ایک جید عالم اور عظیم صوفی تھے۔ آپ کا شمار سنڈیلہ کے رؤسا میں ہوتا ہے۔
ولادت ۲۱ محرم الحرام ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء جمعرات کو سنڈیلہ میں ہوئی۔

آپ تین سال کی عمر میں ایک مرض کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے آپ کے اعصاب کو شدید نقصان پہنچا اور آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے، لیکن یہ عارضہ آپ کی علمی و روحانی ترقی میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور اپنا علمی و روحانی سفر مسلسل جاری رکھا۔ مولانا سید فقیہ اللہ سنڈیلوی اور مولوی اسرار قل بخاری سے تعلیم حاصل کی، پھر آپ کے جد کریم نے آپ کے لیے استاذ العصر مولانا تراب علی لکھنوی کو بحیثیت معلم سنڈیلے بلایا، جن سے آپ نے فراغ حاصل کیا۔

مولانا سید حسین احمد ملیح آبادی سے بیعت تھے اور انھی سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ آپ کو تین صفوی مشائخ سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہوئی، آپ نے اپنی کتاب ثمرات الانظار میں تمام اجازت نامے اور شجرے درج کیے ہیں:

(۱) حضرت محمد علی شاہ صفی پوری (۱۲۷۸ھ)

(۲) قطب العالم حضرت شاہ خادم صفی محمدی صفی پوری (۱۲۸۷ھ)

(۳) حضرت شاہ نوازش محمد صفی پوری (۱۲۸۹ھ)

مولانا حکیم عبدالحی حسنی رائے بریلوی جنہوں نے اپنے بچپن میں آپ کو دیکھا تھا، آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

فاق أقرانه في الفقه و الأصول و المنطق و الحكمة و العربية، رأيته ببلدتنا راي بريلي حين قدومه لزيارة المشاهد و كنت صغير السن، أنزله خادمه عن السرير و أخذه في حجره، فدخل في مقبرة السيد علم الله النقشبندي. (۱)

فقہ، اصول، منطق وحکمت اور علوم عربیہ میں آپ اپنے ہم عصروں پر فائق تھے۔ بچپن میں مَیں نے انہیں اپنے شہر رائے بریلی میں دیکھا تھا جب وہ مزرات کی زیارت کے لیے آئے تھے، ان کے خادم نے انہیں پلنگ پر سے اتارا اور اپنی گود میں لے لیا، پھر وہ حضرت سید علم اللہ نقشبندی کے روضے میں تشریف لے گئے۔

اسی طرح صاحب تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمن علی کی آپ سے ملاقات تھی۔ انہوں نے آپ کے بارے میں تحریر کیا ہے:

"آپ طلبہ کے درس وتربیت میں مصروف ہیں... راقم [مولوی رحمان علی] کو اس تذکرہ کی تالیف میں حضرت سے مدد کامل ملی، میں ان کا شکریہ ہزار زبان سے ادا نہیں کرسکتا۔ (۲)

آپ کے پاس نفیس کتابوں پر مشتمل ایک عمدہ کتب خانہ تھا۔ آپ نے سنڈیلہ میں ذاتی سرمایے سے ایک مدرسہ "شوکت الاسلام" قائم کیا، جہاں زیر تعلیم طلبہ پر

---

(۱) نزہۃ الخواطر، ۸، ص: ۱۲۴۴

(۲) تذکرہ علمائے ہند۔ ص: ۲۱۶

آپ اپنی دولت خرچ کرتے رہے۔

آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

(۱)حاشية على شرح الجامي(۲) الاستقصاء في الاستفتاء (۳) علم اليقين في مسائل الأربعين (۴) ثمرات الأنظار فيما مضى من الآثار (۵) غاية الإدراك في مسائل السواك(۶) أنوار الهدى في تحقيق الصلاة الوسطى(۷) كشف المستور عن وجه السحور۔ وغیرہ(۱)

وصال

۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں سنڈیلہ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔(۲)

○○○

(۱) تذکرہ علمائے ہند۔ص:۲۱۷۔ونزہۃ الخواطر،۸،ص:۱۲۴۴

(۲) نزہۃ الخواطر،۸،ص:۱۲۴۴

حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی قدس اللہ سرہ

(۱۲۶۶-۱۳۵۵ھ/۱۸۵۱-۱۹۳۶ء)

حضرت مخدوم سید جہاں گیر اشرف سمنانی قدس سرہ کے خانوادۂ فضل وکمال میں تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں حضرت سید شاہ سعادت علی اشرفی کے گھر ایک صاحب زادے کی ولادت ہوئی، جن سے سلسلۂ اشرفیہ کا فیضان پوری دنیا میں بڑے پیمانے پر عام وتام ہوا۔ ان کا نام نامی سید علی حسین، کنیت ابو احمد اور عرف اشرفی میاں ہے۔

حضرت اشرفی میاں نے اپنے برادر گرامی سید شاہ اشرف حسین اشرفی کے دست مبارک پر بیعت کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کو مختلف مشائخ سے ظاہری وباطنی فیوض برکات حاصل ہوئے۔ سلسلۂ صفویہ میں آپ کو عارف باللہ حضرت شاہ عین اللہ عرف خلیل احمد صفی پوری (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔(۱)

آپ کے دو صاحب زادے ہوئے؛ حضرت مولانا سید احمد اشرف اور حضرت مولانا سید مصطفیٰ اشرف رحمہما اللہ تعالیٰ، جو اپنے اسلاف کے روحانی اقدار کے

---

(۱) تحائف اشرفی، ص:۸۵-۸۶

حامل تھے۔ بڑے صاحب زادے کا انتقال آپ کی حیات (۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء) میں ہوگیا تھا، لہٰذا آپ نے اپنے پوتے سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف اشرفی رحمہٗ اللہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

خلفا

آپ کے خلفا میں اکابر علما و مشائخ شامل ہیں۔ چند مشاہیر کے اسما درج ذیل ہیں:

۱-صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی

۲-صدر العلما مولانا غلام جیلانی میرٹھی

۳-مولانا سید ابوالبرکات مفتی اعظم پاکستان

۴-مولانا سید سلیمان اشرف بہاری

۵-مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی

۶-مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی

۷-حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مرادآبادی

۸-مفتی عبدالرشید خان فتح پوری

۹-مولانا غلام قطب الدین برہمچاری

۱۰-مولانا سید دیدار علی محدث الوری-وغیرہم۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وصال

آپ کا وصال ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء کو ہوا۔ مزار مبارک کچھوچھہ شریف میں ہے۔

○○○

حضرت شاہ محمد نعیم عطا سلونی قدس اللہ سرہ

(۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء)

سلون کے مشہور خانوادۂ حضرت شاہ پیر محمد فاروقی سلونی قدس سرہ کے فرد فرید حضرت مولانا شاہ محمد مہدی عطا سلونی (۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) کے فرزند مولانا شاہ محمد نعیم عطا سلونی دور آخر کے نامور بافیض مشائخ میں سے ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد کے مرید وخلیفہ اور جانشین ہوئے۔ آپ کو سلسلۂ صفویہ کا فیض حضرت مخدوم شاہ عین اللہ عرف خلیل میاں صفی پوری سے حاصل ہوا۔

آپ کو علم ظاہر میں بھی کمال حاصل تھا۔ متعدد تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔

آپ کا وصال ۲۲/ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء کو ہوا۔ مزار مبارک سلون میں ہے۔

○○○

باب ششم

مشائخ صفویہ کا اعتقادی اور فقہی مسلک

اعتقادی مسلک

مشائخ مینائیہ صفویہ کے اعتقادی وفقہی مسلک کا بنیادی مصدر وارث الانبیاء والمرسلین حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس سرہ کی مایۂ ناز کتاب، تصوف وسلوک کا دستور العمل ''مجمع السلوک'' ہے۔اس کتاب میں جو عقائد ومسائل اور صوفیانہ مناہج ومباحث ذکر کیے گئے ہیں انہی پر مشائخ صفویہ کے عقیدہ وفقہ اور مسلک ومشرب کی بنیاد ہے۔بعد کے زمانے میں حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کے مرید اور آپ کے خلیفہ شیخ حسین سکندرآبادی کے خلیفہ میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ نے اپنی معروف تصنیف ''سبع سنابل'' میں عقائد و معاملات اور مسلّمات کو نہایت وضاحت کے ساتھ تحریر کردیا ہے۔ان کے بعد زمانۂ قریب کے مشہور عالم وصوفی حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفوی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''عقائد العزیز'' میں خصوصیت کے ساتھ عقائد دین اور مسائل تصوف کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔موخرالذکر دونوں کتابیں بڑی حد تک مجمع السلوک سے ماخوذ ومستفاد ہیں۔

ان تینوں کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صفوی مشائخ کا عقیدہ وہی رہا ہے جو اہل سنت وجماعت کا متوارث چلا آرہا ہے۔ان کا عقیدہ ہر عہد کے تمام تر اعتقادی افراط وتفریط سے پاک اور اعتدال پر قائم ہے، چنانچہ ان کے یہاں نہ تو علم اور علما کی تحقیر ہے اور نہ شریعت کو طریقت سے الگ کرنے کی روایت، نہ رافضیت و تبرائیت ہے اور نہ ہی ناصبیت وخارجیت۔

علم وعمل کی ضرورت

عمل بغیر علم کے سقیم اور علم بغیر عمل کے عقیم (بے نتیجہ) ہے جب کہ علم کے ساتھ عمل ہو تو یہی صراط مستقیم ہے، اسی لیے اس قدر تحصیل علم فرض ہے جس سے بندے کا ایمان وعقیدہ اور عمل درست ہو سکے۔ اتنی بات متفق علیہ ہے اور یہی ان مشائخ کا بھی عقیدہ ہے اور اسی لیے انہوں نے ہمیشہ سالک کے لیے علم کی حاجت پر بہت زور دیا اور کسی بھی طرح علم اور علما کی توہین وتحقیر کو درست قرار نہیں دیا۔ اس سلسلے میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کا ارشاد ''خزانۂ جلالی'' میں یوں منقول ہے:

''صاحب زادے! تمام احکام میں قرآن کی جانب رجوع کرو، اس لیے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب پر حجت ہے۔ علم سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹو، فقہ کا علم حاصل کرو، نہ جاہل اور عام صوفی بنو اور نہ بازاری عالم بنو، اس لیے کہ یہ لوگ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ لَا أَهْلُ الْمَنَابِرِ لَاحْتُرِقَ أَهْلُ الْقُرٰى.

اگر علما نہ ہوتے تو بستی والے جلا دیے جاتے۔

مشائخ کا فرمان ہے:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلِيًّا جَاهِلًا اللہ تعالیٰ نے کسی ولی کو جاہل نہیں رکھا۔''

اس کے بعد حضرت سید السادات مخدوم جہانیاں حضرت جلال الدین بخاری نے فرمایا: وہ درویش جس کے پاس علم نہ ہو اس کو اپنے پیر کی صحبت میں یا کسی دانش مند صالح شخص کی صحبت میں رہنا چاہیے تا کہ راہ سے

بھٹکنے نہ پائے۔"(۱)

حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ فرماتے ہیں:

"یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ راہ سلوک میں علم، بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کے برخلاف جو شخص راحت طلبی اور آرام پسندی پر سلوک کی بنیاد قائم کرنا چاہتا ہے، اس کی بنیاد بہت جلد تباہ ہو جائے گی۔"(۲)

ایک اور مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

"عوام کا ایک گروہ عمل پر علم کی فضیلت کا قائل ہے۔وہ کہتا ہے کہ علم ہونا چاہیے اگر چہ عمل نہ ہو، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ایک گروہ علم پر عمل کی فضیلت کا قائل ہے کہ جب تک عمل نہیں ہوگا مقصد حاصل نہیں ہوگا لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے۔مشائخ نے فرمایا ہے:

الْعِلْمُ وَ الْعَمَلُ مُتَلَازِمَانِ علم و عمل لازم وملزوم ہیں۔

علم بھی چاہیے اور عمل بھی، تاکہ بندہ راہ راست پر قائم اور مومن کامل ہو جائے۔"(۳)

شریعت وطریقت کا تلازم

شریعت وطریقت کے درمیان کوئی تضاد نہیں بلکہ شریعت طریقت کی بنیاد اور طریقت شریعت کا خلاصہ ہے۔اسی لیے امام سیوطی نے اصحاب طریقت کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

---

(۱) خزانۃ الفوائد الجلالیۃ، باب العلم،،،،

(۲) مجمع السلوک۔ج:۱ص:۳۳۵

(۳) مجمع السلوک۔ج:۱ص:۳۴۳،۴۴

”نَعتَقِدُ أَنَّ طَرِيقَ الجُنَيدِ وَ صَحبِہ طَرِیقٌ مُقَوَّمٌ“(۱)

ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام جنید اوران کے اصحاب کا طریقہ مستحکم ہے۔

شیخ قطب الدین دمشقی قدس سرہ (۷۸۰ھ) فرماتے ہیں:

”وَأَجْمَعُوا عَلٰی أَنَّ جَمِیْعَ مَافَرَضَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی العِبَادِ فِي کِتَابِہٖ وَأَوْجَبَہٗ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَرْضٌ لَازِمٌ وَحَتْمٌ وَاجِبٌ لَایَجُوْزُ التَّخَلُّفُ عَنْہُ وَلَایَسَعُ فِیْہِ التَّفْرِیْطُ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، مِنْ صِدِّیْقٍ أَوْ وَلِيٍّ أَوْ عَارِفٍ.“

”صوفیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرض قرار دیا ہے اور جن چیزوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے بندوں اور اپنی امت پر واجب قرار دیا ہے وہ تمام چیزیں فرض ولازم اور واجب وثابت ہیں، ان کے برخلاف کرنا یا ان سے اعراض کرنا کسی کے لیے روا نہیں ہے اور کسی بھی شخص کے لیے خواہ وہ صدیق، ولی یا عارف ہی کیوں نہ ہو، ان میں کوتاہی کرنا جائز نہیں ہے۔“(۲)

حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ فرماتے ہیں:

”طریقت خلاصۂ شریعت ہے۔ طریقت غیر شریعت کا نام نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص طریقت کی راہ اپنے لیے کھولنا چاہتا ہے اور حق کی حقیقت کو دیکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ شریعت کا حق ادا کرے، اوامر ونواہی میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرے، شریعت کی تعظیم اور اوامر ونواہی کی حفاظت کرے۔“(۳)

---

(۱) اتمام الدرایۃ لقراء النقایۃ، ص: ۲۰

(۲) الرسالۃ المکیۃ، فصل: فی أن طلب العلم أفضل الأعمال عند الصوفیۃ، ص: ۴۳

(۳) مجمع السلوک: ۱/ ۲۳۰

وحدت الوجود کا عقیدہ

عقائد صوفیہ کے لحاظ سے بات کریں تو اس سلسلے کے مشائخ وحدۃ الوجودی رہے ہیں۔ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رقم طراز ہیں:

”محققان گویند چوں موجود حقیقی نیست مگر حق تعالیٰ، از روئے حقیقت ماسوائے او فانی باشد، صاحب کشف الاسرار از کلمات شیخ الاسلام نقل می کند کہ

نہ از کس بہ تو و نہ از تو بہ کس
ہم از تو بہ تو بس ہمہ تو ای و بس

علائق منقطع و عوائق مرتفع، رسوم باطل است و اسباب مضمحل، حدود متلاشی و خلائق فانی و حق یکتا و بخود باقی۔ و بدانکہ این مقام را صراط مستقیم گویند وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا۔“(۱)

”محققین فرماتے ہیں کہ جب موجود حقیقی صرف حق تعالیٰ کی ذات ہے تو از روئے حقیقت اس کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ صاحب کشف الاسرار نے شیخ الاسلام کے ملفوظات میں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ نہ تیرا وجود کسی سے ہے اور نہ کوئی تیرے وجود میں شریک ہے، چنانچہ وجود حقیقی صرف تیرا اور موجود حقیقی صرف تو ہے۔ لہٰذا علائق منقطع اور عوائق مرتفع ہیں۔ رسوم باطل، اسباب مضمحل اور حدود معدوم اور خلائق فانی ہیں۔ حق یکتا ہے اور وہ از خود باقی ہے، جان لو کہ اس مقام کو ہی صراط مستقیم کہتے ہیں۔“

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو عام طور پر ایک فلسفیانہ پیچیدہ اور ناقابل فہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے، جب کہ مرشد گرامی مظہر اکابر صفویہ عارف باللہ حضرت شیخ ابوسعید

---

(۱) سبع سنابل، ص: ۱۶۲، ۱۶۳

شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام ظلہ اس کی تفہیم نہایت ہی عام فہم الفاظ و اسلوب میں فرماتے ہیں۔ برادر طریقت مولانا ذیشان احمد مصباحی نے ان کے بیان توحید کی جو تلخیص لکھی ہے، اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

’’وحدت کا معنی ایک ہونا اور وجود سے مراد موجود حقیقی اور موجود بالذات۔ اب وحدت الوجود کے معنی ہوئے، موجود حقیقی اور موجود بالذات صرف ایک ہے۔ یہ تو عین ایمان ہے۔ یہ وہی ایمان ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے: **قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ** کہہ دو کہ وہ اللہ صرف ایک ہے۔

اب اسی طرح وحدت الشہود کو دیکھیے! وحدت کا معنی ایک ہونا اور شہود کا معنی نظر آنا۔ یعنی نظر صرف ایک ہی ذات پر رکھنا۔ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا فاعل حقیقی اور مدبر حقیقی صرف اور صرف ایک ذات یعنی اللہ کو سمجھنا۔ یہ حقیقت احسان ہے۔ اسی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے: **فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ** جہاں دیکھو، وہیں جلوۂ الٰہی ہے۔ **وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ** تمہاری مشیت کے پس پردہ مشیت الٰہی کارفرما ہے۔ **اَن تَعبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ**۔ اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔

اب دونوں باتوں پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ وحدت الوجود حقیقت ایمان اور کمال ایمان ہے، جب کہ وحدت الشہود کمال بندگی، کمال سالک، انعام الٰہی حقیقت سلوک اور حقیقت احسان ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ **لا الہ الا اللہ**۔ اب جب کہ ہم نے اسے الہ مان لیا تو لازمی طور پر اسے موجود بھی ماننا ہوگا اور اس شان سے اسے موجود ماننا ہوگا کہ اس کے وصف وجود میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوگا، کیوں کہ اگر دوسرا شریک ہو تو وہ بھی الہ ہوگا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ لاموجود الا اللہ سے ایمان کی ابتدا ہو رہی ہے۔

مزید اس ایمان کے کئی ایک مدارج اور مراتب ہیں۔ اسے آسان تفہیم کے لیے توحید شریعت، توحید طریقت اور توحید حقیقت میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک کے تین درجات ہیں، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۱- جب کہ ہم نے اللہ کو اپنا معبود مان لیا تو لازمی طور پر ہم پر فرض ہے کہ اسے اپنا مالک بھی مانیں؛ کیوں کہ معبود وہی ہوگا جو ہمارا مالک ہو، جو ہمارا مالک نہ ہو وہ ہمارا معبود بھی نہیں ہوسکتا۔ اب جب کہ ہم نے اللہ کو معبود مانا تو گویا کہ لازمی طور پر ہم نے اسے اپنا مالک بھی مان لیا۔ اس طرح **لا الہ الا اللہ** کا اقرار معنوی طور پر **لا مالک الا اللہ** کا اقرار بھی ہوگیا۔ **وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**۔ زمین وآسمان کی ملکیت اللہ ہی کی ہے اور یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

۲- اب جب کہ ہم نے اللہ رب العزت کو اپنا مالک مان لیا اور اپنے حق میں اس کے مملوک ہونے کا اقرار کرلیا تو اسی سے یہ بھی لازم آیا کہ جب ہمارا مالک وہ ہے تو حاکم بھی وہی ہے۔ اس لیے کہ کسی پر حاکم وہی ہوتا ہے جو مالک ہو۔ مالک کو اپنے مملوک پر تصرف اور حکومت کا کلی اختیار ہوتا ہے۔ اس طرح گویا **لا الہ الا اللہ** کا اقرار لازمی اور معنوی طور پر **لا حاکم الا اللہ** کا بھی اقرار ہے۔ حکم ربی ہے: **إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ**۔

۳- اب یہ طے ہوجانے کے بعد کہ اللہ کی ذات ہی مالک وحاکم ہے، ہمیں اپنے تعلق سے یہ فیصلہ کرنے میں ذرا تامل نہیں ہوگا کہ ہمیں اس کی اور صرف اسی کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ حاکم کی ہی اطاعت کی جاتی ہے، خصوصاً ایسا حاکم جو حاکم مطلق اور مالک کل ہو، مطاع مطلق بھی اسی کو ہونا چاہیے۔ اس سے یہ سمجھنے میں ذرا تامل نہیں ہوگا کہ ہمارا مطاع صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔ گویا **لا الہ الا اللہ** کا اقرار معنوی طور پر **لا مطاع الا اللہ** کا اقرار بھی ہے۔ کیوں کہ اصل مطاع صرف اللہ کی ذات ہے، رہے رسول اور امیر تو ان کی اطاعت، اطاعت الٰہی کا سبب ہے، گویا

مقصود وہاں بھی اطاعت الٰہی ہے اور ان کے ماسوا کی اطاعت باطل ہے۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کا یہی پیغام ہے۔

چوں کہ اطاعت کا اعلیٰ درجہ عبادت ہے۔ گویا لا مطاع الا اللہ، لا الہ الا اللہ کے معنی میں ہوا اور یہ درجۂ شریعت کی توحید ہے۔ یعنی لا الہ الا اللہ سے توحید شریعت کی ابتدا ہوئی اور اسی پر انتہا بھی۔ اس کے بعد توحید طریقت کی ابتدا ہوتی ہے:

۴، ۵، ۶ – یہ تینوں باتیں واضح ہو جانے کے بعد کہ ہمارا مالک حقیقی، حاکم کل اور مطاع مطلق صرف اور صرف اللہ کی ذات کریم ہے، اب یہ سمجھنے میں ہمیں دیر نہیں لگے گی کہ ایسی صورت میں ہمیں محبت اسی سے کرنی چاہیے، قصد اسی کا کرنا چاہیے اور طلب اسی کی کرنی چاہیے۔ اپنے مالک، حاکم اور مطاع کو چھوڑ کر کسی غیر سے محبت، غیر کا قصد اور غیر کی طلب، اس کی ملکیت، حکومت اور اطاعت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ سچ پوچھیے تو اپنے مالک سے محبت، حاکم کا قصد اور مطاع کی طلب ہونی ہی چاہیے، بلکہ مقام محبوبی، رتبۂ مقصودی اور منزل مطلوبی صرف اور صرف اسی کو سزاوار ہے۔ یہاں پہنچ کر یہ عقدہ کھلتا ہے کہ ہمارا محبوب حقیقی، مقصود حقیقی اور مطلوب حقیقی؛ ہمارا وہی معبود ہے، جو ہمارا مطلقاً مالک، حاکم اور مطاع ہے۔ گویا **لا الہ الا اللہ** کے اقرار و اعتراف نے ہمیں اس اعتراف و اظہار تک پہنچا دیا: **لا محبوب الا اللہ، لا مقصود الا اللہ، لا مطلوب الا اللہ**- یہاں توحید طریقت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اب اس کے بعد توحید حقیقت کی ابتدا ہوتی ہے۔

۷ – **لا الہ الا اللہ** کے ذریعے ملکیت، حکومت، اطاعت، محبت، قصد اور طلب کے یہ ۶ / عقدے کھلنے کے بعد بندے پر روشن ہوتا ہے کہ صحیح معنوں میں اس پوری کائنات میں فاعل وہی ذات والا صفات ہے۔ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ اسی کی شان ہے۔ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ اور يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ اسی کو زیبا ہے۔ اس کے کارخانۂ قدرت میں

جو کچھ ہے سب اسی کے چاہنے اور کرنے سے ہے۔ اس حقیقت کے کھلتے ہی بندہ پکار اٹھتا ہے۔ **لافاعل الا اللہ**۔ اس کائنات میں صرف اللہ کا ہی عمل دخل ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے فاعل مجازی اور عامل صوری ہے۔

۸- اذعان وایقان کے اس مرتبے پر فائز ہونے کے بعد بندہ پر روشن ہوتا ہے کہ پوری کائنات میں خدا کی حکم رانی اور صرف اس کے دست قدرت کی جلوہ نمائی ہے۔ وہ جدھر رخ کرتا ہے، اسے دست قدرت کی کارفرمائی اور ذات رب کی تجلی نظر آتی ہے۔ بندہ اب حقیقی معنوں میں **فَأَيۡنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ** کے مقام رفیع پر فائز ہوجاتا ہے۔ یہی دراصل وحدت الشہود کا مقام ہے، جسے بعض افراد غلط فہمی سے وحدت الوجود سمجھ لیتے ہیں۔ اور پھر اسی کے بعد سے وحدت الوجود کے تعلق سے غیروں کو یہ گمان گزرتا ہے کہ صوفیہ ہر شے کو خدا سمجھتے ہیں۔ **نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِن ذٰلِکَ**۔

۹- جب پوری کائنات میں ہر طرف اللہ کی جلوہ سامانی، اسی کی حکمرانی اور اسی کے دست قدرت کی کرشمہ سازی نظر آنے لگتی ہے تو بندے کو پھر اس حقیقت کی ازسرنو معرفت حاصل ہوتی ہے کہ موجود حقیقی صرف اور صرف ایک ہے۔ باقی جو کچھ ہے، عکس ہے، ظل ہے، ظہور ہے، اس کی مشیت وارادے اور اس کے امر وفعل کے تابع ہے، آنی ہے اور فانی ہے۔ یہ مقام وحدت الوجود ہے۔ یہاں پہنچ کر جب بندے کی نگاہ ظاہر سے باطن، مجاز سے حقیقت، تجلی سے متجلی، فانی سے باقی اور عارضی سے حقیقی اور ذاتی پر پڑتی ہے تو پکار اٹھتا ہے: **لاموجود الا اللہ**۔

اس طرح سے ایمان کی ابتدا بھی وحدت الوجود اور ایمان کی انتہا بھی وحدت الوجود۔ ابتدائے ایمان بھی وحدت الوجود اور کمال ایمان بھی وحدت الوجود۔‘‘(۱)

---

(۱) مجلہ الاحسان (اردو) شمارہ (۹)

اہل قبلہ کی تکفیر اور ان کی اقتدا و جنازہ کا موقف

اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جو بھی اہل قبلہ ہو اور ضروریات دین میں سے کسی ضروری بات کا منکر نہ ہو تو وہ مسلم ہے اور اس کی گمرہی کے باوجود مسلم ہونے کی حیثیت سے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر ایسے امام کی گمرہی حد کفر کو نہ پہنچی ہو تو حاجت کے وقت ان کے پیچھے نماز بھی پڑھی جائے گی۔ صرف گمرہی کی وجہ سے جمعہ اور جماعت کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

حضرت امام طحاوی فرماتے ہیں:

”وَ نُسَمِّی أَھلَ قِبلَتِنا مُسلِمِینَ مُؤمِنِینَ مَا دَامُوا بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ مُعتَرِفِینَ وَ لَهُ بِکُلِّ مَا قَالَهُ وَ أَخبَرَ مُصَدِّقِینَ.“(۱)

ہم اپنے اہل قبلہ کو مسلم و مومن کہتے ہیں جب تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں کا اعتراف اور آپ کی کہی ہوئی اور بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

امام طحاوی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”وَ لا یَخرُجُ العَبدُ مِنَ الإِیمانِ إِلَّا بِجُحُودِ مَا أَدخَلَهُ فِیه“۔(۲)

بندہ اسی بات کے انکار سے ایمان سے خارج ہوتا ہے جس کو قبول کر کے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

”وَ نَرَی الصَّلاةَ خَلفَ کُلِّ بَرٍّ وَ فَاجِرٍ مِن أَھلِ القِبلَةِ وَ عَلٰی مَن مَاتَ

---

(۱) عقیدہ طحاویہ۔ عقیدہ نمبر: ۳۷ ص: ۲۰

(۲) عقیدہ طحاویہ۔ عقیدہ نمبر: ۸۲ ص: ۲۱

مِنهُم۔"(۱)

ہم اہل قبلہ میں سے ہر نیک و بد کے پیچھے نماز کو اور ان کی نماز جنازہ کو جائز سمجھتے ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ مجمع السلوک والفوائد میں لکھتے ہیں:

"جب انسان اپنے اندر دس باتیں پائے تو وہ اہل سنت و جماعت پر قائم ہے: (۱) نماز پنج گانہ جماعت سے ادا کرے۔ (۲) کسی صحابی کا تذکرہ نقص وعیب کے ساتھ نہ کرے۔ (۳) سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے۔ (۴) اپنے ایمان میں شک نہ کرے۔ (۵) تقدیر خواہ اچھی ہو یا بری اس کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھے۔ (۶) اللہ کے دین میں بحث وتکرار نہ کرے۔ (۷) گناہ کی بنا پر اہل توحید میں سے کسی کی تکفیر نہ کرے۔ (۸) اہل قبلہ میں سے اگر کسی کی موت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو۔ (۹) مسح علی الخفین کو سفر وحضر میں جائز سمجھے۔ (۱۰) ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز ادا کرے۔"(۲)

اس سلسلے میں حضرت میر عبدالواحد صفوی بلگرامی اپنی کتاب سبع سنابل میں تحریر فرماتے ہیں:

"ونماز در پس ہر مسلمانی جائز دیدہ اند خواہ نیکو کار باشد خواہ بد کردار۔"(۳)

اہل سنت نے ہر مسلمان کی اقتدا میں نماز کو جائز قرار دیا ہے، خواہ صالح ہو یا فاسق۔

حضرت شاہ عزیز اللہ صفوی صفی پوری تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) عقیدہ طحاویہ۔ عقیدہ نمبر: ۹۲ ص: ۲۳

(۲) مجمع السلوک۔ ج: ۲۔ ص: ۳۵۷

(۳) سبع سنابل، سنبلہ اول، ص: ۷

”میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اور رو بقبلہ ہو کر نماز پڑھتا ہے، اس کو کافر کہنا اور سمجھنا نہ چاہیے، اگرچہ کسی وقت اس سے کفر کی بات سرزد ہو۔ شیخ محدث اور صاحب عقائد نسفی کا مذہب یہی ہے اور میرا اعتقاد بھی اسی پر ہے۔“(۱)

خارجیت اور ارجائیت سے پرہیز

خارجی فرقہ بات بات پر کافر کافر کی رٹ لگاتا ہے، جب کہ دوسری طرف مرجیہ گناہ کو کچھ بھی حیثیت نہیں دیتے اور انتہائی بے خوف اور جری ہوتے ہیں، جب کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ اسی لیے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انجام سے بے خوفی اور مایوسی دونوں ہی ایمان کے لیے زہر قاتل ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

”وَالأَمنُ وَالإِیَاسُ یَنقُلَانِ عَن مِلَّةِ الإِسلامِ“(۲)

(بے خوفی اور مایوسی دونوں اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

”وَلا نُکَفِّرُ أَحَداً مِن أَھلِ القِبلَةِ بِذَنبٍ مَالَم یَستَحِلَّهُ وَلَا نَقُولُ: لَا یَضُرُّ مَعَ الإِیمَانِ ذَنبٌ لِمَن عَمِلَهُ، وَنَرجُو لِلمُحسِنِینَ مِنَ المُؤمِنِینَ أَن یَعفُوَ عَنھُم وَیُدخِلَھُمُ الجَنَّةَ بِرَحمَتِهِ وَلَا نَأمَنُ عَلَیھِم، وَلا نَشھَدُلَھُم بِالجَنَّةِ وَنَستَغفِرُ لِمُسِیئِھِم وَنَخَافُ عَلَیھِم وَلا نُقنِطُھُم“(۳)

ترجمہ: ہم گناہ کی بنیاد پر اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، جب تک

(۱) عقائد العزیز، ص:۱۰۰

(۲) عقیدہ طحاویہ، عقیدہ نمبر: ۸۱، ص: ۲۱

(۳) عقیدہ طحاویہ، عقیدہ نمبر: ۷۸، ۷۹، ۸۰، ص: ۲۱

کہ وہ گناہ کو مباح نہ سمجھ لیں، اور یہ نہیں کہتے کہ ایمان ہونے کی صورت میں گنہ گار کو گناہ کا کوئی نقصان نہیں۔ہم صالح مومنین کے لیے یہ امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے گا اوران کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا لیکن ہم ان کے بارے میں بے خوف نہیں ہیں اور نہ ہم ان کے لیے جنت کی شہادت دیتے ہیں۔اسی طرح ہم گنہ گار مومنین کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اوران کے حوالے سے ہم خوف رکھتے ہیں لیکن ان کو مایوس نہیں کرتے۔‘‘

حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس سرہ خوف و رجا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ ندا لگا دی جائے کہ ایک شخص کو چھوڑ کر سارے لوگ جہنم میں چلے جائیں تو مجھے خوف ہوگا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں اور اگر یہ ندا کر دی جائے کہ ایک شخص کو چھوڑ کر سارے لوگ جنت میں چلے جائیں تو میں یہ امید رکھوں گا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔۔۔علما نے فرمایا ہے کہ خوف ورجا ایمان کے دو پر کی طرح ہیں۔مومن جب خائف ہوتا ہے تو امیدوار بھی ہوتا ہے اور جب امیدوار ہوتا ہے تو خائف بھی ہوتا ہے۔حدیث پاک میں ہے:

رَأْ □ سُ الحِکْ □ مَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ.

اللہ کا خوف حکمت کا سرچشمہ ہے۔‘‘(۱)

اس سلسلے میں حضرت میر عبدالواحد صفوی چشتی بلگرامی اپنی کتاب ’’سبع سنابل‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) مجمع السلوک، ج: ۲ ص: ۷۴ تا ۷۶۔

”وحکم نکردہ اند بالقطع ہیچ کس را بہ بہشت بواسطۂ حسنات وخیرات او ہرچند کہ بسیار بود، ونہ ہیچ کس را بہ دوزخ بواسطۂ شرور وسیئات او ہرچند کہ افزون باشد۔“(۱)

ترجمہ: اہل سنت نے نیکیوں کے سبب اگرچہ وہ بہت زیادہ ہوں کسی شخص کو قطعی جنتی نہیں کہا ہے اور نہ کسی شخص کو اس کی بدکاریوں کے سبب اگرچہ وہ بکثرت ہوں، جہنمی قرار دیا ہے۔

رافضیت وناصبیت سے اجتناب

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جن صحابہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے جنگ جمل اور صفین میں خروج کیا ان کے بارے میں ان مشائخ کا یہی عقیدہ ہے کہ اس معاملے میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطا پر تھے، البتہ جنگ جمل میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ والے صحابہ کی خطا، خطاء اجتہادی تھی جب کہ جنگ صفین جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑی گئی اس سلسلے میں اہل سنت کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اس میں حضرت علی حق پر اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی صحابہ کرام خطا پر تھے، لیکن خطا کی نوعیت کے سلسلے میں اہل سنت کے دو گروہ ہیں، ایک ان کی خطا کو بھی اجتہادی مانتا ہے جب کہ دوسرا ان کی خطا کو منکر کہتا ہے۔ اس میں صفوی مشائخ کا رجحان بھی خطاے منکر کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ شارح عقائد صفویہ حضرت شاہ عزیز اللہ صفوی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

”میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت راشدہ حقہ پورے تیس برس رہی جیسا حدیث صحیح میں ہے: الخِلَافَةُ بَعْدِی ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ یَکُوْنُ مَلَکًا) یعنی خلافت میرے بعد تیس برس ہے پھر پادشاہی ہوگی۔ پس وہ خلافت

(۱) سبع سنابل، سنبلہ اول، ص:۷

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہوئی، جب آپ کا وصال ہوا، پانچ مہینے، تیس برس میں باقی تھے، حضرت امام حسن نے وہ زمانہ پورا کیا۔ پھر معاویہ بن ابی سفیان صحابی رسول اللہ صلی علیہ وسلم امیر ہوئے اور حضرت امام حسن نے امارت اور حکومت کو ترک فرما کر ان پر چھوڑ دیا اور بیعت اطاعت ان کے ہاتھ پر کی اور وہ حاکم اسلام اور امیر ملک اور صحابی عدول تھے۔ وہ، حضرت عثمان کے خون کا قصاص چاہتے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں ان کے قاتل موجود ہیں اور وہ بدلہ نہیں لیتے۔ حضرت علی فرماتے تھے کہ خون کا مقدمہ نازک ہوتا ہے۔ تم قاتلوں کو ثابت کرو، میں حکم دوں اور حضرت عثمان بلوائے عام میں شہید ہوئے تھے، قاتلوں کا ثبوت بہت مشکل تھا۔ معاویہ نے حضرت علی کے ارشاد کو باور نہ کیا اور مقام صفین میں چند لڑائیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑے، اور ان کو ہرگز یہ منصب حاصل نہ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور داماد اور محب اور محبوب اور خلیفہ برحق اور امام وقت سے لڑتے۔ پھر حضرت امام حسن نے انہیں فسادات قدیمہ پر نظر کر کے معاویہ سے صلح کر لی اور مسلمانوں کی جانیں بچائیں اور چوں کہ اصحاب کا ایک گروہ ان کی طرف بھی تھا، جدال اور قتال سے باز رہے، اور معاویہ کو کسی طرح لائق نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارۂ جگر اور نور العین اور ریحان اور یادگار کا مجبور ہونا اور معزول ہو کر گھر بیٹھنا اپنے سامنے اچھا سمجھتے! اور انہیں باتوں کے متعلق اور چند باتیں امیر معاویہ کی روایات معتبرۂ اہل سنت سے ثابت ہیں۔ لامحالہ اُن کی رائے نے خطا کی، جیسا اہل سنت کا مذہب ہے اور اسی سے امام نسائی (جامع صحیح نسائی) کا قول ان کے باب میں ہے کہ معاویہ کی فضیلت یہی بہت ہے کہ نجات پا جائیں۔

بہتیرے علما اس پر ہیں کہ انہوں نے یہ باتیں جان کر نہیں کیں اور اس خطا کو

خطا نہیں جانا اور علی الغفلت ان سے واقع ہوئی، اس کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں اور اس خطا میں خاطی پر گناہ نہیں اور باوجود خطا، ثواب سے محروم نہ رکھا جائے گا اور ایسے خاطی کو مخطی کہتے ہیں۔

بعضے اہل سنت ادھر گئے ہیں کہ وہ خاطی تھے اور جان بوجھ کر یہ سب باتیں کیں۔ اس خطا میں ثواب نہیں اور اندیشۂ مواخذہ بھی ہے اور امید عفو بھی ہے۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

حق دراں جا بدستِ حیدر بود
جنگ با او خطاے منکر بود

[اس موقع پر حق مولیٰ علی کی جانب تھا اور ان سے جنگ خطاے منکر تھی۔]

میرا دل بھی اس بات میں اسی طرف ہے، کسی طرح ادھر نہیں آتا کہ وہ یہ سب کچھ کرتے رہے اور کچھ نہ سمجھے۔ اِلاَّ اس کے ساتھ ہی دل سے یقین رکھتا ہوں کہ سب معاف ہو جائے گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ درگزر فرمائیں گے۔

خیال کرنے کا مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہزار تین سو اٹھارہ [۱۳۱۸] برس گزر چکے ہیں اور قیامت تک — واللہ اعلم — کتنا زمانہ گزرے گا اور ہم لوگ ہزاروں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کرتے ہیں اور امیدوار شفاعت ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش خبری دی ہے کہ جس نے **لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه** کہا ہے، جنتی ہوگا، اگرچہ زنا کیا ہو، اگرچہ چوری کی ہو، اگرچہ زنا کیا ہو، اگرچہ چوری کی ہو۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ، کیا ہم لوگوں سے بھی کم ہیں اور کچھ حق نہیں رکھتے؟ پس ان کے باب میں اور جو اصحاب ان کی طرف تھے، ان سب کے حق میں چپ رہنا چاہیے۔''

اس کے بعد تفصیلاً سکوت کے اسباب بیان کرنے کے بعد خلاصہ کیا ہے:

''خلاصہ یہ کہ اگر کوئی شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کو خاطی کہے تو یہ کہنا کہاں سے کمی کرتا ہے؟ اس سے آگے بڑھنا اور دل کو ان کی طرف سے زیادہ خراب کرنا، اہل سنت کا مذہب نہیں ہے اور اگرچہ ان کی بغاوت، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ اِلّا اگر کوئی شخص باغی نہ کہے اور زبان کو روکے تو اولیٰ ہے۔ حضرت علی کا فرمانا اور ہے اور ہمارا کہنا اور ہے۔''(۱)

اس کے باوجود حضرت معاویہ صحابی عدول تھے اور خطا کی بنا پر ان کی صحابیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور ان کی جانب فسق کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا سے حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''او مسلمان بود واز صحابہ بود۔''(۲)

معاویہ مسلمان تھے اور صحابہ میں سے تھے۔

دوسری طرف اہل بیت اطہار سے محبت عقیدۂ اہل سنت کا لازمی حصہ ہے اور یہی ناصبیت وخارجیت کا تریاق ہے۔ امام طحاوی اپنے عقیدے میں فرماتے ہیں:

''وَمَن أَحسَنَ القَولَ فِی أَصحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَزوَاجِه الطَّاهِرَاتِ مِن كُلِّ دَنسٍ وَ ذُرِّيَّاتِه المُقَدَّسِينَ مِن كُلِّ رِجسٍ فَقَد بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ.''(۳)

جس نے رسول اکرم ﷺ کے اصحاب، پاکباز ازواج اور آپ ﷺ کی ہر رجس سے پاک آل کے بارے میں اچھا عقیدہ رکھا، وہ نفاق سے بری ہوا۔

○○○

---

(۱) عقائد العزیز۔ ص:۹۱ تا ۹۴۱

(۲) فوائد الفواد، جلد: ۴، مجلس: ۳۸، ص: ۳۰۱

(۳) عقیدہ طحاویہ۔ عقیدہ نمبر: ۱۲۵۔ ص: ۳۰

فقہی مسلک

مشائخ چشت، فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متبع رہے ہیں مگر تقلید محض ان کا شعار نہیں رہا۔ چوں کہ صوفی حکیم ہوتا ہے، مقاصد شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، اس لیے بسا اوقات فقہاء کی طرح ضرورت وحاجت کے تحت یا عرفا کی طرح کشف والہام کے سبب بعض مسائل میں وہ دوسرے مذہب پر بھی عمل کرتا ہے یا غلبۂ حال میں اپنی منفرد راہ بھی اپنا سکتا ہے۔ اس کے باوجود یہ حضرات اپنے آپ کو متبع اور پیروکار ہی شمار کرتے ہیں۔

علوم اسلامیہ بالخصوص فقہ سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ اپنے مریدین کو اس وقت تک خلافت واجازت سے سرفراز نہ فرماتے جب تک کہ وہ مسائل شرعیہ سے پوری واقفیت نہ حاصل کر لیتے۔ (۱)

درج ذیل سطور میں بعض اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن میں صفوی مینائی مشائخ کرام کا خاص فکر وعمل رہا ہے۔

---

(۱) اس سلسلے میں آیینۂ ہند شیخ سراج الدین اخی سراج کا واقعہ معروف ہے کہ جب ان کو خلافت دینے کی بات آئی تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ وہ عالم نہیں ہیں، جب کہ اس راہ میں علم سب سے ضروری ہے۔ یہ خبر جب علامہ فخر الدین زرّادی تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ میں ۶ ماہ میں انھیں عالم بنا دوں گا۔ چنانچہ آپ حضرت زرّادی سے ابتدائی صرف ونحو اور مولانا رکن الدین اندرپتی سے کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین کی تکمیل کے بعد ہی خلافت سے سرفراز ہوئے۔ سیر الاولیاء، باب چہارم، ص: ۲۸۸-۲۸۹

قراءت خلف الامام کا مسئلہ

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کے مرید صادق حضرت امیر خورد کرمانی اپنے معروف ومقبول تذکرہ ''سیر الاولیاء'' میں حضرت محبوب الٰہی کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''مقتدی رامی بایدکہ در ہر رکعتے فاتحہ بخواند وتسمیہ گوید،من نیز می خوانم۔ بریں حرف عرض داشت کردندکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است: مَن قَرَأَخلفَ الاِمَامِ فَفِی فِیهِ الکثکثُ ؟ فرمود: اگرنظر دریں حدیث می کنیم ،وعیدلاحق می شود، و اگرنظر دریں می کنیم کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمودہ است: لَا صَلوٰةَ لِمَن لَم یَقرَءِ الفَاتِحَةَ عدم جواز صلوٰة می یابم۔ پس وعید راتحمل می باید کرد، فاتحہ می باید خواند، تا باجماع جواز صلوٰة باشد۔ وَالأَخذُ بِالأَحوَطِ وَالخُرُوجُ مِنَ الخِلافِ أَولیٰ۔''(۱)

(مقتدی کو چاہیے کہ ہر رکعت میں بسم اللہ اور فاتحہ پڑھے۔ میں خود بھی پڑھتا ہوں۔ اس پر حاضرین نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں خاک ہو۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا: اگر اس حدیث کو دیکھتے ہیں تو وعید لاحق ہوتی ہے اور اگر ایک دوسری حدیث میں غور کرتے ہیں جس میں ہے کہ ''جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہ ہوئی۔'' تو اس سے قرأت خلف الامام کے بغیر نماز کی عدم صحت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے وعید کو برداشت کرنا چاہیے اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنی چاہیے، تاکہ اجماعاً نماز درست ہو۔ کیوں کہ احتیاط پر عمل کرنا

---

(۱) سیر الاولیاء، خطی، ص: ۶۰۲، ۶۰۳

اور اختلاف سے بچنا مستحب ہے۔)

حضرت مخدوم شاہ صفی کے پیر و مرشد مخدوم شیخ سعد خیر آبادی (۹۲۲ھ) اپنی معرکہ آرا تصنیف مجمع السلوک میں رقم طراز ہیں:

''اندر جواز صلوٰۃ بے قرأت فاتحہ علما اختلاف دارند، صوفیہ فاتحہ ترک ندہند، از بہر احتیاط۔''(۱)

(سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز کی صحت میں علما کا اختلاف ہے، البتہ صوفیہ احتیاطاً سورۂ فاتحہ کی تلاوت ترک نہیں کرتے۔)

لیکن گہرائی سے دیکھیے تو یہاں بھی اتباع مذہب حنفی سے براءت نہیں ہے، بلکہ ان کے پاس فقہ حنفی کی مستند کتابوں کے حوالے بھی موجود ہیں، مثلاً:

(۱) ہدایہ میں ہے:

''وَیُستَحسَنُ عَلٰی سَبِیلِ الاحتِیاطِ فِیمَا یُروٰی عَن مُحَمَّدٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔''(۲)

(احتیاطاً مستحسن ہے کہ مقتدی بھی سورہ فاتحہ پڑھے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔)

(۲) امام عینی حنفی (۷۶۲-۸۵۵ھ) بنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

''أَی یُستَحسَنُ قِراءَۃُ المُقتَدِی الفَاتِحَۃَ احتِیَاطاً وَرَفعاً لِلخِلافِ فِیما رَوَی بعضُ المشائخِ عَن مُحَمَّدٍ۔ وَأَطلَقَ المُصَنِّفُ کَلامَہ وَمُرادُہُ فِی حَالَۃِ المُخَافَتَۃِ دُونَ الجَھرِ۔ اہ ملخصاً۔''(۳)

---

(۱) مجمع السلوک، خطی، ق: ۵۷

(۲) ھدایہ، ج:۱، ص:۱۰۱

(۳) البنایۃ فی شرح الھدایہ ۲/۳۷۵

(یعنی مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کی قرأت مستحسن ہے احتیاط اور تطبیق کے پیش نظر، جیسا کہ بعض مشائخ حنفیہ نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے مطلقاً قرأت کی بات کی ہے لیکن ان کی مراد سری نمازوں میں قرأت کرنا ہے، نہ کہ جہری میں۔)

سماع بالمزامیر کا مسئلہ

صفوی مینائی مشائخ کو یوں تو تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ مگر ان مشائخ پر چشتی نظامی نسبت کا غلبہ ہے اور بالعموم یہ حضرات سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت لیا کرتے ہیں۔ مگر اوراد و وظائف اور اذکار و اشغال تمام سلاسل کی تعلیم فرماتے رہے، اگرچہ سہروردی تعلیمات واذکار (بالخصوص اوراد حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا) کا غلبہ رہا۔ اسی طرح بطور خاص اس سلسلے کے مشائخ میں بے خودی، خودسپردگی، محبت، سماع، وجد اور رقص وکیف کے احوال انتہائی درجے میں پائے جاتے ہیں۔

عارف باللہ حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری اپنے مشائخ عظام کے ذوق ومشرب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بے خودی ہے حضرتِ خادم کی راہ
خود نما اس راہ میں کیوں کر چلے (۱)

چنانچہ دیگر اشغال واعمال کی طرح حضرات مشائخ صفویہ کے یہاں عام مشائخ چشتیہ کی طرح سماع بالمزامیر کا بھی معمول رہا ہے۔

قاضی ارتضا علی خان صفوی گوپاموی (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) نے لکھا ہے کہ زبدۃ

---

(۱) مجموعۂ ختم فکر، ص ۵۲

الکاملین حضرت مخدوم سید نظام الدین عرف شیخ الھدیہ خیرآبادی (۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء) بچپن میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی (۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ بیعت کے بعد مرشد گرامی کے اشارے پر تحصیل علم کے لیے پنجاب چلے گئے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے بعد جب واپس ہوئے تو اس وقت مخدوم شیخ سعد دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ ان کے عرس کی محفل منعقد تھی، سماع کی محفل گرم تھی، حضرت مخدوم شاہ صفی کو مخدوم شیخ سعد نے وصیت فرمائی تھی کہ جب الھدیہ واپس آئیں تو ان کی تعلیم وتلقین کے بعد ان کو خرقۂ خلافت عطا کر دینا۔ شیخ الھدیہ حضرت مخدوم شاہ صفی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کی۔ شیخ نے فرمایا: تم عرس کی مجلس میں پہنچو۔ شیخ الھدیہ نے کہا کہ وہاں پر محفل راگ اور سماع ہے۔ اس بدعت میں، میں شریک نہیں ہوسکتا۔ مخدوم شاہ صفی نے فرمایا: میں آگے آگے جا کر قوالوں کو منع کرتا ہوں، تم میرے پیچھے آؤ۔ مخدوم شاہ صفی نے آگے جا کر قوالوں کو منع کیا، وہ مزامیر چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے، لیکن اس کے ساتھ ہی ڈھولک اور تنبورہ خود بخود بجنے لگے۔ شیخ الھدیہ یہ حال دیکھ کر کیف ومستی میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔(۱)

حضرت میر عبد الواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء) جو حضرت مخدوم شیخ صفی کے مرید اور ان کے مرید وخلیفہ حضرت مخدوم شیخ حسین سکندرآبادی کے خلیفہ ہیں، سبع سنابل میں لکھتے ہیں:

”یکے از اخلاقِ صوفیہ سماع و رقص است، اگرچہ علما اختلاف کردہ اند اما این طائفہ را اتفاق است کہ مُبَاحٌ لأھلہٖ نَیلاً وَ لِلْمُتَشَبِّھِیْنَ طُفَیلاً“۔(۲)

---

(۱) فوائد سعدیہ، ص: ۲۱، ۲۲، نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۸۵ء

(۲) سبع سنابل، ص ۱۷۸

ترجمہ: اخلاق واطوارِ صوفیہ میں سماع ورقص بھی شامل ہے۔ اس مسئلے میں اگرچہ بعض علماء کو اختلاف ہے مگر گروہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سماع اہل کے لیے بالذات مباح ہے اور اور ان کی مشابہت اختیار کرنے والوں کے لیے ان کے طفیل میں مباح ہے۔''

سماع بالمزامیر کی روایت صدیوں سے آج تک تمام صفوی مینائی خانقاہوں میں قائم ہے۔ مجھکواں، لکھنؤ، خیرآباد اور صفی پور سے متعلق تمام خانقاہوں میں اس کا رواج آج بھی ہے۔ حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی (۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء) جو حضرت میر عبد الواحد چشتی صفوی بلگرامی کے خانوادے کے ایک بڑے بزرگ اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے پیر ومرشد ہیں، ان کے زمانے تک مارہرہ میں بھی سماع بالمزامیر کا رواج باقی تھا۔ اس حوالے سے مولانا محمود احمد رفاقتی لکھتے ہیں:

''حضرت خاتم الاکابر [شاہ آل رسول احمدی] قدس سرہٗ کے والد ماجد حضرت شاہ ستھرے میاں، پیر ومرشد قطب الاقطاب شاہ آل احمد اچھے میاں اور مشائخ خاندان برکاتی اور بزرگان کالپی شریف اور بلگرام شریف صاحبِ ذوق وشوق اہل سماع تھے۔ خانقاہ برکاتیہ میں سماع کی محفلیں ہوا کرتی تھیں۔ عرسوں میں محفل سماع کا خاص انعقاد ہوتا تھا۔''(۱)

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی اس مہتم بالشان شاخ صفویہ مینائیہ کے یہ چند اہم افکار ومعمولات ہیں۔ یہ سطریں بالعموم اہل تصوف اور بالخصوص اپنی روایت سے دور ہوتی اس سلسلے کی نئی نسل کے لیے شمع ہدایت ہیں۔ جنہیں تفصیل درکار ہو وہ مجمع السلوک، سبع سنابل اور عقائد العزیز وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

○○○

---

(۱) حیات اعلیٰ حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی، ص: ۱۲۴، خانقاہ رفاقتی، مظفر پور، ۱۹۹۵ء

خاتمہ

صفی پور شریف شمالی ہند میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کا انتہائی مہتم بالشان دعوتی و روحانی مرکز ہے۔ حضرت مخدوم شاہ مینا اور حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی کے بعد حضرت مخدوم شاہ صفی -قُدِّسَت أسرارُهُم- نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے، ان کا نتیجہ یہ ہے کہ ''صفی سعد مینا، مینا سعد صفی'' کا وردعرفا وصالحین کے ایک بڑے حلقے میں مجرب علمی اور روحانی تریاق کے طور پر معروف ومشہور ہے۔

خانقاہ صفی پور اور اس کے خلفا و فیض یافتگان نے اشاعت دین، فروغ روحانیت اور خدمت خلق کے حوالے سے جو کام کیے ہیں، عہد سلطنت کے زوال کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اطراف لکھنؤ میں قدرت نے یہ حصہ صرف انہیں کے لیے خاص کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود یہ بات حیرت انگیز ہے کہ موجودہ عہد میں اس تعلق سے کوئی باضابطہ علمی کام نہیں ہوا۔ عمومی صورت حال یہ ہے کہ لوگ نہ صرف خانقاہ صفی پور کی ہمہ گیر اور وسیع دائرۂ خدمات سے ناواقف ہیں، بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں صفی پور کی فیض یافتہ شخصیات اور شاخوں کا تو علم ہے مگر انہیں اس بات کا علم نہیں کہ مذکورہ شخصیات اور مراکز کے کارنامے صفوی نظامی فیضان کا نتیجہ ہیں۔

خانقاہ صفی پور کی تاریخ اور خدمات اور صفوی مینائی مشائخ کے تعارف وتذکرے کے حوالے سے اپنی نوعیت کی یہ پہلی علمی کوشش صفوی مینائی خدمات کا ایک معمولی اعتراف ہے۔ ہمیں اس بات کا دعویٰ نہیں ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع کا پورا حق ادا

کررہی ہے، تاہم اس بات کا یقین ہے کہ مشائخ صفویہ کی خدمات پر اب تک کا یہ سب سے وقیع اور مفصل تذکرہ ہے، گوکہ اس کی بنیادیں میر عبد الواحد بلگرامی، خواجہ کمال خیرآبادی، قاضی ارتضا علی گوپاموی، شاہ عزیز صفی پوری اور مفتی نجم الحسن خیرآبادی نے استوار کردی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عمارت انہی علمی بنیادوں پر قائم ہے۔ یقین ہے کہ تاریخ تصوف سے دل چسپی رکھنے والے افراد اس سے مستفید ہوں گے۔

یہ بات پھر قابل ذکر ہے کہ تذکرۂ مشائخ صفویہ کا یہ علمی سلسلہ مرشد گرامی عارف باللہ حضرت شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام ظلہ کی توجہ خاص کا ثمرہ ہے۔ اس سلسلے کا نقش اول مجلہ الاحسان کے لیے خانوادۂ صفویہ کے اجمالی تعارف کی شکل میں سامنے آیا تھا، نقش ثانی ایک مختصر کتابچے کی شکل میں تھا جو نقش اول سے زیادہ جامع اور مفید ثابت ہوا۔ اللہ کے فضل سے اس کا نقش ثالث بھی حضرت شیخ کے مکتب کی ہی کرامت ہے۔ اللہ کریم انہیں عمر خضر عطا فرمائے اور ان کے روحانی و عرفانی فیضان سے امت مسلمہ کو مستفیض فرمائے۔

آمِين بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسلِيمِ.

○○○

مصادر و مراجع

ابجد العلوم، نواب سید صدیق حسن خان قنوجی، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، دمشق، ۱۹۷۸ء

اتمام الدرایۃ لقراء النقایۃ، امام عبدالرحمن ابن ابوبکر سیوطی، تحقیق: شیخ ابراہیم عجوز، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، خطی، کتاب خانہ مجلس شورائے ملی، ایران، برقی عکس الاحسان لائبریری، سید سراواں

اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تحقیق: علیم اشرف خان، انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، تہران، ایران۔ ۱۳۸۳ش

اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبع مجتبائی، دہلی۔ ۱۳۳۲ھ

افضل الشمائل ترجمہ احسن الخصائل شرح عمدۃ الوسائل، مولانا محمد قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی، لکھنؤ

اکمل التواریخ، مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی، ترتیب جدید: اسید الحق قادری بدایونی، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء

الاحسان اردو، شمارہ-۳، شاہ صفی اکیڈمی، سید سراواں، الہ آباد ۲۰۱۲ء

الاحسان اردو، شمارہ-۵، شاہ صفی اکیڈمی، سید سراواں، الہ آباد ۲۰۱۴ء

الاحسان اردو، شمارہ-۶، شاہ صفی اکیڈمی، سید سراواں، الہ آباد ۲۰۱۶ء

انوارِ احسانیہ، پروفیسر سید محی الدین فخر الدین نسیم، روداد ہند پبلی کیشنز، کرلا ممبئی، ۱۹۹۸ء
انوار الرحمٰن لتنویر الجنان، مولانا شاہ نور اللہ؛ نول کشور لکھنؤ ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء

باقیات الصالحات، شیخ محمد مشہود اللہ عرف محمد عبد العلیم بقائی، انتظامی پریس کانپور
بحر زخار، وجیہ الدین اشرف (اول) ،تصحیح وتدوین : آذر میدخت صفوی ، مرکز تحقیقات فارسی دانشگاہ اسلامی علی گڑھ، ۲۰۱۲ء
بحر زخار، وجیہ الدین اشرف (دوم) ،تصحیح وتدوین : آذر میدخت صفوی ، مرکز تحقیقات فارسی دانشگاہ اسلامی علی گڑھ، ۲۰۱۴ء
بحر زخار، وجیہ الدین اشرف (سوم) ،تصحیح وتدوین : آذر میدخت صفوی ، مرکز تحقیقات فارسی دانشگاہ اسلامی علی گڑھ، ۲۰۱۴ء
بیان التواریخ، شاہ محمد عزیز اللہ عزیز صفی پوری؛ ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ ۱۳۳۲ھ
بیان عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ (عقیدہ طحاویہ)، امام ابوجعفر احمد بن محمد حنفی، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء

تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین، دہلی۔ ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء
تحائف اشرفی، حضرت سید علی حسین اشرفی میاں، جامعہ اشرف کچھوچھہ۔ ۲۰۰۴ء
تحفۃ السعداء، خواجہ کمال، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۱ء
تذکرۃ الاصفیاء (اول)، درویش نجف علیمی، فائین آفسٹ پریس الہ آباد ۱۹۹۳ء
تذکرۃ الاصفیاء (دوم)، درویش نجف علیمی، اسرار کریمی پریس الہ آباد ۱۹۹۴ء
تذکرۃ الاصفیاء (سوم)، درویش نجف علیمی، اسرار کریمی پریس الہ آباد ۱۹۹۵ء

تذکرہ اعلام گوپامئو، پروفیسر محمد صلاح الدین عمری، مطبع ایچ ایس آفسیٹ، دہلی، ۲۰۱۴ء

تذکرۂ حبیبی، حافظ شاہ علی حیدر قلندر کاکوروی، ت: پروفیسر مسعود انور علوی، ایویروزا اکیڈمی، علی گڑھ۔ ۲۰۱۴ء

تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمٰن علی ناروی، منشی نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۱۴ء

تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمٰن علی ناروی، ترجمہ: ڈاکٹر محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، کراچی، ۲۰۰۳ء

تذکرۂ گلشن کرم، مولانا حافظ شاہ تقی انور علوی، کتب خانہ انوریہ، کاکوری ۱۹۸۵ء

تذکرۃ المخدومین، مفتی سید نجم الحسن خیرآبادی، ناشر: شیخ حامد علی مینائی، لکھنؤ ۱۹۸۶ء

تذکرۂ نوری یعنی مدائح حضور نور، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں، ۲۰۱۳ء

تذکرہ نتائج الافکار، محمد قدرت اللہ گوپاموی، چاپخانہ سلطانی بمبئی ۱۳۳۶ء

ثمرات الانظار فیما مضیٰ من الآثار، چودھری شوکت علی سنڈیلوی، مطبع علوی، لکھنؤ، س ن

خزانۂ جلالی، احمد بن یعقوب البتی خطی، کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری، پٹنہ، عکس محفوظ کتابخانۂ الاحسان، سید سراواں۔

خیابانِ خلیل، حضرت شاہ عین اللہ عرف شاہ خلیل صفی پوری: مطبع قیومی کانپور ۱۳۳۴ھ

خیرآباد کی ایک جھلک، مفتی سید نجم الحسن رضوی خیرآبادی: خیرآباد ۱۹۶۸ء

دیوان ولایت (فارسی)، شاہ محمد عزیز اللہ صفوی، ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ

الرسالۃ القشیریۃ، امام قشیری، ط: دار المنھاج ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء

الرسالۃ المکیۃ، شیخ قطب الدین دمشقی، شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، ۲۰۱۶ء/ ۱۴۳۷ھ

رودکوثر، شیخ محمد اکرام، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی

سبع سنابل، میر عبدالواحد بلگرامی، مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۹۸۲ء، عکس طبع اول مطبع نظامی کان پور ۱۲۹۹ھ

سجادِ سعد، سید ضیاء علوی، دہلی، ۱۹۹۹ء

سوانح اسلاف، شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری، ادبی پریس لکھنؤ ۱۳۴۶ھ

سیر الاولیاء، شیخ محمد مبارک علوی کرمانی، خطی قدیم، عکسی اشاعت، ناشر: خواجہ حسن ثانی نظامی، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دلّی ۲۰۱۰ء

سیر الاولیاء، شیخ محمد مبارک علوی کرمانی، مطبع محب ہند، دہلی، ۱۳۰۲ھ

عربی ادب میں اودھ کا حصہ، پروفیسر مسعود انور علوی کاکوروی، ۱۹۹۰ء

عقائد العزیز، شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری؛ راجہ رام کمار، لکھنؤ 1952ء/ ۱۳۷۱ھ

عقائد العزیز، شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری، ت: حسن سعید صفوی؛ دار الاشاعت خانقاہ صفویہ، صفی پور ۲۰۱۷ء

عین الولایت، شاہ محمد عزیز اللہ صفی پوری؛ منشی نولکشور، لکھنؤ۔ ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۹ء

غالب کے خطوط، مرتبہ خلیق انجم؛ غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دلی ۱۹۹۳ء

فوائد سعدیہ، قاضی محمد ارتضا علی صفوی گوپاموی؛ نولکشور، لکھنؤ ۱۸۸۵ء

فوائد الفؤاد، خواجہ حسن علا سجزی؛ اردو اکادمی، دہلی ۱۹۹۰ء

فہرس الفہارس والاثبات، سید عبدالحی الکتانی؛ دار الغرب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۲

گردش رنگ چمن، قرۃ العین حیدر؛ کاک آفسیٹ پرنٹرس، دہلی ۲۰۰۷ء

گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری، مرتبہ ڈاکٹر محمد ذکی؛ خدا بخش لائبریری، پٹنہ ۲۰۰۱ء

گلِ رعنا، سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی؛ دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

مآثر الکرام، غلام علی آزاد بلگرامی، مطبع کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد ۱۸۸۵ء

مثال مولانا شاہ اکبر علی سنڈیلوی، خطی، ۱۱۷۳ھ؛ عکس محفوظ الاحسان لائبریری، سید سراواں

مجمع السلوک، مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی، مخطوطہ رضا لائبریری، رام پور۔ عکس مکتبۃ الاحسان، سید سراواں

مجمع السلوک، مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی، مترجم: مولانا ضیاء الرحمن علیمی، شاہ صفی اکیڈمی، سید سراواں، ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۶ء

مجموعۂ اوراد و وظائف، قاضی محمد ارتضا علی صفوی گوپاموی مدارسی؛ خطی، مطلاّ، مملوکہ محل نواب محمد عبد الحق، محمڈن لائبریری، مدراس۔ عکس کتابخانہ الاحسان، سید سراواں

مجموعۂ ختم فکر، حضرت شاہ عزیز اللہ عزیز؛ ادبی پریس لکھنؤ ۱۹۲۶ء

مخزن الولایت والجمال، محمد عزیز اللہ شاہ، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۰ھ

مخزن الولایت والجمال، محمد عزیز اللہ شاہ، اردو ترجمہ: محمد خصلت حسین صابری،

پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۳ء/ ۱۳۸۲ھ
مرآۃ الاسرار، شیخ عبد الرحمٰن چشتی؛ خطی ۱۱۳۱ھ، مجلس شوارای ملی، ایران، برقی عکس مکتبۃ الاحسان، سیدسراواں
معارج الولایت فی مدارج الہدایت، عبد اللہ خویشگی؛ خطی، پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، ۱۱۱۱ھ۔ برقی عکس مکتبۃ الاحسان، سیدسراواں
ملفوظات حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی، میر سید محی الدین بن حسین رضوی حسینی امیٹھوی؛ مطبع مرقع عالم، ہردوئی۔ س ن
منتخب التواریخ، ملا عبد القادر بدایونی؛ منشی نول کشور لکھنؤ، ۱۲۸۴ھ
منحۃ السراء، قاضی ارتضا علی صفوی گوپاموی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۲۰۰۷ء

نتائج الافکار = تذکرہ نتائج الافکار
نزہۃ الخواطر، مولانا سید عبد الحی راے بریلوی، دار ابن حزم، بیروت ۱۹۹۹ء
نظامی بنسری، خواجہ حسن نظامی، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء، دلّی ۲۰۰۹ء
نغمۂ شفاعت، مرتبہ: محمد خصلت حسین صابری؛ ابراہیم پریس، لکھنؤ ۱۹۴۹ء
نغمۂ صوفیہ، شاہ محمد شفیع قیس صفی پوری؛ قیصر ہند پریس، الہ آباد، ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
نفحات العنبریہ (اذکار الابرار)، مولوی شاہ تقی حیدر علوی کاکوروی، حقیقت پریس لکھنؤ

Unnao District Gazetteer, Unnao 1901 AD

○○○

TAZKERAH MINAIA

زیرِ نظر تذکرہ اپنے موضوع پر ایک جامع علمی و تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس میں صفوی مینائی خانقاہوں کے نسبتی شجرے، محترم سجّادگان، اہم خلفا، معروف مشائخ، نمایاں علما وفضلا اور مصنفین کے حالات و خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے اور مختلف زبانوں کے بیسیوں مطبوعہ وقلمی منابع سے استفادہ کرتے ہوئے متعلقہ مواد یکجا کیا گیا ہے۔ مؤلفین نے بھرپور کوشش کی ہے کہ یہ مواد معتبر و مستند ہو۔ تذکرے کے آخر میں موجود مآخذ ومصادر کی مفصّل فہرست پر ایک نظر ڈال لینے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ مؤلفینِ کرام نے اس ضمن میں کتنی عرق ریزی کی ہے۔

تذکرے کی ابواب وفصول بندی بہت دقّتِ نظر اور مہارت سے کی گئی ہے۔ جامعیت کے باوصف عبارات میں متوازن اختصار کا لحاظ رکھ کر بہت ذمہ داری کا ثبوت دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ بنیادی اور ترجیحی طور پر جامع الکرامات قسم کی کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں سوانحی، اعتقادی، مشربی اور تحقیقی وتجزیاتی تقاضوں کو اوّلیت دی گئی ہے۔ سچ یہ ہے کہ اب ہمیں زیادہ سے زیادہ ضرورت بھی ایسی ہی تالیفات کی ہے۔ تذکرے کی عام فہم مگر معیاری زبان اور حسنِ اسلوب بھی اس دستاویزی اہمیت کے متن کی افادیت بڑھاتے ہیں۔

تذکرۂ مینائیہ در احوالِ مشائخِ صفویہ کی تدوین واشاعت یادگار علمی وروحانی خدمت ہے جس پر اس کے مؤلفین کی جتنی بھی تعریف کی جائے، کم ہے۔ یہ ایک ہمت افزا فالِ نیک بھی ہے جو خانقاہوں کے درخشاں تحقیقی مستقبل کے بارے میں بہت امیدوار بناتی ہے۔ خدا کرے یہ قابلِ تقلید مثال تمام خانقاہوں کے لیے نشانِ راہ بنے اور روحانی مراکز کے اولیائے امور اپنے اپنے دائروں میں اسی علمی ذوق اور تالیفی اہتمام کا مظاہرہ کریں، اس مفید اور انتہائی ضروری کام کو اپنی ترجیحات میں شایانِ شان درجہ دے کر عند اللہ، عند المشائخ اور عند النّاس مأجور ہوں۔

پروفیسر معین نظامی
(استاد شعبۂ فارسی، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

SHAH SAFI ACADEMY
KHANQAH E ARIFIA, SAIYED SARAWAN
shahsafiacademy@gmail.com
ISBN 978-81-934192-8-1
9 788193 419281